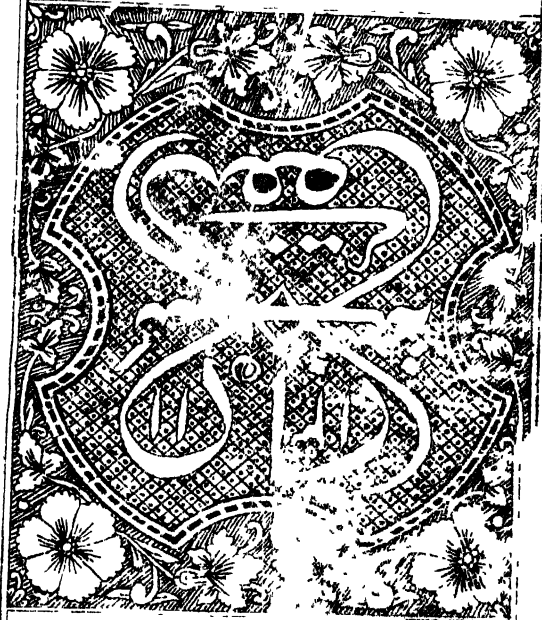


۵۰۰  
خدا ما ایتد بقو

درین وان افتران کس ما دینا سولوی الیومین انما انما سلفا جبرئیل



ما هم ارجی حمت علی ناسی پر عاصی محمد اسیر عفا الله عنه

در باره کلمات کلنگه کورد  
مقصد و احوال و کلمات کلنگه کورد



اور اس ملک میں بہت لوگوں کو دیکھا کہ عمل اور قول اور گفتار اور عقائد تصوف کو سراہنے لگے۔  
 ان مذکور چیزوں سے بڑے ناواقف ہیں باوجود اسکے جو ان کے بن کر ہم صوفی  
 اور گناہ اور کفر کی بات کو تصوف کی بات میں مقرر کیا ہے معلوم نہیں کہ اسے باسزا جہالت  
 سبب سے ہو یا کسی دین کے دشمن نے اسلام کا لباس پہرے کے مسلمانوں کو دکھا دیا ہے پھر  
 فقہی مسلمانوں میں ایسا دھوکھا دینے کا قابو نہ پایا کیونکہ اسکے احکام اور مضمون کھیا کھیا اور  
 اعمال ظاہر سے علاقہ رکھتے ہیں اور اوسکا درس اور تدریس کثرت کے ساتھ مستندی اور مستحی  
 میں جاری ہو اور اوسکی کتابیں ہر جگہ پر بکثرت موجود ہیں اور تصوف کے مضمون اعمال بانٹنا  
 اور اشارات سے علاقہ رکھتے ہیں اور اوسکا سمجھنا بتدیون پر دشوار ہے اور درس اور تدریس  
 بھی اوسکا ہر جگہ پر جاری نہیں اور اوسکی کتابیں بھی ہر جگہ پر موجود نہیں اس سبب دشمنوں نے  
 طریقت کے پیشوا حضرات صوفیہ جو امت محمدیہ میں سے سب سے زیادہ صحابہ کی اقتدار کے  
 رسول ﷺ علیہ وسلم کی اتباع میں پورے اترے ہیں اور سابقین اور متقدمین کا درجہ  
 پائے ہیں سوا ان کے طریقہ سے لوگوں کو پھینے اور بے عقائد کرنے اور ایسے بزرگوں کی صحبت  
 کے فائدے اور تاثیر سے محروم رکھنے کے واسطے بعضے بعضے خلاف شرع باتوں اور رسوم کو  
 جاری کر کے نادانوں کو سمجھا دیا کہ یہ باتیں اور رسمیں اگرچہ شریعت کے خلاف ہیں مگر طریقت اور  
 تصوف میں درست ہیں اور نادانوں کے کان میں پھونک دیا کہ صوفیوں اور عالموں میں  
 ہمیشہ سے اختلاف چلا آیا ہے اور یہ اونکا بڑا افترا ہے اور فقط وسواس دلانا کیونکہ شریعت کے  
 موافق عمل کرنے اور راہ چلنے کا نام طریقت ہے اسیکو تقویٰ کہتے ہیں اور جو مومن متقی ہے وہی  
 ولی اور شرع کا تابع اور صوفی اور درویش ہے اور جو لوگ علمائے آخرت ہیں بڑے صوفی  
 ہیں اور آخرت کے عالمو حاصل مقصد اور انکے علم کا پھل یا ان تحقیقی اور تقویٰ ہے اور  
 اگر ایمان اور تقویٰ اور شرع کے خلاف کو درویشی سمجھتے ہیں تو ایسی درویشی عالموں کے خلاف  
 کے کیا معنی بلکہ قرآن اور حدیث کے خلاف ہے اور یہ تصوف نہیں ہے اور مشکل تو یہ کہ بعضو بعض



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سوله محمد وسيله الطالبيين وعلى آله واصحابه  
 واتباعه اجمعين ہ بعد اسکو سنا چاہئے کہ جو لوگ حق تعالیٰ کے راضی کرنیکے طالب ہیں اور  
 چاہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو راضی کر کے مقبولیت اور عزت اور اعتبار اور سکی درگاہ میں حاصل  
 کریں سو اونکا یہ مطلب عقائد اور تصوف اور فقہ پر عمل کرنے پر موقوف نہیں نجات کا مدعا  
 کہ دوزخ کے عذاب سے نجات ہو جائے بغیر عذاب کے یا بعد عذاب ان باتوں پر نہیں ہے  
 بلکہ نجات کا مدار صرف کلمہ ہے کہ اسکو صدق دل اور درست اعتقاد کے ساتھ کہے اور برے  
 اعتقاد اور کلمہ کفر سے پرہیز کرتا رہے اور علم عقائد کا اصل مقصد ایمانی باتوں کا بیان ہے  
 اور علم فقہ کا اصل مقصد مکلفین کے اعمال کی درستی کا اور جو اسنکے زمین میں مفید یا مضر ہے  
 اور سکایان ہوا اور علم تصوف کا اصل مقصد حسان کی باتوں کا بیان ہے چنانچہ قریب ہے  
 کہ یہ تینوں باتیں حدیث سے ثابت ہونگی اور تصوف کی کتابوں میں جو توحید اور معرفت  
 اور ارکان تصوف کا بیان کرتے ہیں اور علوم اشارہ یا احوال بولتے ہیں یا بعضے کلمات اشارہ  
 کے بیان کرتے ہیں یا حالات اور مقامات کا بیان کرتے ہیں سو سب احسان کے مراتب  
 پہنچو اور اسیکے حاصل ہونیکے طریق کے بیان میں ہے کہ جسکو سلوک الی اللہ بولتے ہیں



ملک اور ہوقت میں صوفی اور تصوف کی حقیقت اور تصوف پر عمل کرنے کا طریقہ اور صوفیہ کے علم اور عقائد اور ان کے ظاہر اور باطن کے آداب اور ان کے محاورے کی بولیوں اور اونکی اصطلاحات کا بیان کرنا مناسب جانا اور اس بات میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اب پہلے جانا چاہئے کہ مشکوٰۃ مصابیح میں کتاب الایمان کی پہلی فصل میں جو پہلی حدیث جسکو سارے محدثین نے صحیح کہا ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور اسکو حدیث جبرئیل کہتے ہیں اور ائمہ الاحادیث اور ائمہ الجوامع بھی کہتے ہیں اسواسطے کہ جتنے علم حدیثوں معلوم ہوتے ہیں سو سب اُس حدیث میں پائے جاتے ہیں وہ حدیث پوری جو چاہئے سو مشکوٰۃ میں دیکھ لے اور حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام اور ایمان اور احسان اور قیامت کی نشانیوں کا سوال کیا ہے اور آنحضرت نے جواب دیا ہے سو اس مقام میں چونکہ تصوف کا بیان منظور ہے اسواسطے جس سوال اور جواب سے تصوف ثابت ہوتا ہے اور اسکو ہم کہتے ہیں وہ یہ کہ اسلام اور ایمان کے سوال کا جواب پانچ بعد جبرئیل نے پوچھا فَآخَبْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ بِرَأْسِكَ پھر خبر دو مجھکو احسان کی حقیقت کی فرمایا یہ کہ بندگی کرے تو اللہ کی اسطرح کہ گو یا کہ دیکھتا ہے تو اوسیکو اور اوسمین شک نہیں کہ جسکا یہ حال ہوگا وہ نہایت ہیبت اور تعظیم اور اللہ کو نہایت بزرگ جاننے اور خشوع اور خضوع یعنی عاجزی اور فروتنی اور حیا اور شوق اور ذوق اور محبت اور انجذاب یعنی اللہ کی طرف کھینچنے کی حالت میں ہوگا اور یہ مقام مشاہدہ اور ذوق اور حضور می کے دربار میں ڈوبنے کا ہے اور اس مرتبہ سے نیچا مرتبہ مراتبہ کا ہے وہ کیا ہے کہ بندیکے حال کا علم اور بندے کے حال پر نظر جو اس مجبود کی ہر دم ہے اسے خبر دار ہونا جیسا کہ فرمایا پھر اگر نہیں ہے تو اس حال کے ساتھ کہ گو یا کہ تو اسکو دیکھتا ہے تو یوں جان کہ وہ تجھکو دیکھتا ہے اس صورت میں بھی بندہ بہت ڈرتا رہیگا اور حرکات سکناات میں احتیاط کرے گا اور اپنے افعال اور احوال کی نگاہ بانی کرے گا اور ادب کے

اور پڑھے لوگ بلکہ اکثر لوگ ایسی باتیں کہہ یا لرتے ہیں اور اکثر لوگ بسبب ناواقفی کے  
 شعر میں کفر اور الحاد اور دین اسلام کے عقائد کے خلاف بات بھری ہو یا ہندوؤں کو عقیدے  
 کی بات بھری ہے یا اسلام اور کفر و دونوں سے انکار کا مضمون بھرا ہے یا نماز اور مسجد اور عالم  
 لی ہتک کی بات بھری ہو جیسے یہہ بات دل کو پوچ دیوانے ملا مسجد چونکہ اکثر ہر وہی علیٰ ذہن القیاس  
 ایسے لوگوں کو بڑا اور ویش کامل اور صوفی سمجھے ہیں اور بعض لوگ صوفی ایسے لوگوں کو  
 سمجھے ہیں کہ جو لوگ معاذ اللہ سبکو خدا جانتے ہیں اور بعض سمجھے ہیں کہ باجے کے ساتھ راگ  
 سنا جس طور سے شریعت میں منع ہے صوفیوں کے مذہب میں معاذ اللہ عبادت ہو اور اپنے  
 مرشدوں کا عرس کرنا اور قبر و پرورشنی کرنا اور توالوں کو بلانا اور وہاں پر حال کی مجلس کرنا  
 اونکے طریقہ میں ضرور ہے غرض اس قسم کے بدعتی کو ناواں لوگ صوفی جانتے ہیں اور  
 چونکہ ایسے بدعتی لوگ دعویٰ درویشی کا کرتے ہیں اور لوگوں کو مہر دیکرتے ہیں اس سبب سے  
 ناواقف لوگ ایسے لوگوں کو مرشد اور صوفی جانتے ہیں اور سچے صوفی جو سنت کے تابع اور  
 تقویٰ میں کامل ہیں اور حقیقت میں وہ مرشدی کے قابل ہیں سو اونکو نہیں پہچانتے ہیں  
 ایسا حال دیکھ کے اپنے نامانے میں ابوالجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تصوف کے  
 رسالہ جو نہایت مستحسن ہے فرمایا کہ صوفیہ کے طریق چلنا درست نہیں ہو مگر اوسکے بعد کہ پہلے  
 اونکے عقائد اور اونکے ظاہر اور باطن کے آداب پہچان لے اور اونکو محاورے کی بولیوں کو  
 سمجھے اور اون کے کلام میں اونکی اصطلاحات کو جانتا ہو تاکہ اوسکو صوفیہ کے قدم بقدم چلنا  
 اور اونکے افعال اور اقوال میں اونکی پیروی کرنا ٹھیک پڑے کیونکہ سوقت میں یہ حال ہو  
 کہ جھوٹے دعویٰ کرنے والوں کی کثرت سے محقق لوگوں کا حال پوشیدہ ہو گیا ہے اور حقیقت یہ ہے  
 کہ مفسدون کا فساد مفسدون ہی پر جا پڑتا ہو اور اونکا فساد نیک لوگوں کی نیکی میں عیب  
 نہیں لگا سکتا انتہی سچ ہے جو چاند پر خاک پھینکتا ہے اوسکے منہ پر خاک پڑتی ہے مگر نادان  
 لوگ بسبب ناواقفی کے سچے مرشد کی صحبت کے فائدے سے محروم رہتے ہیں سو اسلئے اس

کچھ کمالیتی ہیں سو ان قصہ خوانوں کا ایسا ہی حال سمجھو اور سنا ہے کہ یہ عورتیں انھیں قصہ  
 خوانوں کے قوم کی ہوتی ہیں تعجب نہیں کہ یہ بات سچ ہو اور اکثر نادان لوگوں کا یہ طور ہے  
 کہ ان کے قدیم بزرگوں کے جو پیرستے اور خین پیر کے گھر آنے میں جو پیر زادہ ہوتا ہے اسکے  
 مرید ہوتے ہیں اگرچہ اویسکے مذہب اور اعمال میں خلل ہو اور ایسا بھی دیکھنے میں آیا کہ جو کوئی  
 شخص جاہل اور خلاف شرع اور مبتدع ہوتا ہے مگر کسی بزرگ کی اولاد میں سے وہ ہوتا ہے  
 اس شخص سے لوگ بیعت کر لیتے ہیں اور جب اس کا کوئی حال پوچھتا ہے تب کہتے ہیں کہ  
 سبحان اللہ انکو کیا پوچھنا ہے یہ حضرت مخدوم شاہ فلاں کے فرزند و نین اور نہایت عالی  
 نسب ہیں چو کہومت اسنے مرید ہو لو یہ بعینہ ویسی سمجھو ہے جیسا کہ ایک شہر میں ایک خانہ  
 نے کئی خانہ سامان لوگ کو جمع کر کے اپنی لڑکی کی نسبت کیواسطے مشورہ پوچھا کہ فلاں خانہ  
 کے بیٹے کی نسبت میری بیٹی سے آتی ہے آپ لوگ کیا فرماتے ہیں تب خانہ سامان لوگ تو  
 کہ وہ تو فلاں صاحب کا خانہ سامان ہے اور وہ صاحب بڑے باپ کا بیٹا ہے اسکا استدر  
 رو پید جمع ہو اس نسبت سے چو کہومت اور یہاں تک جہالت حد کو پہنچی کہ اپنے پیر زادوں کو  
 بعض بڑے خیر خواہ مرید برا کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے باپ دادوں کا نام ڈوبا یا اور  
 اونکو نصیحت کرتے ہیں کہ اپنا طور اچھا بناؤ نہیں تو مرید لوگ چھوٹ جاویں گے اور اپنی زادوں کو  
 نہایت ذلیل جانتے ہیں مگر باوجود اسکے جب مرید ہونیکو ہوتے ہیں تب بڑی بڑی طیار  
 کا کھانا کر کے برادری کو جمع کر کے اوسی ذلیل پیر زاد کو بلا کے مرید ہوتے ہیں اور ایک روز  
 کیواسطے اویسکے معتقد بن جاتے ہیں اور یہ جہالت بعینہ ہندون کی سی ہے جیسے دیلوگ  
 برہمنوں کو معتقد ہوتے اور براہمن کے فعل سے اونکو کچھ غرض نہیں ہوتی ویسا ان لوگوں کا  
 حال ہے یہاں تک کہ بے نمازی یا اپنے مذہب کے خلاف شخص کے مرید ہو جاتے ہیں  
 اور باوجودیکہ جانتے ہیں کہ اسکا مذہب دوسرا ہے بلکہ کہتے ہیں کہ اسکے باپ بڑے مضبوط  
 سنت و جماعت تھے یہ تھوڑے روز سے بگڑ گئے ہیں مگر ایسے شخص سے مرید ہوتے ہیں اور

علم کے موافق عمل کیونکر درست ہوگا اور یہ بھی دیکھا کہ لوگ مرشد غیر مرشد بھلے بُرے کو نہیں پہچانتے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ ذکر کسکو کہتے ہیں اور ذکر کتنے قسم میں اور ذکر سے کیا فائدہ ہوتا ہے اور اسکا انجام کیا ہے اور مرشدی کے قابل کون ہے اور کون نہیں ہے اور مرشد کا کیا کام ہے اور اسے کیا فائدہ ہوتا ہے اور صوفی کیسے لوگ ہوتے ہیں اور تصوف کی حقیقت کیا ہے اور تصوف کا موضوع کیا ہے یہ سب نہ جاننے کے سبب۔ یہ اکثر عوام لوگ بلکہ کبھی کبھی خواص لوگ بھی کسی کسی مقام میں دھوکھا کھا جاتے ہیں یہاں تک کہ جو شخص تصوف سے اور صوفیہ کے علم اور انکی اصطلاحات سے بھی مطاق واقف نہیں ہے اور تصوف کے موافق عمل کا تو کیا ذکر ہے ظاہری عمل بھی اُسکا ٹھیک نہیں یہاں تک کہ لباس ظاہری بھی خلاف شرع ہے اور جیسا لباس شیعہ میں منع ہے ویسا لباس پہرتا ہے یا کھلی کھلا عبت میں گرفتار ہے ایسے شخص سے لوگ بیعت کر لیتے ہیں اور ایک قسم کے قصہ خوان لوگ ہیں کہ اونکے پاس وعظ کی کتاب بنی ہے اور سین عجیب اور غریب قصے کہانی اور مثالیں لکھی ہیں گانوں گوئیں میں اور سکو سنا کے آدمی کو کبھی رولاتے ہیں اور کبھی ہنساتے ہیں اور اوہیں اکثر وضعی اور جعلی باتیں بھری ہیں اور سکوئے لوگ حدیث کہہ کے بیان کرتے ہیں پھر باطل لوگ اونکا وعظ اور انکی خوش تقریر کے اونکو عالم جان کے اُنسے مسئلے پوچھتے ہیں تب وہے وغاباز اونکو اُن مسئلوں کا غلط جواب جو مذہب اور عقیدہ کے خلاف ہے دیتے ہیں اور ان وغابازوں کے سبب سے اس ملک میں طرح طرح کا فساد برپا ہوا ہے اگر اسلام کا بادشاہ اور قاضی ہوتا تو ان وغاباز قصہ خوانوں کی بڑی سزا اور تعزیر کرتا سوا لوگ ان قصہ خوانوں سے بھی مرید ہو جاتے ہیں اور ایک قسم کی عورتیں ہیں کہ وہے ایک نیلے کپڑے میں ایک صندوق بانڈ سے ہوئے سر پر لیٹے پھرتی ہیں اور اُسکو بی بی ڈولا کہتی ہیں اور اونکے پاس ایک کتاب ہوتی ہے اور اوہیں دوزخ اور بہشت اور میزان اور پلصراط اور فرشتے وغیرہ چیزوں کی تصویر لکھی ہوتی ہے اور وہ عورتیں جن کہلاتی ہیں لوگوں کے گھر میں جا کے عورتوں کو ڈرا کے

اور فال دیکھ کے غیب کی بات جھوٹھ منوٹھ بتاتے ہیں انکو شریعت میں منجم کہتے ہیں اور یہہ دونوں قسم کے لوگ شریعت میں کافر ہیں اس میں کسی عالم کا اختلاف نہیں سوا ایسے لوگوں سے بھی جاہل لوگ مرید ہوتے ہیں سبحان اللہ لوگ مرید ہوتے ہیں اور بہت توبہ کرتے ہیں ایمان کامل حاصل ہونے اور کفر شرک گناہ چھوڑنے کے واسطے اور یہہ جھوٹھا جاہل تو خود کفر اور شرک کا کام کرتا ہے کہ اُجھائی کرتا ہے اور اسکا نام حضرات کرنا رکھتا ہے اور نجوم کی کتاب کو فارسی کا لباس پہا کے او سکوفال کی کتاب کہتا ہے اور او سپر عمل کرتا ہے ایسے شخص سے مرید ہونا اور اس کی بات پر یقین کرنا کفر ہے بھلا اہل سلام میں مرشد کی اور سچی دعا کی کون سی کمی ہے اور حقیقت یہہ ہے کہ ہندو کی صحبت کے سبب سے جاہلون خصوصاً اونکی عورتوں کے عقیدے میں فساد آ گیا ہے اور اس کفر کی بات پر بڑا اعتقاد رکھتے ہیں اور ایسے شخص کو بیماری کی بقراری میں بہت کچھ دیتے ہیں اور ایسے شخص کے پاس جانیسے اگر کوئی منج کرے تو چھپ کے آتے ہیں اور ایسے شخص کے پاس جاہل ضعیف الایمان مسلمانوں اور کافروں کا بڑا جماؤ رہتا ہے خصوصاً عورتوں کا اور سچے مرشد کے پاس آنیسے جاہلون کو نفرت ہوتی ہے اور ان مکاروں نے دنیا کمانے کے واسطے دینی کتاب کو صاف جواب دیا اور اس کفر کی بات میں جاہلون کو پھنسا یا دیکھو کس قدر نادانی پھیل گئی ہے اور کوئی ایسا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور حضرات صوفیہ کے تعلیم کے طور کے نہ جاننے کے سبب سے او سکویہہ وہم آ گیا ہے کہ مرشد کامل جو ہوتا ہے سو تصوف کے باریک مسئلے مرید کو زبان سے نہیں بتاتا بلکہ مرید کو ایسا توجہ دیتا ہے یا ایسی ایک نگاہ کرتا ہے کہ مرید پر سارے مسئلے کھل جاتے ہیں اور کہتا ہے کہ اس زمانے میں ایسا مرشد نایاب ہے اور بعضے لوگ جانتے ہیں کہ تصوف کی باتیں چھپانے کے قابل ہیں اور اسکا افسانہ کرنا اور مجلس میں بیان کرنا درست نہیں اولن باتوں کو مرشد کا نون کان مرید کو بتانا

بعضے نادان اپنی یا اپنے بال بچوں کی بیماری میں یا مقدمہ لانے میں یا اور دوسری حاجت  
 دیا وہی کیوقت کسی مکار بے نمازی یا کسی گنہگار فاسق برعنی بلکہ شرک میں گرفتار شخص سے  
 وعدہ کرتے ہیں کہ اگر یہ بیماری دفع ہو اور یہ مطلب پورا ہو تو ہم آپکے مرید ہوں پھر اپنا  
 مطلب حاصل ہونے سے نہایت معتقد ہو کے اس شخص کے مرید ہوتے ہیں اور جسے  
 مرشد سے بیعت کرنا شریعت سے ثابت ہے اور بسے مرشد سے پھر دھرا کے بیعت نہیں کرتے  
 گویا بیعت کو ایک رسم بانٹتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جب کسی سے بیعت کر لیا بس رسم ادا ہو گئی  
 اور کوئی اپنی بدعتی خلاف شرع پر سے بیعت کر کے پستاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمارا ارادہ تو مدت  
 فلاںے عالم اور بزرگ سے بیعت کرنے کا تھا اور فلاںی سے ہو گئے سو کیا کریں اب تو مرید ہو پڑا  
 مگر بیعت نہیں دھراتا اور طریقت کے پیشواؤں نے جو دو چار یا زیادہ مرشد سے بیعت  
 کیا ہے باوجودیکہ اُنکے سب مرشد اپنے تھے اسکا مطلق خیال نہیں کرتا کوئی ایسا نادان ہے  
 کہ اسکا اعتقاد ہے مرشد سے بیعت اپنے کا دل و جان سے ہوتا ہے مگر اسکے بزرگوں کو  
 مرشد کو خاندان میں سے کوئی شخص جاہل اور خلاف مذہب اور فاسق اور بے نمازی  
 شرک میں گرفتار ہو سکے گا، تاکہ اگر دوسری جگہ مرید ہو گئے تو خراب کر ڈالوں گا اور راندے گا  
 تب وہ نادان ڈر کے ماتے سے مرشد سے بیعت نہیں ہوتا اور اس جاہل کو اتنا بھی نہیں  
 کہتا کہ تو آپ راندے ہو خراب ٹھکی کرتا پھرتا ہے تو ہمکو کیا خراب کریگا اور کیا راندے گا  
 اگر تجھ میں کچھ قدرت ہے تو اپنے اوپر سے ان سب بلا کو دور کر اور جو لوگ حضرات کرتے  
 ہیں اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ کسی شرک کے عمل میں گرفتار ہو کے جنات  
 سے دبستی پیدا کرتے ہیں اسی سبب سے جسکے ہاتھ میں ایک کاغذ کا پرچہ دیکے  
 جھلاتے ہیں اسکی نظر میں طرح طرح کے خیالات دکھائی پڑتے ہیں سوار نظر آتے  
 ہیں اور مریض پر جو بھوت لگا ہو اسکو پکڑ لاتے ہیں اور باندھتے ہیں یا شیٹے میں  
 بند کرتے ہیں سو شریعت میں انکو کاہن کہتے ہیں اور ہندوؤں کی زبان میں او جھا

کی راہ ہمسے بیگی عالم لوگ اور بڑے بڑے مرشد اور مولانا بڑے آدمی اور بہرے لعل ہیں وہ  
 قرآن کے ورق اُلٹا کرین اُنکے پاس کیا ہوا اور اُنسے معرفت سے کیا علاقہ اُنسے یہ راہ  
 نہ بیگی سوا ایسے مغرور لوگوں کے لوگ معتقد بن جاتے ہیں حالانکہ ایسے لوگ اپنے غرور کے  
 سبب سے دو کوڑی کے شیشہ بھی نہیں اور رویشی کی راہ سے بہت دور پڑے ہیں کیونکہ درویش  
 لوگ اپنی تین سچ مچ سے برا جانتے ہیں ہاں کافر اور مشرک اور فاسق اور بدعتی کو شرع  
 کی اتباع کر کے برا کہتے ہیں تاکہ لوگ اونکی راہ اور چال سے نفرت کریں تعرف میں لکھا ہوا  
 کہ فضیل ابن عیاض رحمہ اللہ سے عرفات میں ذی الحجہ کی زین کے شام کو کسی نے کہا کہ  
 لوگوں کا حال کیسا دیکھتے ہو کہا کہ بسکے سب بخشنے گئے ہیں اگر میں انہیں نہ ہوتا یعنی چونکہ میں  
 اُنکے درمیان میں ہوں اسے اُنکے مغرور اور بخشنے گئے ہونے میں کچھ شبہ ہو تو ہوتی  
 ان بسکے مغرور ہونے میں کیا شک ہو اور یہ لوگ کیا اچھے نیک پاک تھے انکی جماعت میں  
 کچھ گنہگار کے ہونے سے داغ لگا اور سر ہی سقطی نے کہا کہ میں ہر روز کئی بار اُمینہ دیکھا  
 کرتا ہوں اس خوف سے کہ کہیں میرا منہ سیاہ تو نہیں ہو اور یہ بھی کہا کہ مجھ کو یہ بات  
 پسند نہیں کہ جہاں لوگ مجھ کو بچانتے ہیں وہاں میں ہوں اس خوف سے کہ کہیں مجھ کو  
 زمین قبول نہ کرے اور قبر سے باہر نکال پھینکے تو میں فیضت ہوں انتہی اور بعض لوگوں کو  
 دیکھا کہ دو تین مہینے یا دو تین برس کسی بناوٹ والے کی خدمت میں دن رات ذکر  
 سیکھتے رہے جب اُنسے مشاہدہ کی حقیقت اور ذکر کا انجام پوچھا تو اسکا جواب مطلق نہ دے  
 سکے اور کہا کہ بھلا تھوڑے دن میں یہہ باتیں کس طرح معلوم ہوتیں سبحان اللہ ایمان  
 تحقیقی جسکو مشاہدہ کہتے ہیں ان لوگوں کے نزدیک ایسا مشکل ہوا کہ اسکی حقیقت دو تین  
 مہینے اور دو تین برس میں مرشد سمجھانہ سکا بھلا اسکا حاصل ہونا کتنی مدت میں ہوتا ہے  
 حالانکہ یہ مضمون ایک دور و زہنتہ عشرہ میں مرشد سمجھا دیتا ہو اور مرشد کی مجلس میں  
 اور وعظ میں اور ذکر فکر تعلیم کی وقت اور نماز روزے تلاوت کی تعلیم کی وقت ہی مضمون کا

اور یہ سب نرمی جہالت اور دین کے حکام سے واقف نہ ہونیکا باعث ہو جیسا اور سب  
 سٹون کا بیان کرنا اور ناواقفوں کو اُسے واقف کرنا عالمون پر فرض ہو ویسا تصوف کو  
 سٹون کا بھی حال ہے فقہ عقائد تصوف سب حدیث اور قرآن کے مضمون ہن اُسکے  
 چھپانیکے کیا وجہ ہن عین العلم میں یہہ البتہ ہے کہ خواص لوگ اللہ تعالیٰ کے حقائق  
 صفات کو عوام سے اونکی فہم کے لائق بیان کرین یہہ کسی کتاب میں نہیں ہے کہ  
 بالکل چھپا دین اور تصوف کا اصل مسئلہ تو توحید ہے سوا و سکو پانچ وقت موزن کو  
 باواز بلند پکارنے کا حکم ہے یہہ بات بھی ہندؤن سے سن کے کہتے ہن ہندؤن کا  
 گروکان میں اپنا منتر کہہ دیتا ہو معاذ اللہ کیسا کیسا اقرار اور فساد دین کے دشمنوں نے  
 عوام میں پھیلا دیا ہو ہن یہہ البتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسرار اور پوشیدہ بحید کے علم  
 سے ہر کوئی واقف نہیں اوس علم کو اللہ تعالیٰ بڑے بڑے خواص ولیا اور درویشوں پر  
 ظاہر کرتا ہے سو اُس علم کے چھپانیکا بھی حکم نہیں بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب وے  
 اوس علم کا بیان کرتے ہن تب اوسکا انکار نہیں کرتے مگر جو لوگ اللہ سے غافل ہن جیسا  
 وہ سبھی فصل میں وہ حدیث لکھین گے انشاء اللہ تعالیٰ غرض ایسے ایسے وہم اور جہالت  
 کے سبب سے لوگ علم تصوف کو بے کام جان کے اور تصوف کے علم کو جو حیاں کے  
 بیان ہو خلاف شرع سمجھ کے اوسکی کتابوں کو نہیں دیکھے اور مرشد صاحب تاثیر کی محبت  
 اور بیعت کی برکت اور فائدہ حاصل کر نیسے محروم رہتے ہن اور صوفی لوگوں کی عادت  
 ہے کہ اپنی تین سب سے بڑا جانتے ہن اسکے خلاف جو لوگ شرک اور بدعت کے منع  
 کرنیوالے مرشد اور دیندار علمائے آخرت پر طعن کرتے ہن اور باوجودیکہ تصوف سے  
 کچھ واقف نہیں ہن مگر عوام فریب باتوں کے زور سے مرشد اور درویش بن جاتے ہن  
 مثلاً کہتے ہن کہ دیکھو دو کوڑی کے شیشے سے آگ لگ جاتی ہے اور بڑے بڑے میستی  
 جوا ہر میرے لعل زمر سے آگ نہیں لگتی سو ہم دو کوڑی کے شیشے فقیر مسکین ہن یہ مرشد



رسالہ زاد التقویٰ میں ایسا مضمون چمکے لکھتا ہو کہ اس کے سمجھنے اور اوسمین بنظر انصاف کے غور کرنے سے اور اس کے موافق ذکر اور مراقبہ اور تلاوت اور طہارت اور طاعت میں لگے رہنے سے بہت آسانی کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ شانہ کی ذات اور صفات کو قرآن اور حدیث کے موافق جیسا کہ پہچاننے کا حکم ہے پہچان جاویگا اور ایمان تحقیقی اور مشاہدہ اور قرب حاصل ہوگا اور فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مضمون فہم میں آجا ویگا اور جب اللہ سبحانہ چمکا تب اس مقام پر پہنچا ویگا اور علمائے دنیا علمائے آخرت بن جاویگا اور شریعت اور طریقت اور حقیقت اور معرفت کے معنی کھل جاویں گے اور اپنودین اور مذہب پر لوگ مضبوط ہو جاویں گے اور جو لوگ نفس اور شیطان کو فریب میں گرفتار بین انشاء اللہ تعالیٰ نفس اور شیطان پر غالب ہو جاویں گے اور بھلے بے پہچان پڑیں گے اور کون شخص مرشدی کے قابل ہو اور کون نہیں صاف معلوم ہو جاویگا اور مرشد کی صحبت اور تعلیم سے جو فائدہ ہوتا ہو اور مرشد کی تعلیم کا جو طور ہے اور ذکر کرتا قسم ہو اور ذکر سے جو فائدہ ہوتا ہو اور ذکر کا جو انجام ہے اور کون سچا ذکر ہے اور کون جھوٹا اور نسبت کیا چیز ہے اور صاحب تاثیر کیسا شخص ہوتا ہو اور اسکی تاثیر سے کیا حاصل ہوتا ہو اور حال و مقام اور تو بہ نصوح اور محاسبہ اور مراقبہ وغیرہ مضمون تصوف کا یہ سب معلوم ہو جاویگا اور جاہل لوگ جہتے ہیں کہ حقیقت خلاف شریعت کے ہو اس بات کا جھوٹ ہونا بھی ثابت ہو جاویگا اور لوگ یہ سمجھ کے کہ مشاہدہ کسیکو حاصل نہیں ہوتا اور وہ بڑی مشکل راہ ہو اس کے واسطے بال بچے اور سارا کارخانہ چھوڑنا ہوگا اور مشاہدہ کے معنی اور اسکی حقیقت نہ سمجھنے کے سبب سے جو مشاہدہ حاصل کر نیسے کہ کھول بیٹھے ہیں اور اس کے حاصل ہونکی راہ جو صاف صاف قرآن مجید اور حدیث شریف اور تصوف کی کتابوں میں موجود ہے آپ خیال نہیں کرتے اور بعض لوگ اپنودین ہم کے پیچھے پڑ کے کوئی لمحہ فقیر یا دیوانہ جو اس راہ سے بے راہ اور دور پڑا ہے اور اسکا عمل سراسر خلاف شرع ہو یا ہندو جوگی جو زاکا فر ہے اویسکے پیچھے پڑتے ہیں کہ یہ شخص اللہ سے ملا ویگا جہاں تک نوبت پہنچتی

چرچا رہتا ہو ہاں اُسکا حاصل ہونا عنایت الہی پر موقوف ہو اور اُسکے حاصل ہونیکے  
 اسباب حق سبحانہ نے مقرر کیا ہو اور اوسکو ہم مقدمہ میں ذکر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ انہیں  
 اسباب کی قوت سے سلوک کرنا اور اللہ کی راہ میں مشاہدہ کی طلب میں چلنا ہوتا ہے سو  
 اون باتوں کو مرشد ایک ساعت میں سمجھا دیتا ہو اور مرید کو اتباع کی راہ چلاتا ہو تب  
 اتباع کی برکت سے مرشد کے توجہ اور تعلیم کی تاثیر جلد ہوتی ہو اور چند روز میں طلب سلوک  
 میں پورا اتر جاتا ہو یہ تو دین اور شریعت کا ضروری مسئلہ ہے جیسا اور سارے مسئلوں کو  
 مجھے سمجھانے اور عمل کرنے کا حال اور طور ہے ویسا اسکا بھی مگر اسپین شہم نہیں کہ ہر عمل  
 کے عمل کرنیوالوں کے درجے میں تفاوت ہوتا ہے کوئی بڑا درجہ پاتا ہو کوئی کم جیسے کوئی  
 گزری گاڑ ہا بن کے گزران کرتا ہے کوئی مشروع گلبدن کنجاب اور کوئی بوریابے بن کے  
 بان جیسے جیسے عمل کرتا جاتا ہو ویسے ویسے درجے میں ترقی ہوتی جاتی ہے اور بندے  
 اور حق سے تو زندگی بھر معاملہ رہتا ہے مگر مرشد کا جو کام ہو سو اسے چند روز میں فراغت  
 ہو جاتی ہو جس طرح نماز روزہ جیسا کہ اوسکے ادا کرنے کا حق ہو چند روز میں اوستاد  
 تعلیم کر دیتا ہو تب بندہ اوسمیں زندگی بھر لنگار رہتا ہو اور بند یکا درجہ بڑھتا جاتا ہے  
 ہر وقت اور زندگی بھر اوستاد اور مرشد کو کون بنل میں لیٹے پھرتا ہو باقی اسپین شک نہیں کہ  
 اس راہ کے بڑے درجہ والے ہزاروں میں ایک ہوتے ہیں اور اونکی شناخت تصوف  
 کی کتابوں میں موجود ہے سو لوگ اوسکو نہیں دیکھتے قصہ کہانی پر بھولتے ہیں اور انہیں  
 میں سانپ کو پھول کا ہار جانکے گلے میں ڈال لیتے ہیں غرض ایسی سمجھ اور غفلت دین میں  
 نقصان کی باعث اور ایمان تحقیقی اور تقویٰ حقیقی سے محروم رہنے کی نشانی ہے ہوا سطر  
 مسلمانوں کی خیر خواہی کی راہ اور محبت کے جوش سے اب یہہ خاکسار علی جونپوری معروض  
 کرامت علی اللہ سبحانہ کے طالبوں کے فائدے کے واسطے بلکہ حقیقت میں اپنے ہوش  
 درست ہونے اور یقین کامل حاصل ہونے اور غفلوں کے ہوشیار کرنے کے واسطے اس

کرے اور طالب جتنی جگہ چاہے اتنی جگہ ہوے اور مرشد جتنے شخص کو چاہے اتنی  
 شخص کو کرے حالانکہ مرید اور طالب اور پیر اور مرشد ایک ہی یہہ فقط شیطان کا وسوسہ  
 اور وسوسہ ہوا ہے یعنی جو جاو گیا اور معلوم ہو جاو گیا کہ میت کا دھرانہ کس تینوں کو کو اسطرح درست اور کیسے  
 درست نہیں اور بعض لوگوں کے دل میں جو شک گذرتی ہے کہ تفسیر حدیث فقہ عقائد تصوف  
 کی کتابوں میں سب کچھ موجود ہے وہ کونسی بات ہے جو حسین مرشد کی حاجت ہوتی ہے  
 سو یہہ شک بھی بخوبی رفع ہو جاو گی مقدمہ پہلی جاننا چاہئے کہ جس علم میں جس چیز کا  
 بحث اور بیان ہوتا ہے وہی چیز اس علم کی موضوع کہلاتی ہے جیسا کہ علم نجوم میں کلمہ اور  
 کلام کا بحث اور بیان ہوتا ہے اساطیر علم نجوم کا موضوع کلمہ اور کلام کہلاتا ہے ویسا ہی علم  
 صوفیہ کا موضوع افعال قلبیہ ہے اوسیکو وجدانیات بھی کہتے ہیں حضرت لانظام لہذا  
 قدس سرہ نے شرح مسلم الثبوت میں ادائل کتاب میں ایسا ہی فرمایا ہے اور اسی احوال  
 قلبیہ کو احوال بھی کہتے ہیں جیسا کہ افعال جو احوال کہتے ہیں اسی مضمون کو تعرف  
 میں علوم صوفیہ کے بیان میں فرماتے ہیں کہ علوم صوفیہ کا علوم احوال ہے یعنی علوم تصوف  
 میں احوال کا بحث اور بیان ہوتا ہے اور احوال جو ہیں سو میراث ہیں اعمال کے اور  
 احوال کا وارث وہی شخص ہوتا ہے جو اعمال کو ٹھیک اور درست کرتا ہے اور اعمال کے  
 ٹھیک اور درست کرنے کا شروع اون اعمال کے علموں کا یعنی احکام شرعیہ فقہیہ پانچا  
 جو اصول فقہ سے یعنی قرآن حدیث اجماع قیاس سے اور وہ اعمال میں ہیں صلوة اور  
 صوم اور سارے فرائض بیان تک کہ علم معاملات بھی ہیں داخل ہیں جیسا کہ طلاق  
 اور نكاح اور بیع کے احکام اور بالکل جو کچھ اللہ تعالیٰ نے واجب اور مستحب فرمایا ہے اور  
 امور معاش میں سے جسکے علم سے بندگی کو لا پروا کرنا درست نہیں ہے وہ سب ساری  
 احکام شریعت کو علم میں داخل ہیں اور یہ سب علوم سیکنے کے ہیں اتنی اور تصوف کی  
 کتابوں میں جو کچھ کلمات اشارہ کا بیان کرتے ہیں مثل جمع تفرقة تجلی استنار تجرید تعزیر

کہ اُس فقیر طرد یا اُس دیوانے یا اوس جوگی کے کہنے سے گانجا یا بمانگ یا شراب پی لیتے  
ہیں یہاں تک کہ بعضے وضو غسل روزہ نماز چھوڑ دیتے ہن اور جیسی منقول نہیں ویسی کر  
دیکھ کر بعضے لوگ معتقد بن جاتے ہن مثلاً کوئی قمری کی طرح سزاوار نکالتا ہے یا کوئی آریکی سی آواز نکالتا  
یا کوئی ناک سے جھاڑو دینے کی سی آواز نکالتا ہو یا کوئی ہونٹھ بند کر کے چھاتی کے اندر سے آواز  
نکالتا ہے ایسے لوگوں کے معتقد بن جاتے ہن اور بعضے لوگ جو گیون کا شغل سیکھ کے فخر  
کرتے ہن کہ ہمکو جو گیون کا شغل بھی معلوم ہے اور یہ کہاں جہالت ہو اور اسلام میں یہ صمیم  
اور کپے رہنے کی نشانی کیونکہ کافر کے پاس اللہ کے ملنے کی اگر راہ ہوتی تو وہ کافر نہ ہتا اور  
دوسرے یہ کہ اہل اسلام کے پاس شغل کی کون سی کمی دن ہو جو کافر سے شغل سیکھو کی  
حاجت پڑی اہل اسلام تو توریت اور انجیل جو اللہ کی کتاب اور سچا کلام ہے اوسکے محتاج  
نہیں کیونکہ قرآن شریف نے اور سب کتابوں کی حاجت باقی نہ رکھا اور توریت انجیل والے  
بھی قرآن شریف کے محتاج ہن تو اہل اسلام جو گیونکے شغل کے جوڑے کافر اور بے  
کتاب ہن کب محتاج ہونگے اور بعضے لوگ سن لیئے ہن کہ ذکر اور شغل کا انجام یہ ہے  
کہ انحد با جاسن پڑتا ہے اور یہہ بات محض بے اصل اور دین کے خلاف اور شیطان کا  
وسواس ہے اور یہہ بات بھی کفار سے سنکے کہتے ہن سالک کو کھیل بابے سے کیا  
کام سو اس رسالہ کو دیکھ کے یہہ سب لوگ بھی ہوشیار ہو جاوینگے اور یہہ بات مشہور ہے  
کہ درویشی کا علم سینہ بسینہ چلا آتا ہے سینہ میں یعنی کتاب میں نہیں ہے سو اس جموٹھ  
کی حقیقت بھی معلوم ہو جاوگی اور بعضے نادانوں نے جو اپنوشعر میں اللہ سبحانہ کی شان  
میں بے ادبی کر کے اہل اسلام کے عقائد کے خلاف کہا ہو کہ یہہ بڑا تعجب ہو کہ نوزدین سنند  
ساتا ہے یعنی مخلوق میں خالق سما یا ہے سو اس بات جموٹھ اور کفر کی بات ہونا بھی کھل  
جائیگا اور دین کے پیشوا اور اماموں نے جو کئی مرشد سے بیعت کیا اور طریقت سیکھا ہو  
سو انکے خلاف جو بعضے ناواہن کہتے ہن کہ مرہ ایک شخص سے ہوئے اور پیر ایک شخص کو

موقوف ہو کر اور تلاوت قرآن میں لیکن ذکر شامل ہے زبان کی ذکر اور دل کی ذکر دونوں  
 کو ہی اللہ تعالیٰ کی حضوری اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ بے وسیلہ لفظ کے دل سے  
 ذکر کرے یعنی اللہ کو دل سے یاد کرے یا کسی ایسی لفظ کے وسیلہ سے زبان سے  
 ذکر کرے کہ اوس لفظ کے بولنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سمجھ میں آجائے مثلاً  
 لفظ اللہ یا احمد یا سمیع یا بصیر وغیرہ کا کہ اُس لفظ کے بولنے کے ساتھ ہی اُس ذات  
 کو سمجھ جاتا ہے سو اس دونوں طرح کا ذکر کرنا موجب التفات مدد کہ کا طرف اُس  
 جگہ و تعالیٰ شانہ کے ہے مدد کہ کہتے ہیں اوس مقام کو جس میں عقل ہے یعنی اوس دنوں  
 طرح کے ذکر کرے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی طرف عقل التفات کرتی اور متوجہ ہوتی ہے اور  
 جب ذات اوس سبحانہ و تعالیٰ کی ملقت الیہ ہوئی یعنی جب اوس ذات پاک کی طرف  
 عقل نے التفات کیا تب وہ ذہن حاضر ہوئی اور عقل کو اوس کے حاضر اور موجود ہونیکا  
 یقین ہوا اور جب اس حاضر ہونیکا یقین ہمیشہ برابر اوس کو حاصل ہوتا ہے تب حکم اہم  
 صحبتی اور ہم نشینی کا پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات بشریت کی صفات پر غالب  
 آتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی اخلاق یعنی خصلت کے موافق اوسکی اخلاق ہو جاتی ہے اور  
 خَلَقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ اپنی خصلت کے موافق بناؤ اِس حدیث کا مضمون اُس کے حق میں  
 صادق آتا ہے اس مضمون کی شرح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو اسماء صفات  
 ہیں مثل رحمن اور رحیم اور ملک اور قدوس وغیرہ کے سو جب کسی نام کے معنی کو  
 سمجھ کے اور اوس پر اعتقاد کر کے بندہ اپنے سب کام کو اوس نام دالے پر چھوڑے  
 اور بالکل اسکے جناب میں صدق دلی سے متوجہ ہو اور اوس پر توکل اور بھروسہ کرے  
 اور اوس کے غیر سے مدد نہ چاہے اور کی طرف متوجہ نہ ہو تب بندے نے اوس نام  
 کے ساتھ تعلق پیدا کیا اور جب بندے نے اوس نام کے مضمون کے موافق عمل  
 کیا اور اوس مضمون کے موافق اپنی خصلت اور حال اختیار کیا تب بندے نے

وجود و جود تو اجد غلبہ سادہ سکھو محو اثبات علم الیقین میں الیقین حق الیقین وقت عبیت  
شہود و ذوق شہرہ می محاضرہ مکاشفہ مشاہدہ طوارق بوادی بوادہ واقع قارح طوارق لواح  
طوارق تلویح تکوین تمکین نفس کے اور جو کچھ مقامات کا بیان کرتے ہیں مثل تو بہ و ع تقویٰ  
زہد صبر فقر شکر خوف رجا، توکل رضا، تواضع خشوع اخلاص یقین ذکر وغیرہ کے اور  
جو کچھ احوال کا بیان کرتے ہیں مثل محبت انس حیاء اتصال قبض بسط فناء بقاء کے سو  
سب احوال قلبی ہیں جیسا کہ آگے چل کے معلوم ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ انہیں احوال کے  
درست کرنے کی واسطے سلوک الی اللہ اختیار کرنا ہوتا ہے سلوک کہتے ہیں اللہ کی راہ  
چلنے کو اور سالک کہتے ہیں اللہ کی راہ چلنے والے کو اور سالک کو اہل طریقت بھی کہتے ہیں  
اور سلوک اور طریقت اور سلوک اور اہل طریقت ایک ہوا سلوک کی حقیقت فتح العزیز  
کے مضمون سے دریافت ہوگی سنو سلوک الی اللہ بولتے ہیں اپنے پاس اللہ تعالیٰ  
کی حضوری طلب کرنے کو یعنی سالک اوسی راہ چلے کہ اوس راہ کے چلنے سے سالک کا  
ایسا حال ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہر دم حاضر اور موجود اور پاس اور ساتھ معلوم ہو  
اسطور پر کہ گو یا کہ اوسکو دیکھتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کبار کا  
حال تھا اور یہی مقام مشاہدہ کا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ جسمیت اور اسکے ساری لوازمی  
پاک ہے اس واسطے اوسکا حضری معلوم ہونا بندیکے پاس میں طریق میں سے ایک  
طریق کے ساتھ ہو سکتا ہے اور تینوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو اوسکا حاضر معلوم ہونا  
ممکن نہیں پہلا طریق تصور ہے جسکو عرف شرع میں تفکر اور اہل سلوک کا اصطلاح  
میں مراقبہ اور نگرانی بولتے ہیں دوسرا طریق ذکر ہے یعنی اللہ سبحانہ کو یاد کرنا تیسرا طریق  
اوسکے کلام کی تلاوت ہے اور چونکہ پہلا طریق یعنی مراقبہ بھی حقیقت میں ذکر اور یاد قلبی ہے اس واسطے  
کبھی ذکر کو بھی پہلے طریق یعنی مراقبہ کے شامل سمجھتے ہیں یعنی ذکر اور مراقبہ کو ایک جانتے ہیں  
اور اللہ تعالیٰ کی حضوری طلب کرنے کی راہ کو اعتقاد کرتے ہیں کہ دو امر میں منحصر اور

باد تون کا ادا کرنا اللہ سبحانہ کے نزدیک بہت محبوب اور پسندیدہ اور نفل ادا کر کے  
 نزدیکی ڈھونڈنا بھی بڑا عمدہ نتیجہ اور بہت بزرگ درجہ رکھتا ہے کیونکہ نفل عبادت سب  
 فرض عبادت کا جو کچھ نقصان ہوتا ہے سو پورا ہو جاتا ہے اور ہمیشہ میرا بندہ میری نزدیکی  
 ڈھونڈتا رہتا ہے نفل عبادت ادا کر کے یعنی فرض عبادت جو مجھ کو بہت محبوب ہے اور  
 اوسکو تو ادا کرتا ہے اور میری نزدیکی کے شوق اور محبت کو جوش اور میری عبادت  
 کی لذت سے نفل عبادت جو اوس پر واجب نہیں ہے ادا کیا کرتا ہے یہاں تک کہ  
 میں دوست رکھتا ہوں اوس بند کو پھر جب میں دوست رکھتا ہوں تب میں  
 ہوتا ہوں اوسکا کان کہ سنتا ہے اوسے اور ہوتا ہوں اوسکی آنکھ کہ دیکھتا ہے  
 اُسے اور ہوتا ہوں اُسکا ہاتھ کہ پکڑتا ہے اوستے اور ہوتا ہوں اوسکا پانوں کہ  
 چلتا ہے اُسے اور بعضے روایتوں میں ہو وَفَوَادَا الَّذِي يَعْقِلُ بِهِ اور ہوتا ہوں  
 اوسکا دل کہ دریافت کرتا ہے اُسے وَلسَانُهُ الَّذِي يَنْكَلِمُ بِهِ اور ہوتا ہوں اوسکی  
 زبان کہ بولتا ہے اوسے اور اس حدیث کے آخرین بعضے روایتوں میں راوی  
 یہ بھی زیادہ کرتا ہے فَيَسْمَعُ پھر مجھے سنتا ہو وَبِي يَنْبُصُ اور مجھے دیکھتا ہو  
 وَبِي يَبْطِشُ اور مجھے پکڑتا ہو وَبِي يَمْشِي اور مجھے چلتا ہے یعنی نہیں سنتا ہو اور  
 نہیں دیکھتا ہے اور نہیں پکڑتا ہے اور کسی چیز کے طرف نہیں جاتا ہو مگر یہ کہ حق  
 کی خوشنودی اور اوسکی بندگی اوسکے لحاظ میں رہتی ہے اور وہی اوسکی مقصود ہوتی  
 ہے اور اوسکی ذات پاک اوسکی نظر میں حاضر رہتی ہے اور اس مرتبہ کے اول میں  
 اس بندے سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق عمل ہوتے ہیں کیونکہ اس بندے کی  
 نیت یہی ہوتی ہو کہ اوسکا حکم بجالا دین اور اوسکی نزدیکی حاصل کریں اور اس مرتبہ  
 کے آخرین میں یہ ہوتا ہے کہ اوسکی توجید میں فنا ہو جاتا ہے یعنی اوس پاک ذات  
 اوسکی جگہ لگ جاتی ہے اور اپنے کان آنکھ ہاتھ پانوں دل زبان کا خیال اور

تخلیق حاصل کیا بس اسی کو تعلق اور تعلق کہتے ہیں اور تخلیق حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ہمہای صفات کے معنی کے موافق اپنی خصلت اور چال کو درست کرے اور وہ خصلتیں اپنے میں حاصل کرے اسکے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا پرتو اور سایہ ایک طور کا بند کے حال موافق بندے پر پڑ جاتا ہے مثلاً اسم رحیم کا پرتو بندے پر پڑتا ہے اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حمت کرے لگتا ہے یہاں تک کہ اس بندے پر رحیم کا لفظ ظاہر میں بول سکتے ہیں اور یہ معنی نہیں ہیں کہ جیسی صفت اللہ تعالیٰ کی ہے بعینہ ویسی ہی صفت بند کی ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے افعال بند کے افعال پر حاکم ہو جاتے ہیں یعنی کوئی کام اپنے ارادے سے نہیں کرتا اور اس مضمون کا بیان اس حدیث میں ہے جو مشکوٰۃ مصابیح میں باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ کی پہلی فصل میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو اوسے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اللہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی شیء احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالتواضع حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمعه وبصرہ الذی یربصرہ ویدۃ الی الی یطش بہا ورجلہ الی الی یمشی بہا وان سألنی لا اعطینہ ولکن استعاذنی لا یعیذ نہ وما توددت عن شیء انا ناعله توددی عن نفس المؤمن بکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ رواہ البخاری

بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص کہ دشمن رکھے میرے دوستوں میں سے کسی دوست تو بیشک میں اوسکو خبر دیتا ہوں لڑائی کی اور میری نزدیکی نہ ڈھونڈھی میرے ہندے ساتھ کسی چیز کے کہ محبوب زیادہ اور پسندیدہ زیادہ ہے میرے نزدیک اس چیز سے کہ فرض کیا ہی میں نے اوسپر یعنی میری نزدیکی ڈھونڈھنا فرض ادا رکھے جھکو بہت محبوب ہو نفل ادا کر کے میری نزدیکی ڈھونڈھنے سے کیونکر مشغول

۷۵۳۶۲



تعالیٰ پر بولتے ہیں مثل غضب اور حیا اور مکر وغیرہ کے اور اسے معنی یہہ ہیں کہ تردد  
 شخص کے توقف اور دیر کر نیکی طرح سے مین مومن بندے کے کسی کام میں دیر نہیں کرتا  
 ہوں مگر اسکی روح کے قبض کرنے میں کہ اس کام میں مین توقف کرتا ہوں یہاں تک  
 کہ اس پر موت آسان ہو جاوے اور اسکا دل اسکی طرف مائل ہو اور اسکا شتان  
 ہو اور موت کے سبب مقربین میں داخل ہو اور اعلیٰ علیین میں جگہ لیوے اور توشیحی  
 نے کہا کہ تردد سے مراد ہی مومن بندے سے موت کی کراہت کا دور کرنا اپنی لطف  
 اور مہربانی اس بندے پر ظاہر کر کے تاکہ اس کے جی سے موت کی کراہت نکل جاوے  
 یہہ حال اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ مومن بندے کے نزدیک حق تعالیٰ کی خوشنودی اور  
 بخشش کی بشارت ثابت ہو جاتی ہے اور اس حال کے پہلے بہت سے حال ہو گذر  
 ہیں جیسے مرض اور بوڑھا پاپا اور فاقہ اور جگہ سے ہلنے ڈولنے کی طاقت کا سلب ہونا  
 اور بلا کی سختیاں کہ یہ سب چیزیں بندے پر دنیا کی مفارقت کو آسان کر دیتی ہیں  
 اور دنیا سے اس کے علاقہ کو قطع کر دیتی ہیں یہاں تک دنیا سے ناامید ہو جاتا ہے اور جو  
 اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اسکا امید وار ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ مذکور چیزوں کے  
 سبب بخشش اور انعام باقی رہنے والے کے گھر کا مشتاق ہوتا ہے سو اس تعالیٰ نے  
 اپنی اسی کام کو تردد کر کے فرمایا انتہی لیکن تقرب پیدا کر نیکا یہہ طریقہ اس تعالیٰ کی ذات  
 کیواسطے خاص ہو اگر کوئی شخص چاہے کہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ کی ذکر اور یاد کر کے اللہ  
 تعالیٰ سے تقرب پیدا کرتا ہے ویسا تقرب دوسرے مخلوقات سے پیدا کرے تو یہہ ممکن  
 نہیں اسکا یہہ سبب ہے کہ اس طرح کے تقرب پیدا کرنے کے واسطے جسے تقرب پیدا کیا جاوے  
 اس کے واسطے دو چیز چاہتی ہے پہلے اعطاط علی ذکر کر نیو لونیکی دل اور زبان کی ذکر  
 پر اسکو حاصل ہونا کہ باوجود مختلف ہونے مکانوں اور وقتوں اور مدد کون اور بانو کون  
 ہر ذکر اور یاد کر نیو اسے کی دل اور زبان کی ذکر اور یاد گو معلوم کرے دوسرے قوت

ہوش مطلق نہیں پاتی رہتا اور جب بندہ اس مرتبہ کو پہنچتا ہے تب اس سبب کہ اس کا ارادہ فنا  
 ہو جاتا ہے اور نرا بندہ بن جاتا ہے اسکی دعا قبول ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا اور اگر سوال  
 کرتا ہے اور مانگتا ہے یہ بندہ مجھے بیشک مین او سکودیتا ہوں جو اسکا مطلوب ہوتا  
 ہے اور اگر پناہ ڈھونڈتا ہے یہ بندہ مجھے کسی بری یا مکروہات سے بیشک پناہ دیتا ہوں  
 مین او سکو اور چونکہ یہ پناہ دینا اور حدیث کے شروع کا مضمون ولایت اور محبت کی  
 ذکر مین تھا اس واسطے اس حدیث کے آخر مین بھی وہی مضمون بیان فرمایا جسے مومن  
 بندگی ولایت اور محبت سمجھی جاتی ہے فرمایا کہ مین مترد نہیں ہوتا ہوں اور توقف  
 نہیں کرتا ہوں کسی چیز سے کہ مین او سکو کر نیکو ہوتا ہوں یعنی جب مین کوئی کام کر نیکو  
 ہوتا ہوں تب مجھ کو تردد نہیں ہوتا جیسا کہ مجھ کو تردد ہوتا ہے مومن بندگی کے جان قبض  
 کرنے سے کہ مومن بندہ موت کو ناخوش رکھتا ہے یعنی آدمی کی خلقت ایسی آپڑی ہے کہ  
 موت سے خواہ مخواہ ڈرتا ہے اور او سکو موت ناخوش معلوم ہوتی ہے اور مین ناخوش  
 رکھتا ہوں اس کے غمناک کر نیکو اور بعض نسخوں مین یہ لفظ زیادہ ہے و لا بد اللہ منہ  
 اور او سکو موت سے چارہ نہیں ہے یعنی مین جو اپنے بندے سے محبت رکھتا ہوں اس واسطے  
 اس کے مارنے مین تردد کرتا ہوں اس سبب کہ بندگی کو موت ناخوش معلوم ہوتی ہے  
 لیکن موت سے چارہ نہیں اور البتہ مرنا ہو گا اور مرنا بھی بڑی بخشش اور بڑے درجے  
 مین پہنچا نیوالا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور خوشنودی کے مکان مین بندہ جا کے حاضر  
 ہوتا ہے روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے اب جاننا چاہئے کہ پروردگار تعالیٰ وقت  
 کی شان مین تردد کا لفظ بولنا درست نہیں ہے کیونکہ تردد کہتے ہیں اس بات کو کہ ایک  
 کام کرنے اور نکرے مین دو ارادہ اور خیال دل مین آگے اور اس لفظ کا بولنا اللہ تعالیٰ  
 کی شان مین اس راہ سے ہے کہ تردد کا انجام اور نہایت توقف کرنا اور دیر کرنا ہوتا ہے  
 اور اس کام مین اللہ تعالیٰ دیر کرتا ہے اور سیدھے ہے اور صفات مخلوق کی جو اللہ

تب اوسکی دعا قبول کرتا ہوں اور جب حاجت مانگتا ہے تب اوسکی حاجت بر لاتا ہوں اور بہت صحیح یہ ہے کہ اس فرامیے مراد ہو رہا اور امید واری عفو اور کرم کی سو اگر عفو کی امید رکھتا ہے تو عفو کرتا ہوں اور اگر عذاب کا گمان کرتا ہو تو عذاب کرتا ہوں مگر اس طرح فرمانے میں اشارہ ہو کہ عفو اور کرم کی رہا اور امید واری کو ترجیح ہے اور رہا کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کرے اور کوئی خدمت بجالاوے اور اوسکے قبول ہونیکے امید رکھے اور جو شخص کہ کوئی عمل نہ کرے اور گناہ اور سرکشی کرے اور شتفا اور توبہ نہ کرے اور نیکی امید رکھے تو یہ نہری آرزو ہے اور سردو ہو کا پینا غرض حلال میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے نا امید ہونا سچا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہاں ظن سے مراد ہے علم یقینی یعنی میں بندیکے یقین کے پاس ہوں اور بند کا علم یہ ہے کہ اوسکا بازگشت میرے لطف ہو اور اوسکا حساب لینا مجہر ہے اور جو میں نے اوسکے واسطے تقدیر کیا ہے خیر اور شر سے سوا البتہ ہونا ہے یعنی جب بندہ سب کام کا علاقہ مجھے سمجھتا ہو اور توحید کے مقام میں قرار پکڑتا ہو تب میرے قریب ہو جاتا ہے اس طرح پر کہ جو دعا کرتا ہے میں قبول کرتا ہوں یا اوسکے اس علم سے یہ مراد ہے کہ بندہ جانتا ہے کہ میں اوسکے ساتھ ہوں جب وہ مجھکو یاد کرتا ہو یا اوسکے اس علم سے یہ مراد ہے کہ بندہ جانتا ہے کہ میں اوسکو اوسکے پوشیدہ اور ظاہر عمل پر خبر دیتا ہوں اور جب یہہ معنے ہونگے تب اسکے بعد کی جو عبارت ہیں سوا اوسکی تفسیر ہونگی جیسا کہ فرمایا اور میں بندہ ساتھ اور اوسکے قریب ہوں اوسکی روزی اور نفقہ کی مدد کر کے اور اوسکے دل میں اپنے حضور اور شہود یعنی حاضر ہونیکے نور کو داخل کر کے جسوقت کہ بندہ مجھکو یاد کرتا ہے پھر اگر یاد کرتا ہو بندہ مجھکو اپنے جی میں یعنی چپکے یاد کرتا ہوں میں اوسکو اپنی ذات میں یعنی اوسکو پوشیدہ ثواب دیتا ہوں اور اوسکے ثواب کے ثبات کر نیچا سینے خود اپنی ذات سے متولی اور کار ساز ہوتا ہوں اس طرح پر کہ اوسکو کوئی نہیں جانتا ہے

نزدیک ہونیکی اور ذکر کر نیوالے کے مدارک میں داخل ہونے اور اوس مدارک کے کو پڑ  
 کر نیکی اوسکو حاصل ہو کہ ذکر کے مدارک میں اُسکے سوا کسی کا خیال باقی نہ رہے اور  
 ذکر کی صفت جو ہے جس طرح سُنا دیکھنا پکڑنا چلنا وغیرہ صفتیں اوس صفت کا حکم پدا  
 کر نیکی قوت اوسکو حاصل ہو کہ عرف شرع میں اسکو دنوا اور تلی اور نزول و تروپ  
 یعنی خوب نزدیک ہونا اور اُترنا بولتے ہیں اور یہہ دو نو صفت اوس تعالیٰ کی ذات پاک  
 کا خاصہ ہے یہہ کسی مخلوق کو حاصل نہیں مان بعضے کا فر لوگ اپنی بعضے محبوبوں کے  
 حق میں اور مسلمانوں کے زمرہ میں سے بعضے پیر پرست لوگ اپنی پیروں کے حق میں  
 پہلے چیز کو یعنی احاطہ علمی کو ثابت کرتے ہیں یعنی جانتے ہیں کہ وہ دور اور نزدیک  
 کی بات سنتے اور جانتے ہیں اور جب کوئی اونکو یاد کرنا اور پکارتا ہے تب جان جاتا  
 اور سن لیتے ہیں اور اسی اعتقاد کے سبب سے اپنی احتیاج کی وقت اونسے مدد چاہتو  
 ہیں لیکن کچھ ہوتا نہیں اور حقیقت میں شبہہ میں پڑ گئے ہیں اور اوس اشتباہ کو  
 بیان اس مقام میں اجنبی ہے اور اسی دو چیز کے سبب سے سلوک کا کارخانہ تمام ہوتا  
 اور نہیں تو ممکن نہ تھا کہ بندہ رب کے ساتھ نزدیک ہو اور اسی دو چیز کی طرف اشارہ  
 فرمایا ہے اوس حدیث صحیح میں جسکو محمد ثین کتاب السلوک والتقرب الی اللہ کے شروع  
 میں لاتے ہیں وہ حدیث یہہ ہے جو مشکوٰۃ مصابیح میں باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب  
 الیہ کے پہلی فصل میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہوا ہے کہ فرمایا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے یَقُولُ اللهُ تَعَالَى اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي لِيْ وَاَنَا مَعَهُ اِذَا ذَكَرَنِيْ  
 فَاَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِيْ نَفْسِيْ وَاَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَايْمَتِهِمْ ذَكَرْتُهُ فِيْ  
 مَلَايْمَتِيْ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فَمَا تَابَ اللهُ تَعَالَى مِنْ ذَوِيْكَ هُوَ اَنْ يُّبَدِّلَ مِنْهُ  
 كَمَا يُّبَدِّلُ مِنْكُمْ اِنْ تَابْتُمْ مِنْكُمْ ذَكَرْتُمْ لِيْ  
 گمان کے کہ وہ مجھے رکھتا ہے یعنی جب اپنا گناہ بخشواتا تو تب اوسکا گناہ بخشا ہوا  
 جب تو بہ کرتا ہے اور گناہ سے باز آتا ہے تب اوسکا تو بہ قبول کرتا ہوا اور جب عا کرتا ہے

سو حضرت حق عز و علا کی ذات کا خاصہ ہے کہ اپنی یاد کر نیوالے کی طرف نزول فرماتا اور نزول  
 ہوتا ہے اور اوسکے مدرسے کو پر کرتا ہے کہ پھر دوسری چیز کی سمائی اور جگہ باقی نہیں رہتی  
 اور اوسکے باطنی لطیفوں پر غالب ہوتا ہے یعنی اوسکے باطن میں اللہ ہی کا خیال ہے جتنا  
 ہو اور اوسکی روح کو اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے اور اس واقعی حقیقی نزدیک ہونے کے  
 سبب سے اللہ تعالیٰ آدمی کی روح کی روح کا حکم پکڑتا ہے اور جو علاقہ کہ روح کو  
 بدن کے ساتھ ہو وہی علاقہ اس نزدیک ہونے کو اوسکی روح کے ساتھ ہو جاتا ہے  
 اور دوسرے مخلوقات ہر چند کہ روحانیات ہوں اول تو اوسکو علم محیط حاصل نہیں  
 کہ ہر ذکر کر نیوالوں کی ذکر پر خبردار ہو جاوین اور دوسرے انکو یہ قدرت نہیں کہ براہ  
 ہمیشہ ذکر کر نیوالوں کی روح پر غالب ہو جاوین اور اوسکو اپنی قابو میں کر لین کیوجہ  
 دوسری مخلوقات کو ایک کام میں مشغول ہونا دوسرے کام سے باز رکھتا ہے اور اللہ  
 تعالیٰ کوئی کام دوسرے کام سے باز نہیں رکھتا اب پہلے جاننا چاہئے کہ جب تک  
 کوئی بات جی میں رہتی ہے اور اوسکو بولنا نہیں تب تک اوسکو کلام نفسی کہتے ہیں  
 اور جب اوس بات کو بولتا ہے تب وہ کلام لفظی کہلاتا ہے سو حق سبحانہ کے کلام بھی  
 دو قسم ہیں کلام نفسی اور کلام لفظی اور قرآن شریف جو ہے سو کلام لفظی ہے  
 اور ذکر سے اللہ تعالیٰ کا قرب جس صورت سے حاصل ہوتا ہے وہ صورت بخوبی ذہن  
 نشین ہوگی لیکن اُس تعالیٰ کے کلام کی تلاوت سو وہ اس سبب سے اوس تعالیٰ  
 کے قرب کی موجب ہوتی ہے کہ اوس کلام کی لفظیں اپنے معنی پر دلالت کرتی ہیں  
 یعنی اول لفظوں کے پڑھنے سے اون لفظوں کے معنی سمجھ چاہتے ہیں اور وہ سب  
 معنی ایک مدت تک اوس تعالیٰ کے علم میں خلعت کلام نفسی کی پھر کے اوسکی صفات  
 تو تیرہ میں سے ایک صفت ہوئے تھے تو بس وہ لفظیں اوس تعالیٰ کی صفات ذاتیہ  
 میں سے ایک صفت کو تلاوت کر نیوالے کے مدرسے کے نزدیک کر دیتی ہیں اور ایک

نہ فرشتہ اور نہ اوس بندے کے سوا کوئی اور اگر یاد کرتا ہے بندہ مجھکو ایک جماعت  
 میں آدمیوںکی یاد کرتا ہوں میں اوسکو ایک جماعت میں جو بہتر ہیں اوس جماعت  
 سے یعنی مقربین فرشتوںکی جماعت اور رسولوںکی ارواح کی جماعت میں یہ حدیث بخاری  
 مسلم و نون میں ہے اور اس حدیث میں دلیل ہے ذکر جہر کے درست ہونے کی اور  
 اسی بات کا اشارہ ہے دوسری حدیث صحیح میں جو محدثین کی سلوک کی کتابوںکی سر فتر  
 ہے وہ حدیث یہ ہے جو مشکوٰۃ مصابیح کے باب اور فصل مذکور میں ابو ذر رضی اللہ عنہ  
 سے روایت ہے اور اسے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یَقُولَ اللَّهُ تَعَالَى  
 مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرًا مِثْلَهَا وَأَزِيدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَحَسْبُ سَيِّئَةٍ مِثْلَهَا أَوْ زَعْفًا  
 وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَأْسًا  
 وَمَنْ أَنَانِي يَمْشِي لِي تَبَتْهُ هَرَوَلَةٌ وَمَنْ لَقِينِي بِقُرْبِ الْأَرْضِ خَطِيئَةٌ لَا يَسْرُفُ فِي  
 شَيْءٍ لَقِينْتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً رَوْسِلْمًا وَمَا تَجَاوَزْتَهُ تَعَالَى جَوْشَخْصٌ كَمَا لَأَسَى نِيكِي وَأَوْعَلْ نِيكِي  
 کرے تو اوسکے واسطے جو دو گونہ ثواب اس کی نیک کی کا اور زیادہ بھی دیتا ہوں جھکو چاہتا  
 اوسکے صدق اور اخلاص کے اندازے موافق اور جو شخص کہ لاوے بری اور عمل کرے  
 تو بدلہ بری کا مانند اوس بری کے ہے یعنی ایک بری کے بدلے ایک عذاب پیش  
 دیتا ہوں اور مطلق اوس بری کا بدلہ نہیں دیتا اور جو شخص کہ نزدیکی ڈھونڈتا ہے  
 مجھے ایک بالشت برابر نزدیکی ڈھونڈتا ہوں میں اوسکی طرف ایک ہاتھ برابر اور جو  
 شخص کہ نزدیکی ڈھونڈتا ہے مجھے ایک ہاتھ برابر نزدیکی ڈھونڈتا ہوں میں اوسکی  
 طرف ایک باغ برابر باع کہتے ہیں دونوں ہاتھ کی درازی کو اور جو شخص کہ آوے  
 میری طرف چلتا ہوا میں آتا ہوں اوسکی طرف دوڑتا ہوا اور جو شخص کہ میری ملاقات کرے  
 زمین بھر گناہ لیکے جس حال میں کہ وہ شرک نہ کرتا رہا ہو اور میرا شریک کیسے نہ ٹھرایا ہو میں  
 اوسکی ملاقات کرتا ہوں اوسی مانند یعنی زمین بھر مغفرت لیکے روایت کیا اوسکو مسلم نے

جد حاصل ہوتا ہے بخلاف ذکر کی لفظوں کے اور فکر اور غور کے مضمون کی صورت کے کہ وہ اسقدر خالی کرنیکی محتاج نہیں ہے خالی کرنیکے یہہ معنے کہ قاری کا ایسا حال ہوگا کہ کہ قرآن کی الفاظ کو بلا واسطہ حق سبحانہ سے سنے اور قرآن کی قرأت میں تدبر اور غور کرے یہہ میانہ مرتبہ ہے اور اس لذت میں ایسا غرق ہو جاوے کہ نحو صرف وغیرہ فنون کا اور اپنی زبان اور اپنی جان کا مطلق خیال نہ باقی رہے اس بیان سے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے قول کا مجید کھل گیا کہ جب لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کلام اللہ میں مشغول رہنا افضل ہے یا ذکر میں فرمایا ذکر کو وصول جلد زیادہ ہوتا ہے لیکن اوسکے جانے رہنے اور زوال کا بھی خوف ہے اور تلاوت کر نیوالے کو بہت دیر میں وصول ہوتا ہے لیکن اوسکے زوال کا خوف نہیں اور وصول کے معنے مشاہدگی کی بیان میں معلوم ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ مقدمہ کے شروع سے یہاں تفسیر فتح العزیز کا مضمون ہے جو سورہ مزمل کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے اور اوس میں جو تھوڑی حدیثوں کی عبارت تھیں اونکو مشکوٰۃ اور شتۃ اللغات شرح مشکوٰۃ سے پوری پوری لکھا ہوا اسطے کہ اون حدیثوں کے مضمون اس کتاب میں جا بجا کام آویں گے اور اوس سورہ کی تفسیر میں جو قرآن شریف کی قرأت کے تدبر کے تین مرتبے بیان کیا وہ بھی چونکہ مراقبہ کے مقام میں کام آویں گے اوسکو بھی لکھتے ہیں وہ یہہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی قرأت کے تدبر میں سب مرتبوں میں چھوٹا مرتبہ یہہ ہے کہ ہر خطاب اور ہر قصہ میں اپنی تین مخاطب جانے یعنی یہہ جانے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بات کرتا ہے اور یہہ قصہ مجکو سناتا ہے اور تدبر کا اعلیٰ مرتبہ یہہ ہے کہ قاری قرآن میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال کو مشاہدہ کرے اور تدبر کا میانہ مرتبہ یہہ ہے کہ قاری قرآن کو حضرت حق سے بلا واسطہ سنے آہی فائدہ اس سب بیان سے قرآن شریف کی تلاوت سے اور ذکر قلبی یعنی مراقبہ سے اور زبان کی ذکر تینوں سے مشاہدہ کا حاصل ہونا بخوبی ذہن نشین ہو گیا اور یہہ بھی

طور کی آمیزش در اتحاد کے سبب سے وہ صفت ذاتیہ تلاوت کر نیوالے کی صفت ہو جاتی ہیں  
 ہوا سطلے کہ وہ معنی ٹھیک ٹھیک اوسکے مدرسے میں ٹھہرتے ہیں جیسا کہ وہ لفظین بھی  
 اسطرح سے تلاوت کر نیوالے کی لفظین ہو جاتی ہیں اور اسطرح کا اقرب حق تعالیٰ  
 کی ذات کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر کلام والے کا کلام بار بار پڑھنا اور اوس کلام  
 کے معنیوں کو ہمیشہ ذہن میں خوب خیال کرنا اسطرح کے قرب کا موجب ہوتا ہے اور  
 بعض آثار اوس کلام والے کی ذات کے پڑھنے والے کی لیاقت کے موافق اوس  
 کلام کے پڑھتے وقت ٹپکتے ہیں جیسا کہ شنوی اور دوسرے ملفوظات اور منظومات اور کلام  
 پڑھتے وقت ٹپکتے ہیں بلکہ عوام اور فساق کی اشعار پڑھتے وقت بھی اوسکے نفس کی کیفیت  
 اور آثار ٹپکتے ہیں اگر نیک ہے تو نیک اور اگر بد ہے تو بد ٹپکتے ہیں اتنا فرق ہے کہ دوسرے  
 کلام پڑھنے میں صرف وہی کیفیات جو کلام سے ظاہر ہوتی ہیں پڑھنے والے کے ذہن میں  
 آجاتی ہیں اور کلام الہی کے پڑھنے میں اولن کیفیات کے ساتھ دونوں اور قرب ذاتی  
 بھی حاصل ہوتا ہے ہوا سطلے کہ اللہ تعالیٰ علم محیط رکھتا ہے اور قدرت دنواور تملی اور قرب  
 کی بھی رکھتا ہے تو ذکر کر نیوالوں کے حق میں جو کچھ عنایت فرماتا ہے سو تلاوت کر نیوالوں  
 حق میں بطریق اولیٰ عنایت فرماتا ہے ہوا سطلے کلام اللہ کی ترتیل کو اس سورہ مزمل  
 میں ذکر پر مقدم فرمایا اور یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی ساری آیتیں حق تعالیٰ کی ذکر  
 سے خالی نہیں ہیں جیسا کہ تلاش و تحقیق کے بعد معلوم ہوتا ہے تو قرآن کی تلاوت  
 ذکر کے فائدے بھی رکھتی ہے اور پیر اور مرشد اور استاد کے فائدے بھی ہوا سطلے کہ  
 تلاوت کر نیوالے میں صفت الہیہ کا آجانا اور اوس تعالیٰ کی جلالتیں میں چنگل کرنا  
 قرآن کی تلاوت کی وقت مقصد حاصل ہوتا ہے ان اتنا ہے کہ قرآن کی لفظوں کو نحو صرف  
 معانی بیان دریغ اور دوسرے فنون کی طرف التفات کر نیکی آمیزش سے جو اس صفت کی  
 حقیقت کی طرف التفات کرنے سے مانع ہوتی ہیں خالی کرنا بہت دشوار ہے اور بہت دیر



صفتوں میں سے ایک صفت پر ہرزہ میں ایک دلیل رکھا، جو کہ اس طرح کا غور اور فکر  
علماء راسخین کے نصیب، جو یا میرے وعدہ میں جو مسلمانوں کے واسطے اور جو  
میں جو کافروں کی واسطے فرمایا غور کر کے میری یاد کرو اور میں نے جو بندوں کے دل میں  
کیفیت خوف اور طمع کی پیدا کیا ہے کہ مجھی سے خوف کریں اور مجھی سے طمع رکھیں اس  
کیفیت کے پیدا کرنے میں غور کر کے میری یاد کرو کہ اس طرح کا غور عوام متقیوں کے  
نصیب ہو اور جوارح یعنی ہاتھ پاؤں کان آنکھ وغیرہ سارے اعضا سے میری یاد کرو  
اور اس یاد کر نیکا دو طریق ہے پہلا طریق جوارح سے یاد کر نیکا یہ کہ ہر ایک عضو کو  
میرے منہیات سے کہ وہ منہیات اس عضو سے علاقہ رکھتا ہو جھکو یاد کر کے اور  
مجھے ڈر کے باز رکھو مثل اجنبی عورت اور امر و خوش شکل پر نظر کر نیکی کہ آنکھ سے  
متعلق ہے اور غیبت اور سخن چینی اور گالی دینے اور جھوٹے کہنے کے کہ زبان سے متعلق  
ہو اور بے حکم شرع کے مارنے اور قتل کرنے کے ہاتھ سے متعلق ہے اور باجے اور  
راگ اور جھوٹے قصوں کے سنے کے کان سے متعلق ہے اور شراب خانے اور خاشا  
عورتوں کے چکلہ میں جانے اور حاکموں کے پاس غمازی کرنے کو یعنی چغلی کھانڈی کو  
جانیکے کہ پاؤں سے متعلق ہو اور زنا اور لواطت اور سحاق کے کہ شرک گاہ سے متعلق  
اور حرام کھانیکے کہ ہونٹھ اور دانت اور گلے اور معدہ سے متعلق ہو و علیٰ ہذا القیاس  
دوسرا طریق جوارح سے یاد کرنے کا یہ ہے کہ جسوقت میں جس کام کا میں نے حکم فرمایا ہو  
اور جسوقت میں جھکو یاد کر کے اور میرے حکم بجالانے کا قصد کر کے ہر عضو کو اس کام  
میں مشغول اور مصروف کر دو کہ ان سب صورتوں میں میں تمکو یاد آتا ہوں اور تمہارا  
توہن میری طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگرچہ تمہارے مدرسے کے اور ذہن کا میری طرف متوجہ  
ہونا جو ہو اسی کا نام میری ذکر اور یاد ہے کہ تمہارا مدرسہ اور ذہن میرے سامنے  
متعلق ہوتا ہے لیکن اس متوجہ ہونیکے سارے اسباب اور متوجہ ہونا سب کے سب متعلق

سمجھا گیا کہ تلاوت اور زبان کی ذکر میں بھی مراقبہ اور غور کی حاجت ہے اور حقیقت میں  
 ذکر مراقبہ تلاوت نماز روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ عبادت اور احکام شریعی کے بجالانے اور ساد  
 منہیات سے باز رہنے میں اللہ کی ذکر ادا ہو جاتی ہے کیونکہ ذکر کے معنی اللہ کو یاد  
 کرنا اور ان سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد آتا ہے اور جیسا کہ عبادت اور حکام  
 کا بجالانا عبادت اور ذکر ہی ویسا منہیات سے باز رہنا بھی عبادت اور ذکر ہے تو بعض  
 عبادت میں زبان اور دل دونوں کی ذکر ادا ہوتی ہے اور بعض میں فقط زبان کی  
 یا فقط دل کی ذکر ادا ہوتی ہے بلکہ بعض عبادت میں ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا سے  
 ذکر ادا ہوتی ہے یہ مضمون تفسیر فتح العزیز کے مضمون سے خوب سمجھ میں آجاتا ہے  
 وہ مضمون یہ ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دوسرے سپارہ سورہ بقرہ میں فَاذْكُرُوا يَوْمَ  
 اٰذْكُرْتُمْ اَسْمٰءَ اٰتِیٰتِیْنَ كِی تَفْسِرْنَ فَرَمَاتِیْ بِہن چہ یاد کرو تم جھکو جس طرح سے ہو سکر زبان  
 سے مثلاً میرے کلام کی تلاوت کر کے یا حلقوں میں ذکر کے میرے نام کو یاد کر کر  
 اور حمد اور تسبیح اور تکبیر اور تہلیل کہہ کے اور ہر نیک کام پر بسم اللہ کہہ کے اور دل سے  
 میرے حضور بے کیف میں کمال توجہ اور استغراق کے ساتھ یعنی میرے حاضر اور  
 موجود ہونے کی کیفیت جو جہت رنگ روپ صورت شکل سے پاک ہے اور دریافت  
 نہیں ہو سکتی سو میری اوس حضوری کا خیال دل سے کر کے اور میرے حاضر ہونے کو  
 ایمان کی آنکھ سے دیکھ کے اور اوس طرف متوجہ ہو کے اور مشاہدہ کے دریا میں  
 غرق ہو کے میری یاد کرو کہ اس طرح کی یاد اہل سلوک اور اہل اشغال کے نصیب ہے  
 یا میری توحید کی دلیلون میں غور کر کے اور میری ذات اور صفات اور فعال کی  
 معرفت میں غور کر کے اور اپنے بندوں سے جو معاملے میں کرتا ہوں اوس کے ہرار  
 اور مجیدوں میں غور کر کے اور میرے مخلوقات میں جو میرے حکمتیں پوشیدہ ہیں سمجھ  
 غور کر کے کہ ہر ذرہ میں اپنی معرفت کی ایک راہ میں نے ظاہر کر دی ہے اور اپنی

کا ذکر بھی کرتا ہو گا سو ذکر نہیں پورا غافل ہے اگرچہ ایسے لوگ کچھ گنتی شمار کے لائق نہیں ہیں مگر چونکہ ہدایت عام منظور ہے اس واسطے یہ مضمون بھی مذکور ہوا اور جو شخص احکام بجا لاوے گا اور سہیات سے باز رہے گا اور پیشہ تجارت کو چاکری میں مشغول رہے گا سو ذکر ہے اور ذکر کا فائدہ پاویگا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مراقبہ اور ذکر اور تلاوت سے اللہ تعالیٰ کی حضوری اور مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور مشاہدہ حاصل ہونے سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے اور جب محبت حاصل ہوتی ہے تب اتباع کرنے لگتا ہے جیسا کہ مشاہدہ کیے بیان میں معلوم ہوگا تو اب جو کوئی سلوک الی اللہ جبر سے اختیار کرے ہر طرح کے سلوک میں اصل غرض اتباع کو سمجھے اور جس شخص کو اتباع کا پورا حصہ ملا ہو اسکو اپنا مشر مقرر کرے اور جو شخص احکام ظاہری میں مثل جمعہ اور جماعت میں حاضر ہونے اور بیار کی عیادت اور جنازے کی نماز اور عیدین کی جماعت میں حاضر ہونے اور روزے نماز زکوٰۃ حج جہاد وغیرہ احکام حیب واجبہ جاتی اُنکے ادا کرنے میں قصور کرے اگرچہ نفل عبادت ہی میں مشغول رہنے کے باعث ہے ان فرض واجب سنت کے بجالانے میں قصور کرے مثلاً قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول رہے اور یہ سمجھے کہ جماعت کی واسطے جانے میں میری تلاوت میں حرج ہوگا اپنے گھر میں نماز پڑھے سالک نہیں اور ایسے شخص سے مرید ہونا اور ایسے شخص کو ولی جاننا ہرگز درست نہیں اگرچہ اُسے طح طرح کی فرق عادت دن رات ظاہر ہو کرے ایسے شخص سے کنارے رہنے میں اور اُسکے مذکور کاموں سے ناراض رہنے میں وصولی بشر اوس ہوتا ہے اور اپنے دل میں جو کس شخص سے اعتقاد آجاوے اور وہ شخص اتباع میں پورا نہ ہو بلکہ کسی قسم کے شرک یا بدعت میں گرفتار ہو اور دل میں یہ خیال آوے کہ یہ شخص ظاہری احکام بجالانے میں قصور کرتا ہے تو کیا مضائقہ باطن اسکا بہت درست ہے تو ایسے اعتقاد کو شیطان کا دوسو اس سمجھے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ ظاہر میں آداب شرعی کو نگاہ رکھنا باطن میں آداب شرعی کے نگاہ رکھنے کی نشانی ہے

ذکر اور یادگار کئے ہیں، ہوا سے کہ متوجہ ہونے کے سبب سے متوجہ ہونا حاصل ہوتا ہے  
 اور جب تم ایسا کرو اور مجھ کو یاد کرو میں بھی تم کو یاد کروں اور میرا یاد کرنا یہ ہے جو کہ تمہارا  
 حال پر ایک نئی طرح کا التفات اور توجہ کروں اور تمہارے حق میں ایک تازمی عنایت  
 خرچ کروں کہ اُس التفات اور عنایت کے سبب سے تمہارے معاش اور معاد کے  
 ساری کام بن جاویں اور تمہارے سارے گناہ مجھ پڑیں اور تمہارے درجات و رتبے  
 بلند ہوں اور تمہاری قدر اور ثواب کی لیاقت زیادہ ہوا تہی فائدہ اب اس بیان  
 سے سارے قسم کی ذکر کا فائدہ اور ذکر کے سارے قسم سمجھ میں آگئے اور یہ بھی  
 معلوم ہوا کہ منہیات سے بچنا اور احکام کا بجالانا بھی اللہ کی ذکر اور یاد میں داخل  
 ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری اتباع کی یہی حقیقت ہے جیسا  
 کہ اٹھائیسواں سیپارہ سورہ حشر میں ہو وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ  
 عَنْهُ فَانْتَهُوا اور جو لاف تم کو رسول سولے لو اور جسے منع کرے سو چھوڑ دو یعنی آنحضرت  
 کے قول فعل تقریر سے حکام کا حکم ثابت ہوا و سکو بجالاؤ اور جسکا منع ثابت ہو سو  
 چھوڑ دو تو قول منہ حضرت کا فرمانا فعل منہ حضرت کا کام اور تقریر کے یہ معنی کہ مثلاً  
 ایک شخص نے آنحضرت کے رو برو کوئی کام کیا یا کوئی بات بولا اور آنحضرت اوپر  
 مطلع اور خبردار ہوئے اور اوکو منع کیا اور اسے انکار نہ کیا اور چپ رہو تو اوکو  
 مقرر رکھا یعنی جب منع کیا اور چپ رہو تو اوکو آپ نے جائز رکھا اس سبب تقریر سے  
 یہ ثابت ہوا کہ ہر قسم کی ذکر جہر ہو یا خفی زبان سے ہو یا دل سے یا سارے جو اسے  
 سے اکیلے میں ہو یا حلقہ میں سب مشروع اور درست اور مفید ہے اور یہ بھی ثابت ہوا  
 کہ جب تک پوری پوری اتباع نہ کرے گا تب تک فاذا کس فی حکم پورا پورا نہ ادا ہوگا  
 اور وہ شخص پورا ذکر نہ ہوگا اور جو شخص احکام کو بجانہ لائے گا اور منہیات میں گرفتار  
 رہے گا مثلاً نماز نہ پڑھے گا اور فیون پوست بھنگ میں گرفتار رہے گا اور دن رات کسی قسم

زیادہ تعلق کی راہ سے کہ ان میں تعلق اور ریا اور بناوٹ نہ تھی اور رسوم اور عادات کا مفید ہونا جو لوگوں  
 میں جاری ہو سوائے ان میں نہ تھا ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور پسند کیا اپنے نبی کی صحبت  
 کے واسطے اور ان کے دین کے ٹھیک اور درست کرنے کے واسطے یہ دلیل ہے صحابہ کے افضل اور  
 مکمل ہونے کی یعنی جب پروردگار تعالیٰ نے تمام خلائق میں سے انکو چن لیا اور اپنے پیغمبر کا یار  
 بنایا تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ تمام خلق میں بہتر اور تمام امت میں نیک رہے ہیں اور ان لوگوں  
 کے جان اور ذات کا جو اہر ہدایت اور ایمان کے انوار کا پر تو اپنے اندر لے لینے کے قابل اور  
 لائق زیادہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے چھبیسویں مس پارہ سورہ انا فتحنا میں فرمایا۔ وَالَّذِينَ هُمْ  
 عَلَيْهِمُ الشَّفَعَةُ وَكَانُوا آخِذِينَ بِالْأَمَلِ هَاهُ وَأَهْلُهَا هَاهُ اور لکھا رکھا انکو ادب کی بات پر اور وہی تھے انکے  
 لائق اور اس کام کے سزاوار انار میں یعنی حدیث موقوف یا مقطوع میں آیا ہے کہ پروردگار  
 تعالیٰ نے سارے بندوں کے دلوں میں نظر کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو بہت روشن  
 اور پاک پایا تب نبوت کا نور اس میں رکھا اور صحابہ کے دلوں کو بہت صاف اور بہت لائق  
 پایا تب انکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی واسطے پسند کیا اور صحابہ کا ساری امت میں فضل  
 اور نیک ہونا صاف ظاہر ہے کیونکہ کوئی عاقل اس بات کو نہ پسند کرے گا کہ جو لوگ پیغمبر کے  
 یار ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرید ہوں اور عمر بھر انکی تربیت کے سایہ  
 میں رہے ہوں اور انکی خدمت کئے ہوں اور کچھ بھی ابھی تک پاک اور صاف نہوئے ہوں  
 اور کمال کے درجے کو نہ پہنچے ہوں مشایخ کے مریدوں کو دیکھتے ہیں کہ انکی خدمت میں رہنے  
 سے کس کس درجہ میں پہنچ جاتے ہیں آخر ایسی بات کا اعتقاد رکھنے سے اس جناب کی صحبت  
 کا نقصان ثابت ہوتا ہے اور یہ نقصان کی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جناب  
 لطیف عائد ہوتی ہے ہاں جو لوگ منافق تھے انکو اس صحبت مبارک سے فائدہ نہ ہوا تھا  
 سو منافق لوگ سورہ توبہ کے آیت کے بعد معلوم ہو گئے اور مخلص مسلمانوں سے جدا ہو گئے  
 اور فضیحت اور رسوا ہونے باقی سارے صحابہ نیک پاک ہیں صحابہ کے حق میں برے

یہ حدیث آگے چل کے آئیگی تو اب بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو ذکر اور اشغال شریعت کے قاعدہ کے موافق ہو اسکو اختیار کرے اور جس شخص کی چال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اصحاب کی چال کے موافق ہو اسکی پیروی کرے اور اسکو مرشد مقرر کرے ایسے سے جو کتاب اُنکے یا اُنکے کسی اصحاب کے قول فعل چال کے موافق ہو اسکو معتبر جانے اسی طرح سے جو عالم اور وعظ کہنے والا ہو اُسے مسئلہ پوچھے اور وعظ سنے اور نہیں تو نہیں کیونکہ اصحاب کے نیک ہونیکے گواہی قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور اُنکی چال اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور آنحضرت کے صحابہ کی چال کی پوری پوری اتباع بناوٹ والے سے کبھی نہ ادا ہوگی مشکوٰۃ مصابیح میں باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی تیسری فصل میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ قَالَ مَنْ كَانَ مُسْتَنًا فَلَيْسَتْ بَيْنَ قَدَمَاتِهِ فَانْ اَلْحَيْ لَا يَوْمٌ مِّنْ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ اَوْلِيَاكَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَاوُوا الْفَضْلَ هَذِهِ الْاُمَّةُ وَاَبْرَاهَا قُلُوبًا وَاَعَمَّمَهَا عَلِمًا وَاَقْلَهَا تَكْلُفًا اِنَّا نَعْمُ اللهُ لَبُصْبَةٌ لِّسَبِيهِ وِلَا قَامَةٌ دِيْنِهِ قَاعِرٌ هُوَ اَلْهَرُّ فَصَلُّوْهُمُ وَاَتَّبِعُوْهُمُ عَلٰى اَزْهَادٍ وَتَسْلُوْا بِمَا اسْتَقْبَلُوْهُمِنْ اَحْلَافِهِمْ وَاَسِيْرِهِمْ فَاَنْتُمْ كَاَنْتُمْ اَعْلٰى الْعُدَى الْمُسْتَقْبِحِمْ سِرًا وَاَهْ سِرِّيَّتِ

ابن مسعود نے کہا جو شخص کہ چاہتا ہے کہ سیدھی راہ چلے تو چاہیے کہ ان لوگوں کی راہ چلے اور اقتدار کرے جو لوگ دنیا سے گزر گئے ہیں کیونکہ بیشک زندہ بے دہشت نہیں کیا جاتا ہے اسکے اوپر فتنہ سے اور دین میں آزمائش سے اس بات کو ابن مسعود نے اپنے زمانے میں تابعین سے کہا اور نصیحت کیا اور مردوں سے صحابہ کو مراد لیا اور زندوں سے صحابہ کو چھڑا کے اپنے زمانے کے لوگوں کو مراد لیا جیسا کہ کہا وہ مردے لوگ اصحاب اور یارین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں کہ وہی لوگ افضل اس امت کے تھے یعنی صحابہ کے سوا اس امت محمدی میں جنے لوگ ہیں سب سے صحابہ لوگ افضل تھے اور نیک زیادہ اس امت کے دلون کی راہ سے اور دورانہ لیش زیادہ اس امت کے علم کی راہ سے اور

پہاں کے موافق ہیں اسکو ساری اہل اسلام کے ملک کے علما خصوصاً حرمین شریفین کے جو دین کا وکیل ہے جانچ چکے ہیں اور حق یہ ہے کہ ہر چیز کی خوبی اور بُرائی اور اصلی ہونا اور نقلی ہونا اُس چیز کے دیس والے خوب پہچانتے ہیں اور جو چیز انکے جانچنے میں ٹھیک اور عمدہ ٹھہری اس چیز کو بُرا کہنے والا اور ناپسند کرنا اسباب عاقلوں کے نزدیک احمق ہے اسی طرح مشہور طریقوں کے جن پیشواؤں کا حال جانچنے اور تحقیق کرنے میں قرآن اور آنحضرت اور اُن کے صحابہ کے اور عترت کے موافق ثابت ہوا تب اُنکی بڑے بڑے علما اور اور بزرگوں نے اپنا پیشوا اور مرشد مقرر کیا اور اُنکی مذہب کو پسند اور اختیار کیا اور اُن کے طریقوں میں مرید ہوئے تو ان کتابوں اور ان مذہبوں اور ان طریقوں کے جانچنے کی اب حاجت نہیں بس انکے موافق جنکا حال ہو وہ مرشدی کے قابل ہے اور نہیں تو نہیں باقی مرشدی کے رتبہ کا بیان آگے معلوم ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ قاعدہ اس کتاب میں جو مضمون لکھا ہے سو حدیث اور تفسیر اور فقہ اور اصول فقہ اور عقائد اور تصوف کی معتبر کتابوں سے اور ہر مقام میں کتابوں کا نام بھی لکھ دیا ہے اسواسطے کہ اگر کسی مقام میں کتاب سے غلطی ہو جاوے یا اور کچھ ضرورت ہو تو چاہیے اصل کتاب سے ملائے اور اکثر اس کتاب میں عوارف کا مضمون لکھا ہے اور اس کتاب میں کوئی حدیث وضعی نہیں لکھا اور حدیث کی عبارت کسی مقام میں ترجمہ سمیت لکھا اور کسی مقام میں اختصار کے واسطے فقط ترجمہ لکھا اُنکا متن نہ لکھا یعنی حدیثیں اس کتاب میں عوارف سے لکھ لے حدیث کی کتابوں میں وہ سب موجود ہے اور عوارف میں سبکی لکھا ہے سو ہم نے اختصار کے واسطے سند کو حذف کیا اور جو عرب کی بولی میں الفاظ ہیں اُسکے معنی بھی لکھا اور اس لفظ کو بھی لکھا تاکہ لوگ اُس اصل لفظ سے واقف رہیں اور عالم لوگ اُس لفظ کے معنی شاید ہمارے بیان سے بہتر بیان کریں اور جو مضمون اپنا کیا کر آیا اور بوجہ بوجہ لکھا ہے اور جس بات کا تھوڑا یا بہت حصہ ملایا ہے اُسکو اس کتاب میں لکھا ہے فقط کتاب دیکھ کے نقل نہیں کیا ہے مضامین انشاء اللہ تعالیٰ طالبوں کو بہت فائدہ کریں گے کیونکہ یہ سب مضامین اپنے مجرب اور آزمودہ ہیں اور جیسا کہ اس خاکسار نے اپنے

اعتقاد سے اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنی پناہ میں رکھے سو پہچانو تم لوگ صحابہ کیواسطے بزرگی اور فضیلت کو اور انکی پیروی کرو اور انکے پانوں کے نشان پر چلے جاؤ اور چنگل سے بکڑو جب قدر سکوائی خوشی اور چال کو اسواسطے کہ بیشک دے لوگ تھے سیدھی راہ پر کہ وہ راہ نہایت سیدھی اور بے خوف تھی سبحان اللہ ابن سعود باوجود اس بزرگی اور بلند سی شان کی جو دین میں انکو حاصل تھی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حق میں فرمایا۔ رَضِيْتُ لَكُمُنِي مَا رَضِي بِهِ ابْنُ اُمِّ عَبْدِ۔ راضی ہوا میں اپنی اُمت کیواسطے اس بات پر کہ راضی ہوا بیٹا ام عبد کا یعنی ابن سعود سوجب ابن سعود نے صحابہ کی اس قدر بزرگی بیان کیا اور تعظیم کیا تب دوسرے کو صحابہ کے حق میں اور دوسری بات کی کیا جگہ ہے روایت کیا اس حدیث کو زرین نے اس حدیث کی شرح اشعۃ اللمعات سے لکھا اس مقدمہ کے مضمون سے سلوک الی اللہ کے معنی اور اسکی حقیقت خوب ذہن نشین ہوگئی تھی اور اس حدیث سے یہ بھی کھل گیا کہ سلوک کا طریقہ کیسے شخص سے ملنا ہے اور مرشدی کے قابل کون ہے اور اس مضمون کی تفصیل مرشدی کے رتبہ کے بیان اور تصوف کی حقیقت کے بیان اور صوفیہ کے حال کے بیان کی فصلوں میں معلوم ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اس مقدمہ کا مضمون اکثر مقام میں کام آویگا یاد رہے گویا کہ اس کتاب میں انھیں مضمون کی طرح طرح سے شرح کریں گے۔ قائلہ۔ اب ایک بات بڑے کام کی یاد رکھنا ضرور ہے کہ اہل سنت و جماعت کے مذہب میں جو تفسیر کی کتابیں مثل زاہدی اور مدار اور بیضاوی اور جلالین وغیرہ کے اور حدیث کی کتابیں مثل صحیحین اور جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ اور نسائی وغیرہ کے اور فقہ کی کتابیں مثل ہدایہ اور شرح وقایہ اور درمختار اور قاضی خان وغیرہ کے اور سارے فنون کی کتابیں مثل حقائق اور اصول فقہ اور اصول حدیث اور معانی اور بیان کے جو اہل سنت کے علماء کے درس تدریس میں رہتی ہے اور تصوف کی کتابیں مثل عوارف المعارف تعرف فتوح الغیب عین العلم وغیرہ کے ہیں سو یہ

حسب قرآن اور احکامات اللہ علیہ وسلم اور انکے عترت اور صحابہ کے قول فعل تقریر حال



تصوف سبکی اتباع ہو جاوے اور مومن کامل بن جاوے اب علم تصوف کا بیان دل لگا  
کے سنجیدہ تک سالک اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات واقف نہوگا اور اُسکی معرفت کی حقیقت  
نہ معلوم کرے گا تب تک سلوک کس طرح کرے گا اور وہ کیا سمجھے گا کہ اُسکی ذات اور صفات آنکھ سے دیکھنے  
کے قابل ہے یا یقین کرنے اور دل کی آنکھ سے دیکھنے کے قابل اور اُسکی حضوری اور قرب اور  
معرفت اور اُسکے وصول کا شوق کس طرح ہوگا سو ہم اُسی ذات پاک کی توفیق اور مدد سے پہلے اللہ تعالیٰ  
کی ذات پاک کی توحید اور اُسکی صفات اور معرفت کا بیان تین فصلوں میں لکھ کے تب تصوف  
کی اور باتوں کو لکھتے ہیں :-

## پہلی فصل اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی توحید کے بیان میں

تعارف میں لکھا ہے کہ تمام صوفیہ اور اہل حق نے اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کی توحید کے بیان میں سطح  
پر اجماع کیا ہے کہ مقرر اللہ واحد اکیلا ہے اپنی ذات میں اور یگانہ اپنی صفات کے کمال میں  
اُسکے جزئین اور اُسکے مثل اور مانند نہیں ازل سے اب تک واحد مطلق وہی ہے اُحد اکیلا کہ  
اپنی ذات میں کہ مانند نہیں رکھتا اقرؤ اکیلا اور طاق اور بیٹا ہے اُحد پاک ہے ساری نقصانوں  
اور آفتوں سے اور ساری محال اُس میں جمع ہیں سب اسکے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں اُنیم  
سے آگے ہے عالم جاننے والا ہے اُنھی ازلہ ازلی اور ابدی ہے کہ ہرگز نہ مرے گا اور اسکو  
زوال اور ہلاک نہیں باقی ہمیشہ رہنے والا ہے کہ اُسکو ہرگز ہرگز فنا نہیں اول سب سے  
پہلے ہے وہ سبحانہ اول ازلی ہے کہ اُسکے وجود اور ہستی کا شروع نہیں الہ معبود برحق ہے  
سید پیشوا اور مولیٰ ہے۔ (مالک) مالک ہے۔ (رَبُّ) پروردگار ہے۔ (رحمن) بڑا بخشنیہ والا  
ہے (رحیم) نہایت مہربان ہے۔ (مُرید) ارادہ کرنے والا ہے جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔  
(حکیم) حکمت والا ہے۔ (خالق) اندازہ کرنے والا خلق کا پیدا کرنے کے پہلے سے ہے۔  
(مستکلم) کلام کر نیو والا ہے۔ (رازق) روزی پیمانہ والا مطلق ساری مخلوقات کو ہے۔

ابتداء وقت میں بڑی دل سوزی اور خیر خواہی سے مفتاح الجنتہ لکھا تھا ویسا اب اس کتاب کو لکھا تمیز  
پہلے جانا چاہیے کہ شریعت کہتے ہیں اسلام ایمان احسان سبکو ملا کے اور ان تینوں پر عمل کرنے کے جو حکام  
اور مسائل ہیں انہیں کا نام شریعت ہو تو احکام ظاہری اور مسائل فقہی جن پر عمل کرنا معرفت  
اور ایمان تحقیقی کی نشانی ہے یہی شریعت ہے اور طریقت کہتے ہیں سلوک الی اللہ کو جیسا کہ لکھ چکے  
اور حقیقت کہتے ہیں شریعت کی حقیقت کو تاکہ جن چیزوں پر ایمان لائے ہیں انکی حقیقت  
کو سمجھیں اور عبودیت کی حقیقت کو سمجھیں اور معرفت کہتے ہیں اللہ کے پہچاننے کو اور ان  
چاروں کا بیان بخوبی کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ سو شریعت کا بیان تو فقہ اور تفسیر حدیث وغیرہ ہی  
کتابوں میں موجود ہے اور تصوف کی کتاب میں ہی حقیقت میں شریعت کے بیان میں ہیں مگر  
جیسا کہ فقہ احکام ظاہر کے واسطے مقرر ہے ویسا تصوف علم باطن کی واسطے مقرر ہے اور علم ظاہر  
اور باطن کا سب علم شریعت کا ہے اور ہر علم والے اپنے مقصد کو حدیث اور قرآن سے بیان کرتے  
ہیں اور ہر علم والوں کی سند اور دلیل حدیث قرآن میں موجود ہے۔ اب تصوف کا بیان سنو  
سلوک الی اللہ کا انجام یہی ہے کہ مشاہدہ یعنی ایمان تحقیقی اور تقویٰ حاصل ہو سو جو سلوک  
صحابہ اور تابعین کی وقت میں جاری تھا اور انکے زمانے کے بعد طریقت کے پیشواؤں اور مجتہدوں  
نے جو حدیث اور قرآن سے اجتہاد کر کے تصوف کے مسل اور شغل اور ذکر مقرر کیا سو دونوں  
قسم کے سلوک سے مطلب حاصل ہوتا ہی اور حقیقت میں دونوں سلوک ایک ہی ظاہر میں صورت  
دو معلوم ہوتی تھی اور پہلے طریق کا سلوک اختیار کرنے سے دوسرے طریق کا سلوک بھی پایا  
جاتا ہے اور دوسرے طریق کا سلوک اختیار کرنے میں پہلا سلوک بخوبی پایا جاتا ہے بلکہ اس  
زمانے کے لوگوں کے حال کے مناسب دوسرا سلوک زیادہ مفید ہے اس واسطے کہ اسمین ہر بات  
کی تفصیل اور ہر بات کا حد اور باب اور فصل مقرر کیا ہی بعینہ حدیث اور قرآن اور فقہ کا ساحل  
ہے اور دوسرے سلوک سے یہ مراد نہیں ہے کہ فقط ایک قسم کے اشغال میں مشغول رہے  
بلکہ یہ مراد ہے کہ علم تصوف کے موافق سلوک اختیار کرے تاکہ قرآن حدیث فقہ عقاید

اور اسکو اشارے معین نہیں کر سکتے یعنی جیسا کہ کسی مخلوقات کی طرف اشارہ کرنے سے وہ معین ہوتا  
 ہے اور خیال میں ٹھہر جاتا ہے اس سے وہ پاک ہو اور اسکو کوئی مکان گھیر نہیں لیتا اور کسی مکان  
 میں اسکی سمائی نہیں اور اسپر کوئی زمانہ نہیں جاری ہوتا جیسا کہ مخلوقات اور محدثات پر مہنی حال  
 مستقبل کا زمانہ جاری ہوتا ہے اور اسپر یہ بولنا کہ وہ کسیکو چھوٹا ٹوٹتا ہے یا چھوٹا ٹوٹا جاتا ہے  
 اور یہ بولنا کہ وہ فرق پر اور کنارے پر ہے اور یہ بولنا کہ مکانوں اور جگہوں میں گستا اور دخل  
 ہوتا اور سمانا ہے درست نہیں اسکو فکر میں گھیر نہیں سکتیں کہ وہ کسی فکر اور غور میں آ جاوے  
 اور اسکو آڑ میں نہیں کر سکتے اور چھپا نہیں سکتے پردے یعنی وہ ظاہری پردے میں نہیں ہے  
 اور اسکے پردہ ہی نہیں اور اسکو آنکھیں نہیں پاسکتیں یعنی باوجودیکہ پردہ میں نہیں ہے  
 مگر وہ ایسا لطیف اور ظاہری کہ مارے لطافت اور زہور کے نظر نہیں آتا اور آنکھ کو اسکے  
 دیکھنے کی دنیا میں طاقت نہیں اس خاکسار نے آزمایا ہے اس دونوں مضمون میں خوب  
 مراقبہ اور غور کرنے سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور مشاہدہ کی حقیقت یہی ہے جیسا کہ اسکو  
 مقام میں معلوم ہوگا اور بعضے بڑے لوگوں نے اپنے کلام میں یوں کہا ہے کہ اسکو اگر  
 نہیں کرتا ہے قبل کہ اسکو قبل کہنے سے اسکا آگے کا ہونا ثابت ہو کیونکہ وہ سبحانہ قبل  
 ہی سابق اور آگے ہے اور نہیں تمام کرتا اور چکا دیتا ہے اسکو بعد کہ اسکو بعد کہنے سے وہ  
 ہو جاوے اور چک جاوے بلکہ وہ بعد کے بھی بعد ہی اسکو شروع نہیں کرتا میں یعنی  
 جیسا بولتے ہیں *سِرْتٌ مِّنَ الْبَصِيرَةِ إِلَى الْكَوْفَةِ* سیر کیا میں نے بصرہ سے کو فہ تک تو میں معنی  
 چونکہ سے کے ہیں اسواسطے میں نے سیر کرنے کو بصرہ سے شروع کرنا سمجھا دیا کیونکہ بصرہ ایک  
 معین مکان اور مقید چیز ہے اسپر اشارہ لگ سکتا ہے اور وہاں سے کوئی کام شروع کر سکتا  
 اور وہ سبحانہ غیر معین اور مقید ہے جہاں سے اسکو سمجھ کے کوئی کام شروع کر نیکی گو کہ خیال ہی  
 میں ہو پھر اسکے آگے ہی اللہ سبحانہ خیال میں آویگا پھر اور آگے بڑھینگے تو وہاں بھی وہ سبحانہ  
 موجود معلوم ہوگا اسبطح سے زندگی بھر کرتے رہیں گے آخر کو تھک کے اور سن میں سوع سماع

(سمیع) سنے والا بے کان کے ہے۔ (بصیر) دیکھنے والا ہے بے آنکھ کے۔ (عزیز) غالب اور قوی اور بے مانند ہے (عظیم) سب سے بڑا ہے (جلیل) بزرگ اور بڑا ہے (کبیر) بزرگ اور سب سے بڑا ہے (جواد) بڑا دینے والا ہے (رؤف) بڑا مہربان ہے بندوں پر (متکبر) بزرگ اور بلند قدر ہے (جبار) ٹوٹی چیزوں کا درست کرنیوالا اور تباہی زدوں کے بگڑے کاموں بہتر اور درست کرنے والا اور روز آور غلبہ سے کام کرنے والا ہے اپنی جتنی صفات کے ساتھ اپنی ذات کی صفت کیا ان سب صفتوں کے ساتھ موصوف ہے اپنی ذات کا جتنا نام رکھا اتنا ناموں کے ساتھ متسا اور پکارا گیا ہے اپنے ساری نام اور صفات کے ساتھ ہمیشہ سے قدیم کسی وہ سے خلق کے ساتھ اسکو کوئی تشبیہ نہیں دے سکتا اسکی ذات کسی کی ذات کے مشابہ نہیں اور کسی صفت کسی کی صفت کے مشابہ نہیں اور مخلوقات کی نشانیوں میں سے جسے سے اُلکھا نیا پیدا ہوا ثابت ہوتا ہے کوئی نشانی اُس پر جاری نہیں ہوتی ہمیشہ سے وہ آگے ہے ساری نئے پیدا ہونے والے سے وہ پہلے ہے سب چیزوں کے پہلے سے وہ موجود ہے اُسکے سوا کوئی قدیم نہیں اور اُسکے سوا کوئی موجود برحق نہیں نہ وہ جسم اور تن ہے نہ وہ مشیخ اور کالبد ہے اور نہ وہ صورت اور شکل اور نہ وہ شخص ہے اور نہ وہ جوہری اور نہ وہ عرض نہ وہ جمع ہوتا اور اُلکھا ہوتا ہے اور نہ وہ جد ہوتا اور چھڑاتا ہے نہ وہ حرکت کرتا اور لہتا ڈولتا ہے اور نہ وہ سکون کرتا اور نظر اور جارتہا ہے اور نہ وہ گھٹا اور کم ہوتا ہے اور نہ زیادہ ہوتا اور بڑھتا ہے اور نہ وہ صاحب اجزا ہے اور نہ صاحب ابعاض یعنی اُسکے جزار اور ٹکڑا نہیں اور نہ وہ صاحب جوارح اور اعضاء ہے یعنی ہاتھ پاؤں کان آنکھ وغیرہ اعضاء کے نہیں ہے اور نہ وہ جہتوں والا ہے یعنی مغرب مشرق جنوب شمال اوپر نیچے گونا گون سب جہتوں سے پاک ہے اُسکو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ فلانی جہت پر ہے اور اُس پر وقت نہیں جاری ہوتے یعنی کسی وقت میں ہونا کسی وقت میں ہونا یا وقت کے سببے حال کا بدلنا اور مخلوقات اور محدثات کی واسطے ہے سو اس سے وہ پاک ہے اور اُس کوئی آفت نہیں اُترتی اور اُسکو ہلکھ اور چھسکی نہیں آتی اور اُسکو اوقات نہیں بدلے

عبادت کریں تب وہ معبود ہو یا جب وہ روزی دے تب رزاق ہو کیونکہ وہ عبادت کرنے کے پہلے سے معبود ہے اور روزی دینے کے پہلے سے رزاق و علیٰ ہذا القیاس اور دین مشورہ میں ذاتا اسکو ان اس لفظ کے معنی اگر یہ لفظ ہی بشرط جزا پر بولتے ہیں اور اس لفظ کو اس بات پر بولتے ہیں جس بات کے ہونے نہ ہونے میں شک ہوتی ہے اور اس بات کا ہونا نہ ہونا دونوں ممکن ہوتا ہے تب مشورہ کے طور پر اس لفظ کو بولتے ہیں جیسا کہ **اِنَّ تَكْرُمًا كَرَمًا** اگر تعظیم کرے تو میری تو میں تعظیم کروں تیری سو وہ سبحانہ اس مشورہ سے پاک ہے جو چاہتا ہے سو کرتا ہے وہ ان مشورہ کا کیا دخل اور نہیں سایہ کرتا اُسپر فوق فوق معنی اوپر دستور ہے کہ جو فوق ہوتا ہے سو اپنے تخت پر سایہ کرتا ہے سو اُسکے فوق نہیں بلکہ سبکا فوق وہ سبحانہ ہے اور نہیں اٹھاتا اسکو تخت تحت سے نیچے دستور ہے کہ جو تخت ہوتا ہے سو اپنے فوق کو اٹھاتا ہے سو اس سبحانہ کے تخت میں بلکہ وہ سبکا تخت ہے اور اسکے مقابلہ میں جزا نہیں آتی ہے اور اس سبحانہ کا شرط سے پاک ہونا معلوم ہو چکا تو بس وہ جزا سے بھی پاک ہے اور اُسپر تنگی نہیں کرتا ہے عند عندا کے معنی نزدیک اور کنارہ یعنی لفظ بھی حقیقتہً ٹھیک کر کے اور مقرر کر کے اسکی ذات پر نہیں بول سکتے کیونکہ اسکی ذات قریب بھی ہے بعید بھی ہے مگر مجاز آدمی کی فہم کے لائق بولا جاتا ہے عندہ عندا شریعہ اسکے نزدیک اللہ کے نزدیک اور اسکو نہیں پکڑتا ہے خلف خلفہ کے معنی پیچھے یعنی یہ لفظ بھی اللہ سبحانہ پر نہیں بول سکتے کہ اللہ کے پیچھے یا اللہ کسی کے پیچھے ہے اور اسکو نہیں پاتا ہے امام۔ امامت ہی آگے یعنی یہ لفظ بھی اللہ پر نہیں بول سکتے عرض یہ کہ وہ سبحانہ پیچھے اور آگے بولنے سے پاک ہے اور نہیں ظاہر کرتا ہے اسکو قبل قبل معنی پہلے یعنی ایسا نہیں ہے کہ قبل کہنے سے اسکی ذات ظاہر ہو جاوے کیونکہ قبل کے پہلے سے وہ ظاہر ہے اور نہیں فنا کرتا ہے اسکو بعد بعد کے معنی پیچھے جب کوئی چیز تمام ہو جاتی اور چمک جاتی ہے اور فنا ہو جاتی ہے تب وہ ان پر بعد کا لفظ بولتے ہیں سو وہ سبحانہ اس سے بھی پاک ہے اور بعد کے بھی بعد ہی اور اسکو جمع نہیں کرتا کل کا لفظ کل معنی سب اور بالکل یعنی جس طرح سے مخلوقات پر کل کہنے

من کو پھینک دینے غرض یہ کہ جیسا کہ مخلوق پر من بولنے سے اس  
 ہا شروع ہونا فی الحقیقت سمجھاتا ہے ویسا اس سبحانہ کی ذات پاک پر  
 جہانمیں جاتا باقی ائمہ تقاے اپنے کلام میں جو من اور عن اور الی اور عنہ وغیرہ  
 و بطریق مجاز کے بندوں کے فہم و نظر محاورہ کے موافق ہے اور ان الفاظ کا ویسا ہی حال  
 ہے جیسا کہ یٰدا و وجہ اور ساق وغیرہ منشا بہات کا حال ہے یعنی اسکی حقیقت اور ذات تیری پاک  
 ہے مگر باوجود اسکے صفت ظہور اور تجلی کی بھی اسکے واسطے ثابت ہی سو یہ جتنے الفاظ اسپر بولیں گے  
 وہ سب اسکے ظہور اور تجلی کی صفات پر سمجھا جاوے گا اور ذات اسکی اس سبب سے پاک ہے یہی مضمون آگے  
 سب الفاظ پر بھی سمجھنا اور اسپر من کا لفظ ہی ٹھیک نہیں پڑتا کیونکہ جہاں ایک چیز ایک چیز کو فرق اور تجاوز کرتی اور اس سے  
 جدا ہو جاتی ہے تب اس چیز پر جس سے ایک چیز جدا ہوتی ہے عن بولتے ہیں جیسا کہ بولتے ہیں تیرے  
 اللہ عن القوس پہنیکا اور جدا کیا میں نے تیر کو کمان سے تو چون کہ تیر کمان سے جدا ہوا ہوا  
 قوس پر عن کا لفظ بولے اور حق سبحانہ سے تو جدا ہونا ممکن ہی نہیں کتنا ہی بھاگین اور دوڑیں گے  
 اور کیسا ہی کوئی جدا کرے گا گو کہ خیال ہی میں ہو مگر اللہ سبحانہ سے قرب اور ملنا ہی معلوم ہوگا سیر  
 سے زندگی بحر حیران پر لیشان ہو کے من کی طرح سے عن کو بھی پھینک دینگے من اور عن کا فرق شہو  
 ہے مگر اس مقام میں سالک نے کچھ فرق نہ سمجھا دو نون کو پھینکا اور اللہ سے کام رکھا اور نہ اسپر  
 الی کا لفظ لگتا ہے کیونکہ الی ایک چیز کے نہایت پر بولتے ہیں جس طرح الی الکوفتہ کو ذتک اور اس  
 سبحانہ کے نہایت اور حد اور پایاں نہیں اور زمین توقف کرتا اور نظر آتا ہے اسکو اذ اور اذالہ  
 دو نون لفظ کے معنی جب اور جو وقت اور اُس وقت اس دو نون لفظ کو جس بات کا ہونا یقینی ہونا ہی  
 اس بات کی شرط پر بولتے ہیں کہ جب اور جو وقت ایسا ہو لے تب ایسا ہو جیسا کہ وَاذِ اٰلِہٖتُمْ  
 اٰذَلْتُمْ حَلَّتْ نَفْسٌ مَّا اَحْبَسَتْ اور جب بہشت پاس لائی جاوے تب جان لے گی جو لیکر آیا  
 پہلی بات شرط کہلاتی ہے اور دوسری بات جزا سو وہ سبحانہ اس شرط اور جزا سے پاک ہی اسکی  
 ذات اور صفات اور اسکا کام سکھ بات کے ہونے پر موقوف نہیں مثلاً کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جب بند

دو صفتیں علیٰ تضاد یعنی جو آپس میں ایک اُلٹے دوسری ہوں اُس شخص میں ساتھ ہی پائی  
 باوین اور اُس میں ایسی صفتیں علیٰ تضاد موجود ہیں کہ وہ سبحانہ باطن اور اندر ہے اپنے ظاہر میں  
 بن اور ظاہر ہے اپنے پوشیدہ ہو میں اور ایسا قریب ہے کہ دور ہے یہ صفتیں علیٰ تضاد  
 نہیں اس واسطے جمع ہیں تاکہ کوئی کسی خلق کو اُس کے ساتھ تشبیہ نہ دے سکے اُس کا کام بغیر مشابہت  
 کے ہے مشابہت کے حسی ہیں کہ آپ کسی کام میں لگے سو وہ سبحانہ مخلوق کی طرح کسی کام میں  
 میں لگتا اور کام کرتا ہے اور سمجھنا اس کا بغیر ملاقات کے سبب اور ہدایت اور سلی بغیر اشارے کے  
 ہوا، کو کھینچا کھینچی نہیں کرتے ہیں قصدین یعنی جیسا کہ بندہ اپنے مختلف قصدوں کے سبب  
 متردد ہوتا اور کشاکش میں پڑتا ہے اور اُس کا حوصلہ تنگی کرتا ہے سو وہ سبحانہ اس سے پاک ہے اور  
 سکو نہیں لگتی ہیں فکر میں یعنی جیسا کہ بندے کے ارادے اور کام میں فکر میں آگتی ہیں کہ یہ کام کون  
 ذمہ ہو اور یوں کریں تو یوں ہو سو وہ سبحانہ اس سے پاک ہے اور بے فکر ہے اور اسکی ذات  
 یواسطے کسی طرح کی تکلیف اور کیا ہونا نہیں یعنی اسکی ذات کا کوئی بیان نہیں کر سکتا کہ وہ کسی  
 ہی اور اُس کے فعل کے واسطے کوئی تکلیف نہیں ہے یعنی اُس کو کوئی تکلیف اور حکم نہیں دیتا کہ کام تو  
 کرو جو چاہتا ہے سو آپ کرتا ہے اور تمام صوفیہ اور اہل حق نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ سکو  
 نعلین نہیں پا سکتیں اور اسپر سجوم نہیں کرتے اور اسپر نہیں جا پڑتے لوگوں کے گمان بلکہ وہ  
 پ بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہے اور اسکی صفات بدلتی نہیں اور اُس کے اسم بدلتے ہیں  
 ہمیشہ سے ایسا ہی تھا اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا **هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ الْبَاطِنُ وَهُوَ**  
**جَلَّ شَعْبُ عَلَیْہِ وَہی ہے پہلا اور پچھلا اور باہر اور اندر اور وہ سب چیز جانتا ہی کہیں کہتا ہے**  
**شَعْبُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ** نہیں اُسکی طرح کا کوئی اور وہی ہے سننا دیکھنا

## دوسری فصل اللہ تعالیٰ کی صفات بیان

ور تمام صوفیہ اور اہل حق نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے بیان میں اس طرح اجماع کیا ہے

سے اُسکی ساری افراط اور جنس اور سارے اجزاء اور ٹکرے جمع ہو جاتے اور اُس میں داخل ہو جاتے ہیں سو اُس طرح سے حق سبحانہ پر نہیں کہہ سکتے کیونکہ اُسکے افراد اور جنس اور اجزاء اور ٹکرے نہیں ہیں وہ تو احد ہے اور احد کے یہ معنی کہ وہ سبحانہ یگانہ اور اکیلا ہے کہ نہ شریک کہتا ہے اور نہ جز اور اُسکا جز نہ عقل میں ہے اور نہ خارج میں ظاہر ہے اور اُسکو ایجاد نہیں کرتا اور سر نو پیدا نہیں کرتا ہے کان اور اُسپر کان کا لفظ اس معنی سے نہیں بولا جاتا کان معنی تھا اور یہاں یہ لفظ وہاں بولتے ہیں جہاں کوئی بات نئی پائی جاتی ہے مثلاً کہتے ہیں کان سرئید قائمہ تہا زید کھڑا و کان سرئید عاکر فکا ہوا زید خدا شناس اور وہ سبحانہ ازل سے ابد تک جیسے کا قیاس ہے اُسپر جو کان کا لفظ بولتے ہیں تو اُس میں قدیم ہونیکے معنی ہوتے ہیں اور وہ موقوف ہونیکے قبل نہیں ہوتے جیسا کہ کان اللہ علیہما حی کما یعنی ہمیشہ سے ازل سے ابد تک شدہ انا اور حکیم ہے اور اُسکو نہیں کھوتا اور گم اور سلب نہیں کرتا لیس لیس کے معنی نہیں ہے یہ لفظ کسی کلام اور جملہ کے مضمون کی نفی اور سلب اور نہیں کرنے کو بولا جاتا ہے جیسا کہ لیس زید قائمہ نہیں ہے زید کھڑا ہو نیوالا تو زید کے کھڑے ہونے کو لیس نے نفی کیا اور کھو دیا سو وہ سبحانہ اسے پاک ہے کہ لیس اُسکی نفی کرے اور اُسکو نہیں چھپاتا پوشیدہ ہوتا اور مقدم اور پہلے ہوا ہے حدث کے قدم اُسکا حدث معنی نیا ہونا قدم معنی پرانا ہونا اور مقدم ہوا ہے عدم اور نہایت ہونے پر موجود ہونا اُسکا اور مقدم ہوا ہے غایت اور نہایت پر ازل سے ہمیشہ سے ہونا اُسکا اگر تو کہے کہ وہ کو وقت سے ہو سوا اُسکا ہونا تو وقت کے پہلے سے ہے اور اگر تو کہے کہ وہ قبل ہے سو قبل تو اُسکے بعد ہی اور اگر تو اُسکو کہے کہ ہو تو ہا اور وا تو اُسکے مخلوق ہیں پھر اگر تو کہے کہ وہ کیسا ہے تو مقرر اُسکی ذات و صفت اور بیان کرنے سے پردے میں ہے پھر اگر تو کہے کہ وہ کس مکان میں ہے تو بیشک مکان کے پہلے سے ہے اُسکا وجود اور اگر تو کہے کہ وہ کیا چیز ہے تو بیشک اُسکی ہونا جس سے وہ پہچان پڑتا ہے ساری چیزوں سے جدا ہوئی ہے ایک وقت میں دو صفتیں اُسکے سو اُسکی میں جمع نہیں ہوتیں اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ ایسی



اور یہ بغیر اسکے کہ اللہ تعالیٰ کی واسطے صفت حقیقہ ثابت کرے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ پر جمہومہ  
 والا ہے فی الحقیقت اور جو صفت اللہ کی نہیں ہے اسکے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا  
 اور یہ وصف کرنا اور صفت بیان کرنا ذکر کے طور پر نہیں ہے کیونکہ ذکر میں یہ ہوتا ہے  
 کہ ذکر سے مذکور ہوتا ہے اس واسطے کہ ذکر اور یاد کرنا ذکر اور یاد کرنے والی صفت ہے  
 صفت مذکور کی نہیں ہے مذکور کے معنی ذکر کیا گیا اور مذکور جو ہے جسکی ذکر کرتے ہیں سو  
 لہذا ذکر سے مذکور ہوتا ہے یعنی جب تک ایک چیز کی ذکر نہیں کرتے تب تک وہ چیز  
 اور نہیں کھلاتی اور جب اسکی ذکر کرتے ہیں تب وہ مذکور کھلاتی ہے اور موصوف جو ہے  
 جس میں کوئی وصف اور صفت موجود ہے سو وصف کرنے والے اور صفت کرنے والے  
 کے وصف کرنے سے موصوف نہیں ہوتا بلکہ جس میں جو وصف ہے وہ اس وصف کے ساتھ خود  
 موصوف ہی اسکی وصف کریں خود نکرین مثلاً جو ان کو جو ان کہیں یا نہ کہیں یا بڑھا کہیں ہر  
 صورت میں وہ جو ان ہے اور اگر ایسا ہوتا کہ وصف کرنے والے کا وصف کرنا اللہ تعالیٰ  
 کی وصف اور صفت ہوتی تو مشرکین اور کفار کا وصف کرنا اسکی صفات ہو جاتی مثلاً ان  
 لوگوں نے اللہ کی وصف یوں کیا کہ اللہ کے بیٹا اور زوجہ اور شریک ہے تو انکے کہنے سے  
 ایسا ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تنزیہ اور پاکی بیان فرمایا ان کافروں  
 اور مشرکوں کے وصف کرنے سے جو ان سبھوں نے اسکے حق میں وصف کیا اور وصف کے  
 معنی کسی کی جعلی یا برہی صفت کا بیان ٹھو وہ تعالیٰ کسی کے صفت کرنے سے موصوف نہیں  
 ہے بلکہ اس صفت کے ساتھ موصوف ہے جو صفت اسکی ذات کے ساتھ قائم اور لگی ہے  
 اس سے جدا نہیں ہوتی جیسا کہ آیت الکرسی میں فرمایا *وَلَا يَأْتِيهِ الضَّلْمَةُ وَمَنْ يَضِلْ*  
 نہیں گمیرکتے اسکے علم میں سے کچھ یعنی اسکا علم جو اسکی ذات کے ساتھ قائم اور لگا ہے اور اس  
 جدا نہیں ہوتا اور یہ بات اصناف کے سبب سے ظاہر ہے کہ علم کی اصناف اپنی طرف آیا  
 اور جیسا کہ سورہ ذاریات میں فرمایا *ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ* صاحب قوت کا زور اور مضبوط

کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے واسطے صفات علیٰ الحقیقہ ثابت ہیں یعنی مجازاً نہیں بلکہ حقیقہ وہ صفتیں  
 اُس ذات پاک میں موجود ہیں اور وہ سبحانہ ان صفتوں کے ساتھ موصوفے وہ صفتیں یہ ہیں  
 علم اور قدرت اور قوت اور عزت یعنی غالب اور زبردست ہونا اور حکم اور حکمت اور مشیت یعنی چاہنا  
 اور کلام اور کبریٰ یعنی بڑائی اور جبروت یعنی قہر اور غلبہ اور حیوۃ اور قدم یعنی دیرینہ اور پرانا ہونا  
 اور ارادہ یعنی ارادہ کرنا اور اُس سبحانہ کی صفات جسم اور عرض اور جوہر نہیں ہیں جیسا کہ اُسکی ذات  
 جسم اور عرض اور جوہر نہیں ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ کیواسطے سمع اور لبصہ اور وجہ اور یہ حق  
 ثابت ہے وہ سمع اور لبصہ اور وجہ اور یہ ہمارے کانوں اور آنکھوں اور منہوں اور ہاتھوں  
 کے طرحے نہیں ہے اور اسبات پر اجماع کیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی صفات جو ارح اور عضا  
 اور اجزا نہیں ہے اور اس بات پر اجماع کیا ہے کہ وہ صفات نہ اللہ ہے اور نہ اللہ کے غیر اور اللہ  
 میں صفات کے ثابت کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان صفتوں کا محتاج ہے اور محتاجین  
 ان صفتوں سے کرتا ہے لیکن اسکے یہ معنی ہیں کہ ان صفات کے اٹھی جو بات ہے اُسکی نفی کرنا  
 اور ان صفات کو ثابت کرنا اور یہ معنی ہیں کہ وہ صفات اسکی ذات کے ساتھ قائم ہے اور علم  
 کے معنی فقط جہل اور نادانی کی نفی کرنے کے نہیں ہیں اُس میں نادانی نہیں ہے اور قدرت کے  
 معنی فقط عاجزی کی نفی کرنے کے نہیں ہیں اس میں عاجزی نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہیں اللہ  
 میں علم اور قدرت کو ثابت کرنا کیونکہ اگر فقط نادانی کی نفی سے عالم ہو اور عاجزی کی نفی سے  
 قدرت اور زور والا ہو تو جن چیزوں میں جان نہیں ہے اُن سے نادانی اور عاجزی کی نفی کرنا  
 سے وہ سب بھی عالم اور قادر ہو جاوین اور اسطر سے ساری صفات کا ثابت کرنا اور اللہ تعالیٰ  
 کو ان صفتوں کے ساتھ ہمارا وصف کرنا اور ان صفتوں کو بیان کرنا جو ہے سو یہ اُسکی  
 صفت نہیں ہے بلکہ یہ ہمارا بیان کرنا اور وصف کرنا ساری صفت ہے اور اللہ سبحانہ کی ذات  
 کے ساتھ جو صفت قائم ہے اُسکی حکایت ہے یعنی بطریق حکایت کے ہم اُسکا بیان کرتے ہیں  
 اور جو شخص کہ اللہ کی صفت کے بیان کرنے کو جو آپ بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفت

تصویر کہنے سے اسم مصور کا مستحق نہیں ہوا اور اگر ایسا ہوتا تو یہ بات لازم آتی کہ اللہ تعالیٰ  
 لم یزل میں ناقص اور نامہم تھا پھر جب خلق کو پیدا کیا تب کامل اور پورا ہوا ایسی باتوں سے  
 اللہ تعالیٰ بہت ہی بلند ہے کہ ایسے نقصان اس درگاہ میں چھو بھی نہیں جاتے ان مذکورہ لوگوں نے  
 کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ازل سے ابد تک خالق اور باری اور مصور اور غفور اور رحیم اور شکور ہے  
 یعنی شکر کے مقابل میں جزا دینے والا ہے اور اسے ساری صفات جنکے ساتھ اپنی ذات  
 کی صفت کیا ہے ان سب ساتھ وہ ازل میں صفت کیا گیا ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ صفت کیا جاتا  
 ہے ساتھ علم اور قدرت اور عز اور کبر یا ز اور قوت کے ویسا ہی صفت کیا جاتا ہے ساتھ تکوین یعنی  
 ہست کرنے اور تصویر یعنی صورت بنانے اور تخلیق یعنی خلق کے پیدا کرنے اور ارادہ یعنی ارادہ کرنے  
 اور گرم یعنی بخشنے اور غفران یعنی بخش دینے اور شکر یعنی شکر کے مقابل میں جزا دینے کے  
 اور مذکورہ علماء فریق نہیں کرتے ہیں اس صفت میں جو فعل سے یعنی ان صفاتوں سے فعل ظاہر ہوتا ہے  
 اور اس صفت میں جبکو فعل نہیں کہتے مثل عظمت اور جلال اور علم اور قدرت کے کہ ان صفات  
 سے فعل نہیں ظاہر ہوتا سو وہ لوگ دونوں قسم کو صفات لم یزل کہتے ہیں کہ یہ صفات  
 اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہمیشہ سے قائم ہیں اور وہ سبحانہ ان صفات کے ساتھ ازل سے  
 موصوف ہے ان صفاتوں سے فعل ظاہر ہوا ہوا اور یہ اعتقاد کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ان صفات  
 کے ساتھ موصوف ہے ان صفاتوں سے فعل ظاہر ہوا ہوا اسکی دلیل یہ ہے کہ جب ثابت ہوا  
 کہ وہ سبحانہ سمیع بصیر قادر خالق باری مصور اور یہ سب صفت اللہ سبحانہ کی مدح سے سو اگر  
 ایسا ہوتا کہ خلق کے پیدا کرنے اور تصویر کہنے اور نیا نکال کھڑا کرنے سے یہ مدح ثابت ہوتی  
 تو خلق کا محتاج ہونا اور محتاج ہونا نشانی حدت اور نیا ہونے کی ہے اور دوسری دلیل یہ ہے  
 کہ ایسا محتاج ہونے سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تغیر اور زوال ہوتا ہے ایک حال سے  
 دوسرے حال میں اور سب بات سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق نہ تھا پھر خالق  
 ہوا اور مرید نہ تھا پھر مرید ہوا اور یہ بات احوال یعنی تغیر اور بدلنا ہے جسکی نفی اللہ کے ظلیل

اسی طرح اپنے کلام پاک میں اپنی ذات پاک کے واسطے جو صفات بیان فرمایا ہے سو سب اسکی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور تمام صوفیہ اور اہل حق نے اجماع کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات آپس میں متغایر نہیں ہوتیں اور ایک صفت کی غیر دوسری صفت نہیں ہوتی ہوا اسکا علم اسکی قدرت نہیں ہے اور نہ اسکی قدرت کا غیر اور اسی طرح اسکی ساری صفات اور نہیں ہر سب اسکا بصر اسکی اور نہ اسکی بصر کا غیر جیسا کہ اسکی غیر اور اختلاف کیا علم نے اس بات میں کبھی قرآن میں اللہ تعالیٰ کے واسطے اتیان اور مجہبی اور نزول یعنی آنا اور اترنا جو آیا ہے سو اسکی کیا معنی ہیں سو مجہور اور بہت عالموں نے کہا کہ یہ سب اسکی صفات ہی اور اس صفات کے جیسے معنی اسکی ذات کے لائق ہیں ویسے ہیں اور اسکا بیان تلاوت اور روایت سے زیادہ نہیں ہو سکتا یعنی قرآن شریف میں جہاں کہیں آیا ہے - **بِآيَاتِهِمُ اللَّهُ** اور **اللَّهُ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ** اور **تِيرَابِ اسکی** فقط تلاوت کریں گے اور حدیث میں آیا ہے **يُنزِلُ اللَّهُ** اترتا ہے اللہ اسکی فقط روایت کریں گے اور اس آئے اور اترنے کی حقیقت نہ بیان کر سکیں گے اور اسپر ایمان لانا واجب ہے اور اس میں بحث کرنا درست نہیں محمد بن موسیٰ واسطی نے کہا کہ جیسا کہ اسکی ذات غیر معلول ہی کہ علت اور سبب کی محتاج نہیں ویسا اسکی صفات غیر معلول ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اپنی صمدیت کو ظاہر کیا ہے کہ اللہ صمد ہے سو اسکی صمدیت کا ظاہر کرنا یہی ہے کہ اپنی بذون کو اپنی صفات کی حقیقتوں اور اپنی ذات کی باریکیوں کو ذرا کسی قدر دریافت کرنا سے بھی ناامید کر دیا بس یہی اسکی صمدیت ہے اور اختلاف کیا علم نے اس بات میں کہ اللہ ہمیشہ سے خالق ہے یا خلق کو پیدا کرنے کے بعد خالق ہوا ہے سو بہت سے عالموں نے اور قدیم لوگوں اور بڑے لوگوں میں سے بہت لوگوں نے کہا کہ درست نہیں ہے کہ اللہ کے واسطے کوئی ایسی نئی صفت ٹھہرے جسکے لائق وہ لم نزل میں نہ تھا لم نزل معنی ہمیشہ اور ازل سے ابد تک سدان اور اللہ تعالیٰ اسم خالق کا مستحق خلق کے پیدا کرنے سے نہیں ہوا ہے اور خلائق کے نیا نکال کھڑا کر نیے اسم باری کا مستحق نہیں ہوا ہے اور صورتوں کی

ہم نرے جابل اور نادان ہیں اور اُسکے نام کے سوا ہم اور کچھ زیادہ نہیں پہچانتے تو بس اسکا نام وہی اللہ ہی ہے سب مضمون اہل سنت و جماعت کے عقائد کی کتابوں کے موافق ہیں چونکہ یہ بائین سالک کے مراقبہ اور ذکر اور تلاوت میں کار آمدنی ہیں اسواسطے لکھا یہ سب باتیں یاد رہیں اور باقی تعرف وغیرہ تصوف کی کتابوں میں قرآن اور اللہ کی رویت یعنی دیدار اور نیکی پر یہی تقدیر اور صراط اور میزان اور خلافت اور معراج اور معجزی اور کرامات وغیرہ کا بیان عقائد کی کتابوں کے موافق ہے سو جو کچھ کہ اہل سنت کے عقائد میں ہے اسکے موافق سالک اپنے عقائد کو درست کرے ۔

## تیسری فصل اللہ تعالیٰ کی معرفت۔ بیان میں

معرفت کے معنی پہچاننا اور عارف کے معنی پہچاننے والا اور نکرہ معنی نہ پہچاننا اس بیان میں ہم تعرف کے مضمون کا خلاصہ لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ تمام صوفیہ نے اجماع کیا ہے کہ اس بات پر کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے پہچاننے پر فقط اللہ تعالیٰ اکیلا آپ ہی دلیل ہے یعنی اُسکا پہچاننا دلیل کا محتاج نہیں پس مشاق کے روز جو معرفت اللہ تعالیٰ نے آپ دیا ہے وہی معرفت ہے معرفت عقل کی دی نہیں ہے اور اُنکے نزدیک عقل کی راہ عاقل کی طرح ہے اور جیسا کہ عقل والا اپنی حاجت کی وقت جب کسی چیز کے پہچاننے کی حاجت ہوتی ہے تب دلیل کا محتاج ہوتا ہے کہ اپنی عقل کی قوت سے اس چیز کو ہم دلیل سے پہچانیں گے اسی طرح عقل ہی دلیل کی محتاج ہے بغیر دلیل کے وہ بھی کچھ پہچان نہیں سکتے اور اللہ کے پہچاننے کی وہ آپ دلیل نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ عقل محدث ہے اور محدث راہ نہیں دکھاتا مگر اپنے مانند محدث کی طرف دلیل معنی راہ دکھانے والا اور محدث معنی نیا پیدا ہوا جو پہلے نہ تھا اب ہوا ایک شخص نے نوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اللہ کے پہچاننے کی کیا دلیل ہے کہا کہ اللہ ہے کہ عقل کا کیا حال ہے کہ عقل عاجز ہے اور عاجز نہیں راہ دکھاتا مگر اپنے ایسے عاجز کی طرف اور ابن عطاء نے کہا

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس قول سے کیا اِنِّیْ لَآ اَحِبُّ الْاَفْلَاقَ مَجْکُوخَیْنِ نَبِیْنِ آتَے  
 چھپ جانے والے یہ آٹھویں سپارہ میں ہے اور خلق یعنی خلق کو بنانا اور تکوین یعنی ہرست  
 کرنا اور فعل یعنی کام کرنا یہ اللہ عزوجل کی صفات ہیں کہ انکے ساتھ اللہ تعالیٰ ازل میں وصف  
 کیا گیا ہے اور فعل مفعول کا غیر ہے یعنی فعل اور ہے اور جس پر وہ فعل واقع ہوا ہے وہ اور ہے  
 اُسکو مفعول کہتے ہیں اور اسطر سے تخلیق اور تکوین اُسکی صفات ہیں اور جسکو پیدا اور ہرست کیا  
 وہ مفعول اور فعل کا غیر ہے اور اگر فعل اور مفعول ایک ہوتا تو لازم آتا کہ مکونات یعنی ہرست  
 گئیگی چیزوں کا ہونا آپ ہی آپ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور مکونات سے پیدا کرنے کے مقدم  
 میں اسکے سوا اور کچھ مقصود اور واسطہ نہیں ہے کہ مکونات اور مخلوق نہ تھے اور اللہ کے پیدا  
 کرنے سے ہوئے اور پیدا کرنا فعل ہے تو جب اللہ کا پیدا کرنا اور مخلوق آپ ہی آپ ہوا اللہ تعالیٰ  
 کے پیدا کرنے کا محتاج نہ رہا اور تمام صوفیہ اور اہل حق نے اجماع کیا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مالک  
 اور مجبور اور رب ہے اور مملوک اور بربوب اور مخلوک نہ تھے سوا سطر سے جائز ہے کہ وہ سبحانہ خالق  
 اور باری اور مصور ہو اور مخلوق اور مبرور یعنی مخلوق جنکو نیا کمال کھڑا کیا اور مصور جنکی تصویر  
 کھینچا وہ نہوں اور علمائے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں اختلاف کیا بعض نے کہا کہ اللہ کے اسماء نہ اللہ  
 ہیں اور نہ اللہ کے غیر جیسا کہ صفات کو کہا اور بعضی نے کہا کہ اللہ کے اسماء وہی اللہ ہیں تو صرف  
 کا مستعمل تمام ہوا ان دونوں گروہ کے قول کی شرح اس خاکسار کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 کی ذات اور صفات کی معرفت میں چونکہ حیرت ہوتی، اس واسطے پہلے گروہ حیران ہو کے ماری حیرت کی بیات کہا  
 اُسکو کہ صفات اور اسماء سے ذات پہچان پڑتی ہے اور صفات اور اسماء کے سوا ذات کی حقیقت تک پہنچ نہیں سکتا اور  
 صفات کی حقیقت دریافت کرنے سے ہی عقل عاجز ہے تو جب صفات اور ذات دونوں کی  
 معرفت سے عاجز ہوا اور ذات اور صفات میں ایک ایسا علاقہ اور لگاؤ پایا کہ تفرقہ نکر سکا  
 تب حیران ہو کے کہا کہ صفات اللہ کی نہ اللہ ہیں اور نہ اللہ کے غیر اسطر سے کہا کہ اللہ کے اسماء  
 نہ اللہ ہیں اور نہ اللہ کے غیر اور دوسرے گروہ نے اس واسطے کہ اُس ذات منزهہ کی معرفت میں

کے محتاج ہیں یہ اس قابل نہیں کہ انکی عبادت کریں یا اس سے مدد چاہیں یا انکی محبت دل میں چسپاویں  
 یہ پہچان کے سبکو چھوڑا اور اُسکیو پکڑا جسکا حال ازل سے ابد تک بدلتا نہیں اس مضمون کا خلاصہ  
 یہ ہے کہ اپنی ذات کو پہچنوادینے کے انکو اپنی طرف ایسا مشغول کر دیتا ہے کہ دوسرے سے انکو کچھ غرض  
 نہیں رہتی اور دلیل اور نشانیوں کے محتاج نہیں رہتے کیونکہ دلیل اور نشانیوں سے یہی حاجت ہوتی ہے کہ  
 کہ اسکے سبب اللہ کی راہ پاویں اور جب اُسکو پایا تب دلیل کی حاجت نہیں رہتی بلکہ دلیل بیچ میں آڑ  
 پڑتی ہے جیسا کہ منزل چلنے میں آدمی کوس کے نشان اور کوس پر چلنے کا محتاج رہتا ہے اور جو خود منزل  
 پہنچا ہے اُسکو کوس کے نشان اور کوس پر چلنے کی کیا حاجت ہے اور معرفت تعریف کے یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ  
 اپنے بندوں کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تمام ملک میں اور خود ان کے جیوں میں تب اُنہیں  
 ایک لطف اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے تب سب چیزوں کو دیکھ کے پہچانتے ہیں کہ انکا کوئی صنایع  
 اور بنانے والا ہے اور یہ معرفت عوام مومنوں کی ہے اور جسے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دلائل سے  
 پہچان سکتے ہیں تو اُسکی مراد اسی قسم کی معرفت ہے اور پہلے معرفت خواص کی اور جسے سب عوام ہوں  
 یا خواص اللہ تعالیٰ کو فی الحقیقت نہیں پہچان سکتے ہیں مگر اُسی سے اور یہ وہی اسی مضمون ہے جیسا  
 محمد ابن واسع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ نہیں دیکھا میں کسی چیز کو مگر یہ کہ دیکھا میں نے اللہ کو  
 اُس میں یعنی جیسا آئینہ میں کسی چیز کو دیکھتے ہیں یہ معنی نہیں ہیں کہ معاذ اللہ وہ سبجانہ اُس میں  
 دکھارہتا ہے بلکہ آئینہ میں عکس دیکھ کے معلوم کرتے ہیں کہ بلاشبہ عکس والا دوسرا ہے اور  
 دوسرے بزرگ نے کہا کہ نہیں دیکھا میں کسی چیز کو مگر یہ دیکھا میں نے اللہ کو قبل اسکے یعنی  
 جب میں نے کسی چیز دیکھا تب اسکے دیکھنے کے پہلے سے مجھ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے تب  
 تو مجھ کو اس چیز کو دیکھاتا ہے اور اُسکا نور پہلے سے موجود ہے اُسی نور کی قوت سے میں اس چیز کو  
 دیکھتا ہوں اس دونوں قول میں عوام مومنوں کی معرفت کا بیان ہے یعنی ضعیف کو دیکھ کے صنایع  
 کو پہچانتا ابن عطار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عامہ کو یعنی عوام الناس کو پہچنوا یا اپنے خلق کو دکھلا  
 کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ **أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَىٰ آلِ لَيْلَىٰ كَيْفَ خَلَقَتْ ۖ هَلْ كَانِئِنَّمَا تَنْظُرُونَ**

کہ عقل ہتیار عبودیت اور بندہ ہونیکا ہی ربوبیت کی حقیقت دریافت کرنے کا ہتیار نہیں ہے۔ یعنی عقل ہتیار  
 رب کے پہچان نے کا ہتیار نہیں ہے کہ اپنی قوت سے رب کو پہچانے مگر رب کے پہچانے سے رب کو پہچانے  
 ہے تو عقل آپ حقیقتہ معرفت کی ہتیار نہ ٹھہری بلکہ اللہ تعالیٰ کے پہچانے کی محتاج ٹھہری جیسا کہ انکمہ اور  
 کان دیکھنے سے کے ہتیار اصالت اور حقیقتہ نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے دکھلانے سنانے سے دیکھتے سنتے  
 ہیں تو مجازاً انکمہ کان عقل کو ہتیار کہہ سکتے ہیں اور حقیقتہ نہیں اور اُس کے سوا اور لوگوں نے کہا کہ عقل  
 کون اور مخلوق کے گرد مگر دھرتی ہے اور اُنکو دریافت کرتی ہے اور جب کون یعنی پیدا کرنے  
 والے کی طرف اُسکا غور پہنچتا ہے تب کھل جاتی ہے یعنی نری بے کام اور حیران ہو جاتی ہے اور  
 قحطی نے کہا کہ جو شخص عقل کا پابند ہوا عقل سے اللہ کو پہچانے اور دلائل عقلی سے اُسکی ذات  
 کو ثابت کرے سو عاجز ہوا اگر عقل سے آنا پہچان سکتا ہے کہ اللہ موجود ہے سو اگر اللہ تعالیٰ اپنی  
 مہربانی سے اسکو نہ پہچوانا تو اُسکا موجود ہونا ہی نہ دریافت کر سکتی اور کہا بعض بڑے لوگوں نے  
 کہ اللہ کو وہی پہچانتا ہے جسکو وہ آپ پہچواتا ہے اور اُسکی توحید وہی سمجھتا ہے اور وحدہ لا شریک  
 کا مضمون وہی دریافت کرتا ہے جسکو وہ آپ توحید کا مضمون سمجھاتا ہے اور اُسپر ایمان وہی لانا ہے  
 جسپر اُسکی مہربانی ہوتی ہے اور اُسکی صفت وہی کرتا ہے اور اُسکی صفات کو وہی پہچانتا ہے جسکے  
 باطن کو وہ آپ روشن کرتا ہے اور اُسکے باطن میں آپ تجلی اور ظہور فرماتا ہے اور اللہ سے خالص  
 اور نرالاً معاملہ وہی رکھتا ہے جسکو وہ آپ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اُسکا خاص بندہ بننے کے  
 لائق وہی ہوتا ہے جسکو وہ آپ اپنے واسطے خاص بنا لیتا ہے کہا جنید نے معرفت دو مرتبہ  
 ہیں ایک معرفت عرف کی عرف معنی پہچانگیا ہونا اور دوسری معرفت تعریف معنی پہچننا اور  
 معرفت عرف کی یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی ذات پہچنوا دیتا ہے اور اپنی ذات کے پہچننے  
 سے انکو ساری اشیاء پہچنوا دیتا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا لا اُحِبُّ الْاَخْلَاقَ  
 بجزکونوش نہیں آتے چھپ جانے والے ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سبب سے  
 سارے مخلوقات کی حقیقت کو پہچانا کہ یہ سب مخلوق ہیں اور انکا حال بدلتا ہے اور یہ سب دوسرے



نہ کہا کہ من آنا میں کون ہوں مجبوت کہ پہنچنے لگا تھا تاکہ اُسے عقلین ہجوم کرتیں یعنی اُس نے  
 اپنی تین آپ پہلے پہنچوا لیا تب پوچھا کہ میں کون ہوں سبے بتا دیا کہ مقرر تو ہمارا رب ہے  
 اور اگر بغیر پہنچوانے پوچھتا کہ میں کون ہوں تو عقل اگر یہ پہچان نہ سکتی مگر اپنی عادت بموجب  
 غور میں ہو جاتی اور اُسے ہجوم کرنے چاہتے مگر حق تک نہ پہنچتی کیونکہ عقل ایک چیز کے نہایت  
 تک پہنچتی ہے اور اُس سبحانہ کا نہایت نہیں ایسا وسطے وہ عقلوں کے ہجوم کرنے سے الگ ہے  
 اور یہ کہ اُسکو کوئی تحصیل کرے اور پاوے اس سے پاک ہے کیونکہ اُس چیز کو تحصیل کر سکتے  
 اور پاسکتے ہیں جو زمان اور مکان کا مقید ہوتا ہے اور وہ سبحانہ اس سے پاک ہے اور دوسرے  
 یہ کہ غائب کو حاضر کر نیکو اور حاضر میں تصرف کرنے اور اُسکو اپنے قابو میں لینے کو تحصیل اور  
 پانا بولتے ہیں سو جسکو وہ سبحانہ حاضر معلوم ہوتا ہے وہ اُسکو حاضر کسطح کر گیا اور جسکو وہ  
 غائب معلوم ہوتا ہے سو اُسے تصرف نہیں کر سکتا اور تمام صوفیہ نے اجماع کیا اس بات پر کہ  
 اللہ تعالیٰ کو وہی پہچانتا ہے جسکو عقل ہے کیونکہ عقل آگے اور ہتیار ہے بندگی کا کہ اُس سے  
 عقل والا بندہ پہچانتا ہے اس چیز کو کہ اللہ پہچناتا ہے اور وہ آپ ہی آپ نہیں پہچان سکتی  
 اللہ عزوجل کو اور ابو بکر شہلی نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تب اُس سے کہا من آنا  
 میں کون ہوں تب عقل چپ رہی تب اسکو اللہ تعالیٰ نے وحدانیت کا سرمدے دیا اور عقل کی  
 دونوں آنکھوں کو کھول دیا تب عقل نے کہا اَنْتَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ تو اللہ ہی کوئی معبود  
 برحق تیرے سوا نہیں تو دیکھو عقل کو یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو بغیر اللہ کے پہنچوانے پہچانی  
 پھر اختلاف کیا صوفیہ نے معرفت میں کہ معرفت کیا چیز ہے سو جنید نے کہا کہ معرفت کیا ہے کہ تیری  
 جمل اور نادانی کا پایا جانا اسکا علم قائم ہونیکے پاس یعنی جب اُسکا علم اور جاننا قائم اور موجود ہو تب  
 اُس جاننے کے پاس ہی بخانا پایا جاوے اور جمل نادانی موجود ہو لوگوں نے کہا کہ کچھ زیادہ  
 بیان کیجئے کہا وہی پہچاننے والا ہے اور وہی پہچان گیا ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ تو جاہل ہے  
 اس راہ سے کہ تو ہی اور تو نے جو اُسکو پہچانا ہے تو اسی راہ سے کہ وہ وہی اور سہل نے

کیسی بنا کے ہیں اور خاص لوگوں کو اپنے کلام اور صفات سے پہچنوا یا فرمایا یا پانچویں سپارہ میں  
 أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ - کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور پندرہویں سپارہ میں فرمایا - وَتَنزِيلُ  
 مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ نِفْقَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ اور سہم اُتارے ہیں قرآن میں سے جس سے روگ  
 چنگے ہوں اور مہر ایمان والوں کو اور فرمایا نویں سپارہ سورہ اعراف میں وَبِاللَّهِ الْأَسْمَاءُ الْكُسُوفِ  
 اور اللہ کے سب نام ہیں غلطے اور انبیاء کو اپنی ذات سے جیسا کہ فرمایا سورہ شور علی میں وَ  
 كَذَلِكَ أَوْجِبْنَا إِلَيْكَ صِرَاطًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْعُهُمْ إِيَّاهُ مَا الْكِتَابُ إِذْ أَسْرَعُ بِهِيَ جَمْعُ  
 تیرے طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہی کتاب اور فرمایا سورہ فرقان میں - أَلَمْ  
 تَرَ إِلَى دَرِيَّةٍ تَوَنَّىٰ وَدُكِيَهَا بِإِسْنَةٍ وَرَبُّهَا يَنبَغُ عَلَيْهَا حَقٌّ شَدِيدٌ مِّمَّنْ لَدُنَّ رَبِّهَا بِمَا كَانُوا  
 كُفِرُوا بِهَا فِي الْإِسْلَامِ وَكَفَرُوا اس کے واسطے یہ سب مقرر فرمایا کہ خلق کو دیکھا خالق کو پہچانیں اور خاص لوگوں کے واسطے یہ سب مقرر فرمایا کہ  
 اُسکے کلام اور صفات اور سمار سے پہچانیں کہ کلام سے متعلم کو اور صفات سے موصوف کو اور اسم سے  
 سمسئی کو پہچانیں اور خلق کو دیکھ کے پہچاننے سے انکو بے نیاز اور بے پروا کیا اور انبیاء کو لوگوں کے  
 واسطے یہ سب مقرر فرمایا کہ انکو اپنی ذات کی طرف مشغول کیا وہ لوگ فعل اور صفت کو دیکھ کے  
 پہچاننے سے بے نیاز ہوئے اور بعض بڑے صوفی لوگوں نے کہا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے  
 ہرکو پہچنوا دیا اپنی ذات کو اپنی ذات سے اور اپنی ذات کے پہچاننے کی راہ ہرکو سمجھایا اپنی  
 ذات سے تب اُٹھ کھڑا ہو معرفت کا گواہ معرفت میں سے معرفت کی گواہی دینے کو اور یہ  
 گواہ کب کھڑا ہو جب پہلے حق نے اُسکو معرفت پہچنوا دے لیا تب اُسکے بعد کھڑا ہوا اُسکے  
 یہ معنی ہیں کہ معرفت کے حاصل ہونے کا کوئی سبب نہ تھا اُسکے سوا کہ اللہ تعالیٰ نے عارف کو پہچنوا دیا  
 تب اُسکے پہچنوانے سے اُسکو پہچانا اور بعض بڑے مشائخ نے کہا کہ مخلوقات جو ظاہر ہیں سو وہ  
 سب اس سبب پہچان پڑتے ہیں کہ عقل اُن پر ہجوم کرتی اور راہ پاتی اور جا پڑتی ہے اور حق  
 سبحانہ اس بات بہت دور ہے کہ عقل اُس پر راہ پاوے اُس نے تو پہلے ہی اپنی تین ہرکو پہچنوا دیا  
 کہ وہ ہمارا ہے تب پہچنوانے بعد کہا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ مین تمہارا رب ہوں یا نہیں اور یہ

ذغیر اللہ کو دیکھتا ہے \*

## چوتھی فصل تصوف کے ارکان کو بیان میں

تصرف میں لکھا ہے کہ ارکان تصوف دس ہیں ان میں سے پہلا رکن تجرید التوحید دوسرا  
 فہم السماء تیسرا حُسن العشرة چوتھا ایتناکرا لیتناکرا پانچواں ترک الأختیار چھٹا  
 سرعة الوجد ساتواں الکشف عن الخوض المظلم آٹھواں كثرة الاسفار نوں ترک الأکتیاب  
 دسواں تخیریم الادحار تجرید التوحید کے یہ معنی کہ موحد کو کسی چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مشابہ  
 اور مثل ہو گیا خیال نگذری اور اللہ تعالیٰ کے بیکار ہو گیا خیال نہ گذری یعنی خیال نگذری کہ سیوقت  
 اللہ بیکار ہوتا ہے اور فہم السماء کے یہ معنی کہ اللہ رسول کے کلام اور دین کے احکام اور سائل کو  
 کو اپنے حال کے ساتھ نہ فقط حال کے ساتھ نہیں یعنی جو کچھ ہے سوا اسکا حال ہو جاوے یعنی اُسپر  
 اعتقاد اور عمل کرنا بغیر بناوٹ کے اسکا حال ہو جاوے یہ نہیں کہ فقط اُس بات کا علم حاصل ہو جاوے  
 اور حسن العشرة کے یہ معنی کہ خوبی کے ساتھ صحبت رکھنا اور خوبی کے ساتھ زندگی گزاری اور حق  
 خرم گذارنا اور ایتناکرا لیتناکرا کے یہ معنی کہ غیر کے بھلا کرنے اور فائدے کو اپنے جان کے بھلے اور  
 فائدے پر مقدم کرنے تاکہ غیر کے بھلے اور فائدے کو مقدم کر نیکی فضیلت حاصل ہو عورت میں لکھا ہے  
 کہ ایتناکرا کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی کو چین چین کے اور پسند کر کے اُسکے فائدے کو مقدم کرے بلکہ یہ  
 معنی ہیں کہ سارے خلق کے حقوق کو اپنے حق پر مقدم کرے اور سب بات میں فرق نہ کرے اپنے  
 بہائی اور یار اور جان پہچان والے اور غیر کا اور لوگوں کے روایت کیا ہے کہ ابو الحسن انطالی کے  
 پاس تیس اور کئی مرد جمع ہوئے ایک گانوں میں رہی کے قریب اور اُنکے پاس گنتی کی کسی روٹیاں  
 تھیں اسقدر کہ اُس سے ان میں کے پانچ آدمی کا پیٹ نہ بھرے تب روٹیوں کو توڑا اور چراغ کو  
 بجھا دیا اور سب لوگ کھانا کو بیٹھے پھر جب کھانے کو اٹھایا جانا کہ لوگ کھا چکے تو دیکھتے کیا ہیں کہ کھانا  
 جیون کا تون ہے کسی نے نہ کھایا اپنے مسلمان بھائی کے کھانے کو اپنے کھانے پر مقدم سمجھ کر کہ ہم

کہا کہ معرفت کیا ہے کہ اپنی جبل اور نادانی کا پہچانا لوگوں نے ذوالنون سے کہا کہ تو نے اپنے رب کو  
 کس طرح پہچانا کہا کہ جب میں نے کسی گناہ کا قصد کیا اسی وقت اللہ تعالیٰ کے جلال اور اسکی قہر  
 کی شان کو یاد کیا تب میں اس سے شرمایا کہ وہ میرے پاس ہے ذوالنون نے اللہ تعالیٰ کے  
 اپنے پاس ہونیکے پہچاننے کو اپنی معرفت کی دلیل ٹھہرایا علیان مجنون سے لوگوں نے کہا کہ  
 تیرا حال اپنے مولیٰ کے ساتھ کیسا ہے کہا کہ میں نے اسکی نافرمانی نہ کیا جب سے اسکو پہچانا لوگوں  
 نے کہا کہ کب سے اسکو پہچانا کہا کہ جب سے لوگوں نے مجھکو مجنون پکارا علیان مجنون نے اپنے  
 اللہ سبحانہ کے پہچاننے کی دلیل اسبات کو ٹھہرایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدر اور منزلت کی تعظیم اسکو حاصل  
 تھی کہ اسکی تعظیم کے سبب نافرمانی نہ کرتا تھا اور سہل نے کہا کہ پاک ہے وہ خالو کہ نہیں پاتے  
 میں ہندی اسکی معرفت میں سے سوا عاجز ہونے کے اسکی معرفت اللہ سبحانہ کی معرفت عاجز ہونا یہی اسکی معرفت  
 ہی یعنی بقدر اسکی عظمت اور تنزیہ کو سمجھنا اسقدر اسکی ذات پہچاننے سے اپنی تین عاجز سمجھے کہ رسالہ قشیری میں  
 ہے کہ مشائخ نے معرفت کے بیان میں کلام کیا ہے سو جیسا کہ حال جسر واقع ہوا ہے ویسا  
 وہ شخص بولا ہے اور جو چیز اپنے وقت میں یعنی اس حالت میں جو اسپر غالب ہی پایا اسکی طرف  
 ارشاد کیا اب دو ایک بات رسالہ قشیری کی سنو وہ یہ ہے ابو بکر شبلی کہتے تھے کہ عارف  
 کو کچھ علاقہ نہیں رہتا اور محب کو کچھ شکوہ اور گلا کرنا نہیں رہتا اور بندے کو کوئی دعویٰ  
 نہیں رہتا یعنی جب بندہ بن جاتا ہے تب نہراتا بعد از بن جاتا ہے کسی بات میں عذر اور  
 دعویٰ نہیں کرتا اور ڈر نیوالے کو قرار نہیں رہتا اور کسیکو اللہ سے بھاگنے کی طاقت نہیں ہوتی  
 اور شبلی سے معرفت کا حال پوچھا گیا تب کہا کہ اول معرفت کا اللہ ہے اور معرفت کے آخر کا وہ حال  
 ہے جسکا نہایت نہیں ہے اور رویم نے کہا کہ عارف کیواسطے ایک آئینہ ہوتا ہے جب اس میں نظر کرتا ہی  
 تب اسکا مولا اسکے واسطے تجلی فرماتا ہے یعنی اسکے قلب کا آئینہ صاف ہوتا ہے اس میں توحید کا جمال  
 کھل جاتا ہے ابو یزید سے عارف کا حال پوچھا تب کہا کہ عارف اپنی نیند میں غیر اللہ یعنی اللہ کے  
 سوا نہیں دیکھتا اور نہ جاگنے میں اللہ کے سوا کچھ دیکھتا ہی اور نہ موافقت کرتا ہے غیر اللہ سے اور

ساری تجارتوں اور ساری پیشوں کے مثل گھاس لکڑی بیچنے اور سینے اور بنے اور کتابت کرنے وغیرہ کسب کے مباح ہونے پر جسکو شریعت نے مباح کیا ہے اس شرط پر کہ اس کسب کو بیداری اور ہوشیاری اور توکل اور احکام فقہی پر ثابت رہنے اور شب بھون سے پرہیز کرنے کے ساتھ کرے اور کسب کیا جاتا ہے آپس کی مدد کرنے کی واسطے اور طمع سے باز رہنے اور دوسروں کے دینے کی واسطے اور ہمسایہ پر مہربانی کرنے کے واسطے اور جس شخص کے ساتھ دوسرے لوگ لگے ہیں جنکا نفع اُس پر فرض ہے تو اُس شخص پر کسب کرنا فرض ہے اور جنید رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرط مذکور کے ساتھ کسب کرنے کا طور اُن عمال کے طور پر ہے جو اللہ تعالیٰ سے نزدیک کر دیتے ہیں مثل نفل نماز روزے کے تو بندہ کسب میں ویسا ہی مشغول ہو جیسا کہ جو نوافل کو اُس پر مندوب اور مستحب ہیں اُنکے ادا کرنے میں مشغول ہوتا ہے یہ سمجھ کے نہیں کہ روزی کسب کرنے سے ملتی ہے اور کسب سے فائدہ اور منافع ہوتا ہے یعنی کسب ہی عبادت ہے مگر فرض عبادت کے طور پر اُسکے اہتمام میں دن رات نہ لگا رہے بلکہ نفل عبادت کے طور پر کر لیا کرے اور روزی کا ملنا اور فائدہ کا ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ اور رسالہ سہروردی میں فرماتے ہیں کہ سو فیہ نے اجماع کیا کسب اور تجارتوں اور ہنروں کے مباح ہونے پر آپس میں نیکی اور پرہیزگاری کی مدد کرنے کی واسطے بغیر اسکے کہ اُس کو روزی کہینچے کا سبب سمجھ کہ یہ پیشہ روزی کو کہینچ لاتا ہے اور آدمی کا آخری کسب سوال ہے اور جبکہ عقل اور قوت سلامت ہے اُسکو سولہ درست نہیں انتہی ساری کتاب کا مضمون ایک ہی تقریر میں فرق ہے غرض یہ کہ جنید کے نزدیک کسب کا درجہ مباح سے بڑھے ہے اور جنید کے سوا دوسروں کے نزدیک اکیلے آدمی کے واسطے مباح ہے اُس پر واجب نہیں ہے مگر کسب مباح ہے جب کسب اُسکے توکل میں خلل نہ ڈالے اور اُسکے دین میں نقصان نہ کرے یعنی اُسکو کسی طاعت سے باز نہ رکھے کیونکہ ان دونوں صورت میں کسب حرم ہو جاوے گا جیسا کہ نیند اور سونا مباح ہے اور نماز کی وقت میں حرم اب ان دونوں صورت میں ترک الاکتساب بلاشبہ دین کے ارکان میں داخل ہے دین میں نقصان

نکھا دین تاکہ دوسرا آسودہ ہو اسطرح سب سے سمجھا اور ترک الاختیار کے یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ نے جو بندہ کو اختیار دیا ہے اس اختیار پر یقین رکھ کے نہایت توکل کسب اپنے سب کام کو اللہ پر چھوڑ دینا اور کلڑی پتھر کی طرح سے اس کے حکم کے آگے نہ جانا جہاں پھینکا وہاں جا پڑے جہاں رکھا وہاں رہ گئے جو کہا سو گیا جو منع کیا سو نکلیا اور سرۃ الوجہ کے یہ معنی کہ جو چیز اسکے دل میں اچھے حال کو ابھارے اس چیز سے اپنے باطن کو کسی وقت خالی نہ کرے مثل ذکر تلاوت نماز وغیرہ کے بلکہ ان میں مشغول رہے تاکہ جلد جلد اچھا حال آتا رہے اور جو چیز کہ حق کے زواجر اور منع کے سننے سے اسکو باز رکھے وہ چیز اپنے باطن میں نہ بھرے مثل عیاشی اور گناہ کے کام کے اور شرف عن الخواطر کے یہ معنی کہ اسکے باطن میں جو خیالات گذرین ان سب میں کھڑے اور تلاش کرتا رہے سو جو خیال کہ حق کے واسطے ہو اسکی تابعداری کرے اور جو اس کے واسطے نہ ہو اسکو چھوڑ دے اور کثرة السفر کے یہ معنی کہ عبرت پکڑنے اور دوسرے کا بھلا برا دیکھ کے اپنے اوپر تیس کرے کیوں واسطے ملک میں سیر کرے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ روم میں **أُولَئِكَ لَئِيْسِيْنَ وَاِنِیْ اَلَا مَرْمِيْنَ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَتْ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَمَا بَعْرِيْ نَمِيْنٍ** میں جو دیکھیں آخر کیا ہوا ان سے اگلوں کا اسکی معنی میں لوگوں نے بیان کیا کہ زمین میں سیر کرو معرفت کی روشنی کے ساتھ نکرت کی تاریکی کے ساتھ نہ سیر کرو اور اسباب کو چھوڑ کے سبب پر نظر کر کے اور اپنے جان سے ریاضت اور محنت لینے کے واسطے سیر کرو اور ترک الالکتساب کے یہ معنی کہ کسب کو ترک کرنا اپنے نفس سے توکل کا مطالبہ کرنے کو تعرف میں اسیتقد رہے اور یہ اکیلے آدمی کے واسطے ایک امر مباح کا چھوڑنا ہی ایک فرض کے محال کرنے کے واسطے یعنی توکل فرض ہے اور ایمان سے آگاہی جیسا کہ توکل کے بیان میں معلوم ہوگا سو بھی علی العموم بلکہ انہیں کے واسطے جنہوں نے مثل اصحاب صفہ کے اپنے اوپر توکل کے محال حاصل کرنے کو لازم کر لیا ہے اس مضمون کی شرح کے واسطے تعرف کے مضمون کو ہم شرح کر کے لکھتے ہیں مکاسب کے بیان میں تعرف میں لکھا ہے کہ صوفیہ کا قول کسب کے مقدمہ میں یہ ہے کہ بڑے بڑے صوفیوں اور خاص لوگوں نے اجماع کیا ہے

سے خریدتا ہے تب لوگ جتنی قیمت پر مانگتے بیچ ڈالتے اور دیز نکرتے خلاصہ یہ ہے کہ صوفیہ کے  
 گروہ کے خاص لوگوں نے جو کسب کو مباح کہا فرض نہ کیا تو اس سبب کہ اپنے اندر ایسا توکل پایا  
 کہ اگر مجھ کو سے مر جاتے تو اللہ تعالیٰ کی شکایت کا مضمون اُن کے دل میں ناگذر تا تو جو شخص اس مقام  
 میں پہنچے اُس پر کسب کرنا فرض نہ ہو اور یہ حال ہے اور جب کو صبر اور طاقت نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کا شکوہ  
 شکایت کرے یا سوال کرے اُس پر کسب کرنا فرض ہو لیکن بزرگ لوگ اگرچہ کسب کو فرض نہیں  
 کہتے مگر مباح جان کے اُس میں مشغول رہتے ہیں تاکہ خلق کا دل اُن میں مشغول نہ ہو کیونکہ وہ تو  
 اپنے حال کے سبب اور اپنے نفس کو تربیت کرنے اور توکل سکھانے کے واسطے دعا کے طور پر کسب  
 کو ترک کرینگے اور نادان لوگ جانیں گے کہ یہ بڑے تارک دنیا ہیں اور اُن پر جو ہم کرینگے غرضِ صوفیہ  
 کے ارکان میں جو کسب کا ترک کرنا داخل کیا تو اپنے نفس کو توکل کی تعلیم کی واسطے جیسا کہ طالب العلم  
 لوگ بھی کسب کو ترک کرتے ہیں تو اُس پر کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا ہاں اوپر جنید کے سوا دوسروں  
 کے قول میں توکل درست ہو سکتی صورت میں جو کسب ترک کرنا واجب کہا ہے سو وہ ایک حال ہے  
 انکا حال دلیل بھی نہیں ہو سکتا اور اُن پر ملامت بھی نہیں ہو سکتی اصحاب صفہ بھی کسب کو ترک  
 کئے تھے مگر اُس میں شک نہیں کہ امیر المؤمنین عثمان اور عبدالرحمن صحابی اصحاب صفہ سے افضل  
 تھے اگر متوکل کو کسب کا ترک کرنا بہتر ہوتا تو اصحاب صفہ افضل ہوتے مگر اصحاب صفہ ایک حال  
 میں تھے اپنے کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ شانِ عنے اُن پر اعتراض نکلیا اور انکا حال دلیل ہی  
 نہیں اسی واسطے اُس قول کے بعد جو سہل کا قول ہے اُس میں توکل والے کے واسطے ہی سنت کی اتباع  
 کی راہ سے کسب کو درست کہا اور صحابہ اور اولیاء اللہ کا کسب کرنا لکڑی بچینا ظاہر ہے تو کسب  
 کرنا تصوف میں افضل اور دوا کی راہ سے کسب کا ترک کرنا کیلئے آدمی کی واسطے توکل کامل حاصل  
 کرنا نیک نیت سے اصحاب صفہ کے قصوں کی اتباع کر کے رکن نظر یا تواب اُن پر اعتراض نہ رہا  
 اور اُن لوگوں کے اور سب دوسرے قول فعل سے اُنکی نیت ہی بخیر معلوم ہوتی تھی اور اس  
 زمانے میں جو بعض لوگ عیال دار کسب کو ترک کر بیٹھے ہیں سوائے قول و فعل سے اُنکی نیت

آنے کی صورت میں وطن اور روزگار وغیرہ کا چھوڑنا فرض ہے ایسا ہی حال دیکھ کے حضرات  
صوفیہ نے ترک الکتساب کو رکن مقرر کیا اور مشغول رہنا حق کے وظائف میں بہت بہتر  
اور لائق ہے اور جب توکل صحیح اور درست ہووے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہو تب کسب  
کو ترک کرنا اور اُس سے منہ پھیرنا واجب ہو اور یہ حال ہی ایسے حال والے کے واسطے بھی ترک الکتساب  
کو جو دسوار کان میں داخل کیا ہے تو کچھ خلاف نرہا اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ نماز کا ہونا  
رکن یعنی شخص پر سے ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ قیام بیار پر سے ساقط ہو جاتا ہے اسطر سے  
ترک الکتساب عیال دار پرست اور جو شخص ایسا ہی کہ تکلیف میں اللہ تعالیٰ کی شکایت کرے  
اُس پر سے ساقط ہو جاتا ہے اگر حضرات صوفیہ علی العموم ہمیشہ کی واسطے سب کے لئے کسب کا  
ترک کرنا کہتے تو یہ بات خلاف شرع ہوتی اور حق یہ ہے کہ صوفی کا مذہب سنت کی اتباع ہی  
کسب کے مناسبتاً ترک کرنا نہیں جس خصوصاً کسب کی اتباع دیکھتے ہیں اور کسب میں کسب نہیں اتباع دیکھتے ہیں ہر حال میں  
کی اتباع کی نیت رکھتے ہیں جیسا کہ عرف میں کہتا ہے اور سہل نے کہا کہ توکل والے کو کسب کرنا صحیح اور  
ٹھیک نہیں مگر سنت کی اتباع کی راہ سے توکل والے کو بھی کسب کرنا صحیح اور درست ہے یعنی یہ سمجھ کے  
کہ پیغمبروں اور بزرگوں نے کسب کیا ہے میں ہی انکی موافقت کے واسطے کسب کروں تاکہ انکی  
متابعت اور موافقت کے طفیل سے میری نجات ہو جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اکیسویں پارہ  
سورہ احزاب کَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ  
وَذَكَرَ اللَّهَ كَذِكْرٍ تَمَّ كَوْبَهُ تَحَى سَيَكْفِي رَسُولَ كِي جَالِ جَو كَوْنِي كَه اُمِيد رَكْتَا هِي اَللّٰهُ كِي اَوْر كِچْھلے دن  
کی اور یاد کرنا ہے اللہ کو بہت سا اور غیر توکل کو کسب کرنا مباح نہیں ہے مگر آپس کی مدد کی واسطے  
یعنی بال بچے کی اور جتنا نفقہ فرض ہے انکی مدد کے واسطے تاکہ خلق کا دل مجھ سے بے فکر رہے  
اور مجھے خلق کو نفع پہنچے اور یہ اصل مسلمانی ہے کہ دوسروں کا بوجھ لے چلنا اور اپنا بوجھ کسی  
پر نہ رکھنا ابراہیم ادھم جب مکہ معظمہ میں مقیم تھے تب حرم کے حد سے باہر نکل جاتے اور لکڑی  
لاتے اور بازار میں چارتے کہ مَنْ يَتَّبِعِي الطَّيِّبِ بِالطَّيِّبِ يَعْنِي كَوْنِ پاك چيز كو پاك مال



چکورا ندھا اور لنگڑ اور کمزور دیکھا تب متعجب ہو کے اُسکے حال میں غور کرنے لگا کہ یہ چکورا  
اڑنے اور چلنے اور دیکھنے سے عاجز بھی یہ کیا چیز کھاتا ہے وہ اسی غور میں تھا کہ یکا یک زمین  
پھٹ گئی اور دو پیالیان نکلن ایک میں عصار کیا ہوا تھلور دوسری میں صاف پانی تھا تب اُس چکور نے اُس تل کو  
کھایا اور اُس پانی کو پیا پھر زمین پھٹ گئی اور پیالیان غائب ہو گئیں اُس صوفی نے کہا  
کہ جب میں نے یہ ماجرا دیکھا تب میرے دل سے رزق کے اہتمام کا خیال جاتا رہا انتہی معلوم  
ہوا کہ ایسے لیے حال کے سبب تو کل مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ کس کو ترک کر دیتے ہیں  
اور تحریم الادخار کے یہ معنی ہیں کہ اپنے صیغ سے جو بیچ رہے اُسکو جمع کر رکھنے کو اپنے اوپر  
حرام کر دینا اپنے حال کی موافقت کے واسطے کچھ شریعت میں ذخیرہ کرنا اور آئندہ کے واسطے  
رکھ چھوڑنا حرام نہیں ہے بسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے حق میں فرمایا جو اہل  
صفہ میں سے تھا اور مر گیا اور ایک دینار چھوڑا تب فرمایا کہ اُسکو اس دینار کے سبب سے  
ایک داغ داغا جاو گیا چونکہ اُس شخص نے ترک ادخار کو اپنے حال کی موافقت کے واسطے  
اپنے اوپر لازم کر لیا تھا اس واسطے حضرت نے یہ بات فرمایا دوسروں کے واسطے حاجت سے جو زیادہ  
ہو اُسکا جمع کر رکھنا اور ذخیرہ کرنا درست ہے اور جب اُسکا مال زکوٰۃ کی نصاب کو پہنچے تب اسپر  
زکوٰۃ واجب ہے اگر مال رکھ چھوڑنا درست نہ ہوتا تو زکوٰۃ اور قربانی اور صدقہ فطر اور حج کا حکم  
کو واسطے ہوتا سبب کی دلیل کی حاجت نہیں مگر تحریم الادخار کو صوفیہ نے جو اپنے اوپر  
لازم کر لیا ہے اُسکا بیان سنو سو ایک تو یہی دلغ والا بیان ہے اور دوسرے عوارف میں  
لکھا ہے کہ صوفیہ کی یہ چال ہے کہ ایسا صیغ کرتے ہیں کہ محتاج بھی نہیں ہوتے اور ذخیرہ بھی  
میں کرتے یعنی مال سبب کو رکھ نہیں چھوڑتے اسکا یہ سبب ہے کہ صوفی اللہ تعالیٰ کے  
تمل کے خزانے کو دیکھتا ہے سو وہ اُس شخص کے مشابہ ہے کہ جو دریا کے کنارے پر  
قیم ہے اور اپنی مشک میں پانی نہیں رکھ چھوڑنا جانتا ہے کہ جب مجھ کو حاجت ہوگی  
فی بلا حساب موجود ہے ابو بکر یہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہی معلوم ہو یہ صوفی نہیں ہیں غرض یہ کہ ترک الکتاب جو تصوف کے ارکان میں داخل ہے سو عموماً  
 بیکے واسطے نہیں ہے جیسا کہ اوپر کے بیان سے بخوبی معلوم ہوا اور یہی ہے کہ چونکہ ترک الکتاب  
 صوفی کا کام ہے اور تصوف کے کمال کی نشانی کہ دس لوگ کسب اور پیشہ پر اعتماد اور بھروسہ  
 نہیں کرتے اس واسطے اسکو ارکان تصوف میں داخل کیا اور یہی ہے کہ ترک الکتاب کی حقیقت  
 دریافت کرنا کہ کسے واسطے کسب کا ترک کرنا افضل ہے اور کس واسطے کسب کرنا افضل ہے یہ ارکان  
 تصوف میں داخل ہے جیسا کہ یہ مضمون ابو الجنب سہروردی قدس سرہ کے رسالہ کے  
 مضمون سے صاف ظاہر ہی فرماتے ہیں کہ اجماع کیا ہے صوفیہ نے اس بات پر کہ جس شخص نے  
 روزی طلب کر نیکی اتہام کو ترک کیا ہے اور روزی پھانسی کا ضامن جو اشرہ سوا سکی  
 ضمانت پر بھروسہ کیا ہے تو ایسے شخص کو واسطے پیشے اور کاریگریوں کے اشتغال کا ترک  
 کرنا اور طاعت کے واسطے اپنی تین فارغ رکھنا نہایت بڑی بات اور افضل ہے مگر یہ  
 کہ سب کے نزدیک مجلس اور اکیلا مکان اور لوگوں سے ملنا جلنا اور کنارے رہنا برابر ہے  
 اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھتا ہے ایسے شخص کے واسطے اشتغال کا ترک  
 کرنا افضل نہیں اور بعض صوفیہ نے کہا کہ رزق کے اتہام میں ایسا نہ لگے رہو کہ رزاق پر  
 روزی نہ پہچانیکی تمت لگاؤ اور اسکی ضمانت پر بھروسہ نہ کرو اور بعض صوفیہ سے کسی نے  
 پوچھا کہ کہاں سے اور کس مکان سے کھاتے ہو تب کہا کہ اگر کہیں سے اور کسی کے مکان سے  
 ہوتا تو فنا ہوتا یعنی ہمیشہ نہ ملتا اور اسکا کیا اعتبار تھا اور دوسرے صوفی سے کسی نے پوچھا کہ  
 کہاں سے کھاتے ہو تب کہا کہ جو مجھ کو کھلاتا ہے اس سے پوچھو کہ کہاں سے وہ مجھ کو کھلاتا ہے  
 انتہی اس قصہ سے یہی سمجھا گیا کہ ان لوگوں کو اللہ پر ایسا توکل ہوتا ہے کہ روزی کے مقدمہ  
 میں اُسکے سوا کسی کا خیال مطلق نہیں رہتا اور عوارف کے تنوین باب میں ہے کہ بعض صوفیہ  
 کی حکایت ہے کہ اُسکے دل میں رزق کے اتہام کرنے کا خیال گذرا یعنی یہ خیال گذرا کہ روزی  
 کے اتہام کو واسطے کوئی کسب کرنا چاہیے پھر بعض صحرا اور کشادہ میدان کی طرف گیا اور ایک

سائل یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کا جاننا جمع ہے اور اللہ تعالیٰ کے امر کا جاننا تفرقہ ہے اور بندے  
 کو ان دونوں باتوں کا جاننا ضرور ہے ابو بکر زین نے کہا کہ جمع عین فنا باللہ ہے یعنی فقط اللہ  
 پر ٹک لگ جاوے اور اسکے سوا کچھ نہ معلوم ہو یہی عین فنا باللہ ہے اور یہی جمع ہے اور  
 تفرقہ عبودیت ہے یعنی اپنی تین بندہ جاننا اور عبودیت کا حق ہے حق بجالانا اور جمع اور تفرقہ  
 ایسے میں ایک دوسرے سے متصل اور لگے ہیں یعنی اللہ کی توحید اور معرفت اور اسکو جاننا  
 جمع ہے اور اسکے حکم کا جاننا اور عبودیت کا حق ادا کرنا اور اپنی تین بندہ جاننا تفرقہ ہے تو مثلاً  
 یہ ہوا کہ جب بندے نے اللہ کو جانا تب یہ جمع کہلایا اور جب اپنی تین بندہ جانا تب تفرقہ  
 کہلایا اور دونوں بات ضروری ہیں اور ایک گروہ نے غلطی کیا اور دعوا کیا کہ دس لوگ عین  
 جمع میں ہیں اور اس بات میں اشارہ کیا صرف توحید کے طرف کہ بس جو کسی توحید ہے اور کچھ  
 نہیں اور ان لوگوں نے اپنے اختیار سے عمل کرنے کو چھوڑ دیا اور کافر ہو گئے اور اس بات کی  
 حقیقت یہ ہے کہ جمع روح کا کام ہے اور تفرقہ قالب کا کام اور جب تک روح اور قالب کی  
 ترتیب باقی ہے تب تک جمع اور تفرقہ سے چارہ نہیں اور دونوں کا ہونا ضرور ہے رسالہ قشیری  
 میں فرماتے ہیں اور بندی کو جمع اور فرق سے چارہ نہیں اس واسطے کہ جسکو اللہ تفرقہ نہیں تو اسکے  
 واسطے عبودیت نہیں یعنی جو تفرقہ کا قائل نہیں سو اپنے بندے ہونے کا بھی قائل نہیں اور جبکہ  
 واسطے جمع نہیں اسکے واسطے معرفت نہیں یعنی جو حق پر ٹک نہیں لگاتا اور حق کو ثابت نہیں  
 کرتا اسکو معرفت حاصل نہیں سو اللہ تعالیٰ کا فرمانا **إِيَّاكَ تَسْبِّحُ** تجھی کو ہم بندگی کرتے ہیں  
 اشارہ ہے فرق کے طرف اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا **إِيَّاكَ تَسْبِّحِينَ** تجھی سے ہم مدد چاہتے  
 ہیں اشارہ ہے جمع کی طرف انتہی عوارف اور امام قشیری کے رسالہ کے مضمون سے وحدت  
 وجود والوں کی بات رد ہوئی یعنی جو لوگ ہمہ اوست اور سبکو خدا کہتے ہیں انکی بات رد ہوئی  
 کیونکہ حضرات صوفیہ کا یہ مذہب نہیں ہے تصوف کی کسی کتاب میں یہ بات ثابت نہیں بلکہ  
 سب کتابوں میں اس بات کا رد موجود ہے اور رجال صوفیہ میں سے کوئی اس بات کا قائل نہ تھا

سے سنا کہ آپ نے فرمایا مَا مِنْ يَوْمٍ إِلَّا وَمَلَائِكَةٌ يُنَادِيَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا اللَّهُمَّ اعْطِ  
 صَافِقًا حَلْفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ اللَّهُمَّ اعْطِ مُنْسِكًا حَلْفًا كَوْنِي رُوْزْنِيْنَ هُوَ تَا مَكْرِبِهِ كَه دُو  
 فرشتے پارتے ہیں ایک انہیں کا کہتا ہے یا اللہ سے تو خراج کرنے والے کو پیچھے آئیے الاینے  
 خراج کے بعد پھر اسکے پاس مال موجود ہو جاوے اور دوسرا کہتا ہے یا اللہ سے تو بخیل کو ہلاک ہونا  
 یعنی بخیل کا مال نیست ہو جاوے اور روایت ہر انس رضی اللہ عنہ سے اُسنے کہا کہ كَانَ دَسْوَلُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْنِيْ حَيْرِ ذَخِيرَهُ نَبِيْنَ رَا كَهْتِي تَه  
 اور جمع نہیں کر رکھتے تھے کل کے واسطے عوارف میں اور بھی زیادہ لکھا ہے یہاں طول ہونے کے  
 خوف سے اُس میں سے تھوڑا سا لکھا اور یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلال  
 رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے پاس ایک ڈھیری سوکھی کھجور کی دیکھا تب فرمایا  
 یہ کیا ہے اسی بلال تب اُسنے کہا کہ جمع کر رکھتا ہوں یا رسول اللہ تب حضرت نے فرمایا کہ تو ڈرتا  
 نہیں یعنی اللہ سے ڈرتا نہیں خراج کر اسی بلال اور مت ڈخرج سے اور اسے کہ وہ خراج کرنے سے  
 کم کر دیکھا انتہی ایسی ایسی حدیثوں کے سبب سے حضرات صوفیہ نے بٹورنے کو اپنے اوپر حرام کر  
 طور پر جو کر رکھا ہے سو اُسکی وجہ سنو وہ یہ ہے کہ حضرات صوفیہ ادخار کو جو اپنے اوپر حرام کر لے  
 ہیں تو اس واسطے نہیں کہ شریعت کے علم سے یہ ادخار کا حرام ہونا ثابت ہے بلکہ اپنے حال کی موافقت  
 کے واسطے یعنی شریعت میں ذخیرہ رکھنا حرام نہیں کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اپنے عیال کے واسطے ایک سال کا قوت رکھا تھا اور یہ اپنے رخصت اور امت پر آسانی کیواسطے  
 کیا تھا تو اگر یہ بات شریعت میں درست اور رخصت نہ ہوتی تو آپ کو واسطے کرتے لیکن فقر اور محتاج  
 کا اختیار کرنا اور اپنی مراد کو ترک کرنا اور نفس کو دبانا اور حق کے سوا دوسری کی طرف سے منہ پھراننا  
 اور اسکے غیر کے اعتماد اور بعد سے کو چھوڑنا اور حق نے جو روزی پہچانے کا وعدہ کیا ہے اُس وعدے  
 کے وفاء کرنے کی تہمت حق پر نہ لگانا اس گروہ کا حال ہے اور یہ گروہ اس بات کے مدعی اور مدعو  
 کرنے والے ہیں تو جب اس راہ پر قدم رکھا تو انکو اپنے دعویٰ تصدیق پہچانا واجب ہوا سو اس واسطے

رہ گئی اور اللہ ہی اللہ رہ گیا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کے افعال کا دیکھنا تفرقہ ہی  
 اور صفات کا دیکھنا جمع ہے اور ذات کا دیکھنا توحید اور بعضے صوفیوں سے لوگوں نے پوچھا  
 کہ اللہ تعالیٰ سے کلام کیوقت موسیٰ علیہ السلام کا کیا حال تھا تب کہا کہ موسیٰ سے موسیٰ بن مشابہ  
 گیا تب موسیٰ کو موسیٰ کی خبر نہ رہی بعد اسکے اللہ نے کلام کیا سو مشکل اور مکمل یعنی بات کہنے والا  
 اور بات سننے والا وہی تھا اور موسیٰ کس طرح سیکھتا کہ اللہ نے جو انکی طرف خطاب یعنی اشارہ کر کے  
 بات کہا اسکو اپنی اوپر لیتے اور پھر جواب دیتا اگر وہ سنی اپنی قوت سے سنے اور اسکی یہ معنی ہین کہ اللہ تعالیٰ  
 نے موسیٰ کو ایک قوت بخشا تب اس قوت سے موسیٰ نے اللہ کا کلام سنا اور اگر وہ قوت نہ ملتی  
 تو موسیٰ اللہ کا کلام نہ سن سکتے اور انہیں کلمات میں سے اُنکا قول تجلی اور ستار میں ہے  
 تجلی معنی روشن اور ظاہر ہونا ہے ستار معنی پردہ میں ہونا جنید نے کہا کہ تجلی اور ستار  
 آدیب یعنی ادب دینا ہے اور تہذیب یعنی پاک کرنا اور اصلاح کرنا ہے اور تہذیب یعنی گھلانا  
 اور گھلانا ہے سو تہذیب ستار اور پردہ میں ہونے نام ہے اور یہ مقام عوام صوفیہ کی وسطی  
 یعنی عوام صوفیہ کو ستار کے سب سے وہ سجان ادب دیتا اور تعزیر اور تنبیہ کرتا ہے تاکہ ہوش نہ کریں  
 اور یہی ستار خواص کے واسطے رحمت ہوتا ہے جیسا کہ قریب ہی معلوم ہوگا ایسا ہی رسالہ  
 قشیری میں ہے اور رسالہ قشیری میں لکھا ہے کہ عوام اس گردہ کے جو ہین سوان کی زندگی  
 تجلی میں ہے اور انکی بلا پردے میں اور لیکن خواص لوگ سووی بیہوشی اور خوشی کے درمیان  
 میں رہا کرتے ہین جب اسپر تجلی ہوتی ہے تب بیہوش اور بدحواس ہوتے ہین اور جب اسپر  
 پردہ ہوتا ہے تب پھر اپنی حظ یعنی زندگی کے کاروبار دینی اور دنیاوی کی طرف متوجہ ہوتے  
 ہین اور خوشی کے ساتھ گزران کرتے ہین انتہی یہ مضمون جنید کے قول کی شرح ہے اور  
 کہہی صفات کی تجلی ہوتی ہے اور کہہی ذات کی تجلی ہوتی ہے یعنی سالک پر کہہی اللہ تعالیٰ کے  
 افعال کھل جاتے ہین کہہی صفات کھل جاتے ہین کہہی ذات اسکے شرح نسبت کے بیان کی فضل  
 میں ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ نے ستار کی حالت میں اپنی طرف سے خواص کو

تو جو شخص ایسی بات کہے سو صوفی نہیں ہاں بعض حکیموں نے اس بات کو کہا ہے سو اُسکی جہالت اور حکیم بننے کی نشانی ہے۔ اس بات کے رد لکھنؤ کی حاجت نہیں جمع اور تفرقہ سے صاف دریافت ہو گیا کیونکہ لا الہ الا اللہ جمع ہے اور محمد رسول اللہ تفرقہ ہے مگر یہ نہ سمجھیں تو پھر مگر اور اُسکی تصدیق باطل ہو جاوی اور یہ عقائد کفر ہے جیسا کہ قریب ہر عارف کی عبارت مذکور ہوئی کہ جو جمع بلا تفرقہ ہی سوز ندۃ ہے ایسی بات کہنے والا اگر مجنون اور دیوانہ ہی تو دیوانہ اور اگر ہوش والا ہی تو زندقہ ہی اگرچہ اس سے خرق عادات اور زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی ظاہر ہو مگر وہ شخص جھوٹا ہی اور واسطی نے کہا کہ جب تو نے اپنے نفس کی طرف دیکھا تب تفرقہ کیا گیا یعنی تفرقہ کے مقام میں آیا اور جب تو نے اپنے رب کی طرف دیکھا تب جمع کیا گیا یعنی جمع کے مقام پر پہنچا اور جب تو نے سبھا کہ اللہ کی سوا میں دوسرے کو سبب قائم ہوں یعنی میرا بھلا بُرا اور فائدہ نقصان اللہ کے سوا دوسرا کرتا ہی تب تو ٹٹ گیا اور نرانا چیز ہوانہ جمع کے مقام میں رہا نہ تفرقہ کے مقام میں اور لوگوں نے کہا ہے کہ ذات کے مشاہد ہی والے جمع کے مقام میں ہیں اور صفات کے مراقبہ والے تفرقہ کے مقام میں ہیں اور جمع اور تفرقہ کے کہی یہ معنی کہتے ہیں کہ جب کسی عمل کی نسبت اپنی طرف کیا کہ یہ مجھ سے ہوا یا اپنے کسی عمل کو دیکھ کے اُسکی نسبت اپنی طرف کیا تو وہ تفرقہ کے مقام میں ہی اور جب سب چیز کی نسبت حق کی طرف کیا تب جمع کے مقام میں ہی اور یہ ساری اشارات اسی بات کی خبر دیتی ہیں کہ کون کون یعنی مخلوق کو تفرقہ بولتی ہیں اور ملکون یعنی خالق کو جمع بولتے ہیں سو جسے اکیلے ملکون کو دیکھا وہ جمع کے مقام میں ہے اور جس نے کون کو دیکھا وہ تفرقہ کے مقام میں ہے تو بس تفرقہ عبودیت ہی اور جمع توحید ہی سو جب کسی طاعت کو اپنا عمل اور کسب دیکھ کے معلوم کیا کہ یہ طاعت مجھ سے ہوئی تب تفرقہ کے مقام میں آیا اور جب جانا کہ یہ طاعت اللہ نے کروایا تب جمع کے مقام میں پہنچا اور جب فنا کے مقام میں پہنچا یعنی نہ اُسکو اپنا خیال باقی رہا نہ اپنی طاعت کا اور نہ طاعت کے کروانے کا فقط اللہ ہی پر ٹٹ لگ گئی تب یہ مقام جمع الجمع کہلاتا ہے یعنی اصل ہی اصل

جو کام کرتا ہو اُس میں اپنی طرف نہ دیکھے کہ میں نے یہ کام کیا بلکہ اُس کام کے بجالاتے میں اللہ کا احسان  
 اپنے اوپر دیکھے کہ اُس نے یہ کام مجھے لیا تو تجرید غیر کو مٹا دیتی ہے یعنی ثواب اور عوض کے خیال  
 کو مٹا دیتی ہے مگر یہ خیال رہتا ہے کہ یہ کام مجھے ہوا اور تفرید اُس کے نفس کو سہی مٹا دیتی ہے یعنی اُسکو  
 اپنی نفس کا سہی خیال نہیں رہتا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کے دیکھنے میں بندے کا غرق ہو جانا اور اپنی  
 کام کرنے کو بھول جانا یہ تفرید ہے اور انہیں کلمات میں سے ہے وجد اور وجود اور تو اجداد  
 وجد اسکو کہتے ہیں کہ بندے کے باطن پر بندے کے کسب کے فیض ذکر تملوات وغیرہ کسب کو  
 ایک خوشی یا حزن یعنی غمناکی اللہ تعالیٰ کے طرف سے وارد ہوتی ہے اور اُترتی ہے اور اُسکی جو  
 صورت شکل بھی اس صورت شکل سے متغیر کر دیتی ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی وجد  
 کی راہ سے جھانکتا ہے اور وہ وجد جو اُترتا ہے سو ایک شگاف ہے کہ مغلوب علیہ یعنی جسکو  
 اس وجد نے دبا لیا ہے اور جیسو وہ وجد اُترتا ہے اپنی آواز سے اُس شگاف کو دریافت کرتا اور  
 پاتا ہے اور اُسی راہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہے اس خاکسار کے نزدیک اُسکی شج یہ ہے  
 کہ قرأت یا ذکر کی وقت یا بہشت اور اللہ کی دیدار کی بشارت وغیرہ اس قسم کے مضمون سنے  
 کی وقت بندے کے دل پر بے اختیار خوشی غالب ہوتی ہے کہ مارے خوشی کے بے ہوش اور بے جا  
 ہو جاتا ہے یا قبر کا عذاب یا دوزخ کا عذاب وغیرہ اس قسم کے مضمون سنے کی وقت خوف اور غم  
 غالب ہوتا ہے تب بندہ بے ہوش اور بے جا ہوا ہو جاتا ہے تب اُس وقت جو سانس لیتا ہے یا ہو کا لفظ  
 یا اللہ کا لفظ بول اُٹھتا ہے یا نماز میں اللہ اکبر یا سبح اللہ من حمدہ یا ربنا لک الحمد کہتا ہے یا جبر سے  
 قرأت کرتا ہے خصوصاً جب مداد اکر تا ہے تب اپنی آواز میں ایک شگاف اور سوراخ پھلتا ہے  
 تب ایسی راہ سے اللہ کی طرف دیکھتا ہے تو گو یا وہ آواز ایک شگاف ٹھہری اور یہ مضمون خوف یا  
 خوشی کی وقت اپنی نماز تملوات کی حالت میں غور کرنے اور سوچنے سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے اور  
 اللہ تعالیٰ کی حضوری کے خیال سے جو اسکی طرف دل کھینچتا ہے تو اُس میں ایک جھانکتے کی سی  
 لذت ملتی ہے اور یہ بات سبکو حاصل ہے سوچے تو دریافت کرے مگر مرشد کے پاس دوچار

کے واسطے اور ان کے سوا دوسروں کی واسطے رحمت باقی رکھا اور بخشا ہی سو خواص لوگوں  
 کے واسطے استار میں کیا رحمت ہی بیہ رحمت ہی کہ استار کے سبب اپنی نفس کی درستی اور  
 اصلاح کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور یہ فائدہ استفراق کی حالت میں کہاں سے ہوتا اس حالت میں  
 تو نہ اپنا ہی ہوش رہتا ہی اور نہ اپنے نفس اور اسکی اصلاح کا ہوش اور استار میں ان کے  
 سوا دوسروں کے واسطے کیا رحمت ہی بیہ رحمت ہے کہ اگر خاص لوگوں کو استار کی حالت  
 نہ ہوتی تو ان سے کوئی فائدہ نہ لیتا یعنی تربیت اور تلقین اور توجہ وغیرہ کا فائدہ نہ پاتا اس  
 سبب کہ دی لوگ تجلی کی حالت میں جمع الجمع میں یعنی ذات کے دیکھنے میں غرق رہتے اور  
 اللہ تعالیٰ جو واحد قہار ہوا اسکے سامنے حاضر رہتے بعضے صوفیہ نے کہا کہ باطن میں حق کی  
 تجلی کی نشانی یہ ہے کہ باطن وہ چیز نہ معلوم کرے جو بیان میں آوے اور فہم میں سماوی  
 اور جو شخص اپنے باطن میں ایسی چیز پاوے جسکا بیان کرے یا سمجھے تو وہ شخص استدلال کے خیال  
 والا ہے اللہ کے جلال اور عظمت کا دیکھو والا نہیں ہے یعنی جیسا کہ اللہ کے مخلوق کو اسکی معرفت کی  
 دلیل نظر آتا رہی ویسا جو چیز بیان اور فہم کے قابل اسکے باطن میں نظر پڑے وہ ہی ایک مخلوق  
 کا خیال ہے اس صورت میں وہ جلال اور عظمت کی تجلی کا دیکھنے والا نہیں ہے اور بعضے صوفیہ نے  
 کہا کہ تجلی کیا چیز ہے بشریت کے پردوں کا اٹھ جانا ہے کہ بشریت کا آڑ نہ باقی رہے یعنی اپنا  
 اور اپنے وجود کا خیال مطلق نہ باقی رہے اور حق کے مشاہد کا آڑ نہ پڑے اور یہ نہیں کہ حق  
 غرض کی ذات رنگ بدلتی ہے اور استار یہ ہی کہ تیرے درمیان میں اور عیب کے دیکھنے کے  
 درمیان میں یعنی اللہ کے دیکھنے کے درمیان میں بشریت آڑ پڑے اور انین کلمات میں سے  
 تجرید اور تفرید ہے اور تجرید سے ان لوگوں کا اشارہ ہے ہسبات کے طرف کہ بندہ جو کام  
 کرتا ہے اس میں عوصن کا خیال نہ کرے جو کام کرے دنیا اور آخرت میں اسکی عوصن کے طرف  
 دیکھ کے نہ کرے بلکہ اسپر جو حق کی عظمت کھل گئی ہے اسپر نظر کر کے اس کام کو کرے اور اس  
 کام کو اپنی طاقت کے موافق عبودیت اور فرمانبرداری کی راہ سے کرے اور تفرید یہ ہی کہ بندہ



سورخ کی راہ سے دیکھنے کی سی ہے اور یہ ابتدا میں ہوتا ہے اور مشاہدہ میں دیکھنے کی مثال کشادہ میدان میں دیکھنے کی سی ہے اور یہ انتہا کا حال ہے اور حقیقت میں دونوں حالت کا دیکھنا انگہ کے دیکھنے کے طور پر نہیں ہے جیسا کہ مشاہدہ کے بیان میں انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوگا اور انہیں کلمات میں سے غلبہ ہے اور غلبہ ایک وجد ہے کہ پے درپے دوسری وجد میں آتا ہے سو وجد مثل برق کے ظاہر ہوتا ہے یعنی اُسکو قرار نہیں ہوتا آیا اور گیا اور غلبہ کا ویسا حال ہے جیسے بجلی جب برابر پے درپے چمکنے لگتی ہے تب پہلی جگہ میں دوسری ملتی جاتی ہے اور جبکو غلبہ ہوتا ہے اُسکو تیز نہیں باقی رہتی تو وجد جلدی سے موقوف ہو جاتا ہے اور غلبہ باطن کو بیہوش کر دیتا ہے اس ضمنوں کی شرح تعرف کے مضمون سے خوب ہوتی ہے وہ یہ ہے صاحب تعرف فرماتے ہیں کہ غلبہ ایک حال ہے کہ بندے پر ظاہر ہوتا ہے اُس حالت میں سبب کا ملاحظہ اور ادب کی رعایت نہیں باقی رہتی یعنی شریعت میں جو سبب مقرر ہیں کہ اس سبب سے یہ کام درست یا نہ درست ہوتا ہے سو اسکا لحاظ نہیں کرتا ہے اور شریعت کے آداب کو نگاہ نہیں رکھ سکتا اور بغیر قصد کے بے اختیار اس سے بے ادبی کے کام ہو پڑتے ہیں اور اُسکی خودی اور ہوش کو ایسا لے لیتے ہیں کہ جو بات اوسکے آگے آئی والی ہے اُسکی تمیز نہیں رہتی یعنی یہ تمیز نہیں رہتی کہ اس کام سے آئندہ کو یہ ہوگا اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مغلوب سے بعضا ایسا کام ہو پڑتا ہے کہ جو اُسکے حال سے واقف نہیں ہوتا وہ اُسپر انکار کرتا اور اُس سے ناراض ہوتا ہے یعنی جیسا کہ عقل والا جب دیوانی کی بے ادبی دیکھتا ہے تب اگر اُسکو اسکو دیوانہ پن کی خبر نہیں ہوتی تو اُسے ناراض ہوتا ہے اور اگر اُسکو پہچانتا ہے کہ یہ دیوانہ ہے تو اسے ناراض نہیں ہوتا اُسکو معذرت سمجھتا ہے اور اُسپر رحم کرتا ہے اور اُسے غلبہ کی حالت ہوتی ہے اُسکو خندہ کتبہ میں اور غلبہ کی حالت جب آگن ہوتی اور جاتی ہے تب اُس پر آتا ہے اور اپنی حال میں سوچتا ہے کہ یہ مجھے کیا حرکت ہو پڑی اور غلبہ کی حالت کے ساکن ہونے اور بٹھہر جانے کو اور غلبہ کی حالت ہونے کو سکون بولتے ہیں اور جن چیزوں سے اُسپر غلبہ کا حال ہوتا ہے وہ یہ چیزیں ہیں خوف یا ہیبت یا اجلال یعنی بہت بزرگ جانتا یا جیسا یا اسطر حکم بعضے

روز سمجھنے سے بخوبی بلاشبہ آسانی سمجھ جاوے گا اور یہ جہانگنا اور دیکھنا ویسا ہی ہے جیسا کہ  
 قریب بڑی تھلی کی نشانی میں بیان کر چکے ہیں اُس دیکھنے کو نہ بیان کر سکتا ہے نہ سمجھ سکتا اور اس  
 وجد کے شکاف کی راہ سے دیکھنا ویسا ہی ہے جیسا کہ فی لکیکو دور سے ایک بار یک سو راخ کی راہ سے  
 جہانگنا ہے اور اُس جہانگنے میں بڑا تکلف کرنا اور آنکھ دہانا پڑتا ہے پہر بھی خاطر خواہ نہیں دیکھا  
 اور عرف میں لکھا ہے کہ دل پر جب کوئی خوف یا غم پہنچتا ہے یا آخرت کے احوال کا کوئی مضمون  
 اُسکو نظر آتا ہے یا بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں جو حالت ہی وہ کھل جاتی ہے تب اسی کو وجد  
 کہتے ہیں اور صوفیہ نے کہا ہے کہ وجد جو ہے سو دل کا کان اور اُسکی آنکھ ہے انتہی دونوں کتاب مضمون  
 ایک ہی خلاصہ یہ ہے کہ یہ وجد عذاب کی دہشت یا جدائی کی درد یا شوق اور محبت کے جوش سے ہوتا  
 ہے تو جب یہ حال کسی میں ظاہر ہوتا ہے تب صوفیہ بولتے ہیں کہ فلا سنے پر وجد ظاہر ہوا یعنی اُسکو  
 باطن میں کوئی خوف یا درد ظاہر ہوئی اور عرف میں ہے کہ نوری نے کہا کہ وجد ایک شعلہ ہی  
 کہ باطن میں ابھرتا ہے اور وہ شعلہ شوق کے سبب سے ظاہر ہوتا ہے تب باتہ یا نون وغیرہ  
 عضو اس وجد کے وارد ہونے کی وقت میں ماری خوشی یا غم کے بمقارری کہتے ہیں انتہی اور  
 تو اجد وجد کا حاصل کرنا ہے ذکر کر کے اور تفکر اور مراقبہ اور غور کر کے اور وجود کیا ہے اُس وجد  
 والی شکاف کا کشادہ ہونا وہ کب ہونا ہے جب بندہ وجدان یعنی پالنے کے کشادہ مکان کی طرف نکلتا ہے  
 اور اس حال کا یہ بیان ہے کہ گویا کہ پہلے محبوب کو ایک سو راخ کی راہ سے دیکھتا تھا اور اب محبوب کو کھلی میدا  
 میں دیکھنے لگا سو وجدان کے ساتھ وجد نہیں باقی رہتا اور پہلی کھلا آنکھ سے دیکھنے کے ساتھ خبر کی  
 حاجت نہیں باقی رہتی سو وجد کو زوال آگتا ہے اور وجد کا یہ حال ہے کہ آیا اور چلا گیا اور وجود  
 پہاڑ کی طرح سے ثابت رہتا ہے اور ٹلتا نہیں خلاصہ یہ کہ وجد مشاہدہ اور معرفت کا حال سے  
 جیسا کہ عرف میں ہے کہ وجد کو زوال ہوتا ہے اور معرفت ثابت اور قائم رہتی ہے اور سکون  
 نہیں ہوتا اور سو راخ کی راہ سے دیکھنے اور کشادہ میدان میں دیکھنے کا جو بیان کیا سو یہ تشبیہ  
 دیا ہے کہ وجد کی حالت میں جو دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہے اس دیکھنے کی مثل

تو یہ قبول کرنے میں یہ آیت اترا فرمایا اللہ تعالیٰ نے نوین سپارہ سورہ انفال میں بیا تھا اللہ  
 آموا ان تفتقوا اللہ یجعل لکم فرقا ناً ویکفر عنکم سبیاتکم و لیغفرکم عن اللہ ذوالفضل  
 العظیم  
 اسی ایمان والو اگر ڈرتے رہو گے اللہ سے تو کر دیکھا تم میں فیصلہ اور اتار دیکھا تم سے تمہارا  
 گناہ اور تمکو بخش گیا اور اللہ کا فضل بڑا ہے تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کھول دیا اس قصہ  
 کو صاحب تعرف مغلوب کے معذور ہونے کی دلیل لاتے ہیں کہ پہلے تو ابولبابہ کا اشارہ کرنا خیانت  
 اور گناہ تھا پھر گناہ جو ہو بڑا تھا تو شیر کباب یہ تھا کہ حضرت کے پاس آتا اور عذر کرتا تب حضرت  
 اسکو واسطے استغفار کرتے سو یہ تو یہ کیا اپنی تین ستون میں بانڈا اور یہ خیانت کے بعد  
 دوسری بے ادبی ہوئی لیکن چونکہ یہ حرکت خوف کے غلبہ سے ہوئی اور ابولبابہ مغلوب تھا  
 اسواسطے آنحضرت نے معذور رکھا اور چونکہ اسکی باطن میں قصد درست تھا وہی بے ادبی  
 اسکی مغفرت کی باعث ہوئی اور تعرف اس غلبہ کے حال کی دلیل میں دو قصہ اور یہ بیان کیا ہے  
 طول کے سبب اسکے لکھنے کی حاجت نہیں اسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے  
 اسلام کی بچک غلبہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال مشرکوں سے صلح  
 کرنے چاہا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراف کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے  
 انکو سمجھایا تھا اور حضرت نے انکو معذور رکھا پھر جب غلبہ کی حالت جاتی رہی تب حضرت  
 عمر بہت نادام ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں اس جرات اور اعتراف کے  
 خوف سے ہمیشہ روزہ رکھا کرتا اور صدقہ دیا کرتا اور غلام آزاد کیا کرتا اور نماز پڑھا کرتا  
 یہاں تک کہ مجکو رجا اور امید ہوئی کہ اللہ میرا بھلا کر لگیا اور سیر سے جب آنحضرت  
 نے عبد اللہ ابن ابی سفیان کے جنازہ کی نماز پڑھنے چاہا تھا تب حضرت عمر نے قسم  
 کیا تھا اُس میں بھی حضرت نے معذور رکھا اور ابوطیبہ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 سنگمی کھینچا تب محبت کے غلبہ سے اُس خون کو پے گئے اور شریعت میں خون پینا منع  
 ہے لیکن چونکہ غلبہ کی حالت میں اُس نے یہ کام کیا اسواسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو

احوال یعنی عذاب کا خوف غلبہ کرتا ہی اور شرع کی حرمت کے خیال کرنے سے ہیبت غلبہ کرتی ہے اور مشاہدہ کی حالت میں اللہ کو بہت ہی بزرگ جاننے کا غلبہ ہوتا ہے اور اپنے قصور کے خیال کو ترک کیا غلبہ کرتی ہے اور اسی غلبہ کے سبب آدمی بیہوش اور مغلوب ہو جاتا ہی جیسا کہ اس غلبہ کا حال ابی لبابہ ابن عبد المذکر کے قصہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہی وہ یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو سعد ابن معاذ کے حکم پر اترنے کا حکم دیا کہ تمہاری حق میں سعد ابن معاذ جو حکم کرے سو تم لوگ قبول کرو تب بنو قریظہ اور سعد ابن معاذ سے چونکہ قرابت تھی سبہوں اس بات کو قبول کیا اور ابی لبابہ اور نبی قریظہ ہی قرابت تھی اس واسطے ان لوگوں نے ابی نباشہ کو شور مچایا کہ سعد ابن معاذ حکم پر ہم رہنی ہوں تب ابی لبابہ نے اپنے ہاتھ سے اپنی حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی وہ تم کو قتل کا حکم دیکھا پہر پیچھے سے اس بات سے پشیمان ہوا کہ ہم نے اللہ کے رسول کی خیانت کیا پہر برابر چلا گیا اور اپنی تین تین مسجد میں جا کر اُسکی ستونوں میں سے ایک ستون میں باندھا اور کہا کہ میں ہمیشہ اس مکان پر اس طرح سے بند رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے توبہ قبول کرے اور جو گناہ مجھ سے ہوا اُسکو معاف کرے سو یہ ایسا مضمون ہی کہ جب ابی لبابہ پر اللہ تعالیٰ کا خوف غالب ہوا تب وہ غلبہ ابی لبابہ کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے درمیان میں آڑ پڑا اور حالانکہ ابی لبابہ کا آنحضرت کے پاس اُس وقت آنا واجب تھا اللہ تعالیٰ کے فرمانے بموجب فرمایا اللہ تعالیٰ نے پانچویں پارہ سورہ نساء میں وَكُؤاْهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُ اللّٰهُ وَاسْتَغْفَرَ لِكُمْ الرَّسُوْلُ لَوْ جَدُّ وَاَللّٰهُ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ اور ان لوگوں نے جو وقت اپنا برا کیا تھا اگر آتے تیرے پاس پہر اللہ سے بخشواتے اور بخشواتا انکو رسول تو اللہ کو پاتے معاف کر نیوالا مہربان اور شریعت میں اپنی تین ستونوں میں باندھنے کا حکم نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیر سے ابی لبابہ کو نہ دیکھا تب فرمایا کہ اگر میرے پاس آتا تو میں اُسکے واسطے استغفار کرتا اور اس سے اسکا گناہ بخشواتا پہر لیکن جب اُس نے کیا ہے جو کیا توبہ میں اُسکو کھولنے والا نہیں یہاں تک کہ اللہ اُسکا توبہ قبول کرے پہر اللہ تعالیٰ نے اُسکے

کو مشکل معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ اُس مناجات اور بھید کو روح اپنے اندر جانے پر سب  
 الگ ہو کے اور قلب کو اُس کے خرنمیں یہ خاکسار کہتا ہے کہ یہ وہی مسامرتہ ہے جسکو فتوح الغیب  
 میں لکھا کہ مشاہدہ جمال کی حالت میں فرسے کی باتیں اور حکایتیں آرام دینے والی ہوتی ہیں اور  
 انہیں کلمات میں سے ہی سکورا اور صحو سو سکر کیا ہے حال کے سلطان کا غالب ہو جانا یعنی حال  
 اُسکو دبا لے کر نشے والوں کی طرح سے متوالا اور بیہوش ہو جاوی اور صحو کیا ہے کہ بیہوشی  
 کے بعد پہرہ ہر کے اپنے کام کے درست کرنا اور باتوں کے آہستہ کر نیکی طرف رجوع  
 ہو محمد ابن صلیف نے کہا کہ سکر کیا ہے مجسوب کے ذکر اور یاد آنے کی وقت دل کا جوش کرنا  
 اور واسطی نے کہا کہ وجد والوں کے مقامات چار ہیں پہلے ذہول یعنی بھول جانا اور غافل  
 ہونا بعد اسکی حیرہ یعنی حیران اور پشیمان ہونا بعد اُسکے سکر یعنی بیہوش اور متوالا ہونا بعد اسکی صحو یعنی بیہوشی کے بعد پشیمان  
 ان چاروں کی مثال جیسے ایک شخص نے دریا کو سنا بعد اسکے دریا کے قریب گیا بعد اسکے دریا میں  
 بیٹھا بعد اسکے اُسکو موجوں نے لیا یعنی دریا کو سنا تو اُسکے حال سے ابھی غافل ہے جب اسکے قریب  
 گیا تب اُسکو دیکھ کر حیران ہوا اور جب دریا میں بیٹھا تب بیہوش ہو گیا اور جب موجوں کے  
 چلنے لگنے لگے تب بیہوش ہوا اور اپنے نکلنے اور جان بچانے کی فکر میں ہوا تو اسکی بیابان کو جب  
 جس شخص پر اُس حال کا اثر باقی ہے جو حال اُسکی رگ رگ اور سارے اجزا میں بھین گیا  
 رہا تو اسپر سکر کا اثر باقی ہے اور جو شخص ایسا ہے کہ اُسکے ساری اجزا اپنے اپنے ٹھکانے  
 اور حالت اصلی پر آگئے ہیں تو وہ صاحبی یعنی بیہوش والا ہے تو سکر ہوتا ہے ار با ب قلوب  
 یعنی دل دل والوں کی واسطے جو اپنے دل کی صفائی اور ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور صحو ہوتا ہے  
 اُنکے واسطے بن پر غیبی چیزوں کی حقیقتیں کھل جاتی ہیں اور انہیں کلمات میں سے ہے محاور  
 اثبات سو محو حاصل ہوتا ہے صاف نفوس کے دور کرنے سے کہ اپنے نفس کی صفائی کو  
 دور کرے اور مشاوی اور اثبات حاصل ہوتا ہے ایسا ہے کہ سالک لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت  
 کے آثار کے پالے گہو ماسے جاتے ہیں یعنی جب نفس کی صفیٹیں مٹ گئیں تب محو حاصل ہوا

معدور رکھا اور فرمایا کہ دوزخ کی آگ کے بہت آڑ کر نیوالون کا تونے آڑ پکڑ لینے تو دوزخ کی آگ سے بچا سو یہ قصے اور اُسکے مانند بہت قصے ہیں انسے یہی دلیل سمجھی جاتی ہے کہ غلبہ کی حالت اچھی ہے اور جو بات سکون کی حالت میں درست نہیں ہوتی سو غلبہ کی حالت میں درست ہوتی ہے اور جس شخص میں سکون ہوتا ہے وہ شخص اسوقت اور اس حدتہ میں ایسا کام کرتا ہے کہ وہ کام مغلوب کے کام سے بہت اچھا ہوتا ہے اور مغلوب کے حال سے محکوم والی کا حال بہت مضبوط اور کامل ہوتا ہے جیسا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے یعنی عمر نے جب اعتراض کیا تو ابو بکر کو معلوم تھا کہ اسوقت یہ مغلوب ہیں لیکن ابو بکر کو سکون کا مقام حاصل تھا اس واسطے عمر کو معدور رکھا تو عمر غلبہ کی حالت سے معدور ٹھہرے اور ابو بکر سکون کی حالت سے معدور ٹھہرے کیونکہ اُنکا سکون اللہ کے حکم کی تابعداری تھی انتہی اس بیان سے معلوم ہوا کہ مغلوب کی تقلید ہوش والیکو درست نہیں اور شرح تعرف میں لکھا ہے کہ لکسا ادب کے ترک کرنے میں اسوقت معدور ہوگا جب وہ ترک ادب کے بغیر قصد کے ہو پڑا ہوگا اور اُس کام کے بغیر قصد ہو پڑنے کی یہ نشانی ہے کہ جب ہوش ہو تب اُس کام کے ہو پڑنے کا غدر کرے اور اُس کام کو ہمیشہ نکر تا ہوا اتفاقاً کبھی وہ کام ہو پڑا ہو اور لیکن جب بے ادبی کے کام پر ہٹ کرے گا اور ایک بار جو ایسا کام ہو پڑا تھا پھر اُس کام کو قصد کرے گا تب سزا کے قابل ہے معدور رکھنے کے قابل وہ شخص نہیں اس مضمون سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ہمیشہ خلاف شرح کام کیا کرتے ہیں مثلاً انشا کی چیز کھایا پیا کرتے ہیں یا داڑھی مونڈا یا کرتے ہیں وغیرہ ایسا کام کیا کرتے ہیں وہی مغلوب نہیں کہلاتے اور وہ معدور نہیں ہیں اور انہیں کلمات میں سے مسامحہ مسامحہ کے معنی لغت میں آپس میں کہانی اور قصہ کہنا عوارف میں فرماتی ہیں کہ وہ مسامحہ کیا ہے کہ ارواح کا ایلا ہونا چھپی ہوئی مناجات اور لطیف اور باریک بھیدوں کے ساتھ سر میں یعنی باطن کے باطن میں اور اُن مناجات اور بھیدوں کا دریافت کرنا قلب

نام حق یقین ہے خلاصہ یہ کہ علم یقین ہی اللہ کی ذات کی طرف اشارہ کرتا ہے اور عین یقین اللہ کی صفات کے طور اور تجلی اور کھلنے کا نام ہے اور سیکو مشاہدہ کہتے ہیں سو وہ ہی ذات کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی صفات کے کھلنے سے ذات پہچان پڑتی ہے تب اسی حالت حق یقین کہتے ہیں اور جنید نے کہا کہ حق یقین وہ چیز ہے جو بند کے نزدیک ثابت اور متحقق ہو جاوے اور وہ ثابت اور متحقق ہونا ایسا ہوتا ہے کہ غیوب یعنی پردہ کی چیزوں اور اُن دیکھی چیزوں کو ایسا دیکھتا ہے جیسے دیکھنے کی چیزوں کو کھلی کھلا آنکھ سے دیکھتا ہے اور پردہ کی چیزوں کو جانتا ہے اور اُسکی خبر دل کے صدق سے دیتا ہے جیسا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے خبر دیا جب رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اپنے بال بچوں کے واسطے کیا چھوڑا تب کہا کہ اللہ کو اور اُسکے رسول کو یعنی صدیق کو اپنے بال بچوں کی پرورش کی واسطے اللہ کے موجود ہونیکا ایسا یقین تھا کہ گویا اللہ کو اپنے گھر میں کھلی کھلا دیکھ کے آئے تھے اور رسول کو تو دیکھتے ہی تھے اور بعضے مشائخ صوفیہ نے کہا کہ علم یقین معرفت کا حال ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے افعال کے علم حاصل ہونے سے جو اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے اور یقین حاصل ہوتا ہے اور عین یقین جمع کا حال ہے یعنی صفات کے کھل جانے سے جو اللہ کو پہچانتا ہے اور یقین حاصل ہوتا ہے اور حق یقین جمع الجمع کا حال ہے توحید کی زبان کے ساتھ یعنی ذات کی توحید کھل جانے سے جو ایک ہی کو دیکھتا ہے اور اُسکے وجود کے سوا دوسرا وجود نظر نہیں پڑتا تو اس حالت کو حق یقین کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ یقین کی واسطے نام اور رسم اور علم اور عین یعنی ذات اور حق اور حقیقت نام ہے صوفیوں کا نام اور رسم یعنی اسم یقین اور رسم یقین جو ہم صوفیہ کی واسطے ہے اور علم یقین اولیا کی واسطے ہے اور حق یقین خواص اولیا کی واسطے اور حق یقین انبیا کے واسطے اور حقیقت حق یقین کی جو ہے سوائے واسطہ ہستی علیہ السلام خاص کے گئے ہیں اور انہیں کلمات میں سے ہر وقت اور وقت سے مراد ہے وہ حالت جو بندے پر غالب ہے اور بندے پر جو چیز زیادہ غالب ہے سوائے اس وقت ہی سوائے کہ وقت مثل تلوار کے ہے وقت گذرتا ہی اپنے حکم سے اور کٹتا ہے یعنی اُس حالت میں بند

اور جب اللہ کی محبت کے پیالے پیا اور اسکی محبت کا نشا ہوا تب اثبات حاصل ہوا اسواسطے کہ محو  
جبے سواپنے اعمال کی رمون کا مشادینا ہے ایسے نفس کی طرف اور جو کام نفس سے صادر ہوتا  
ہی اسکی طرف فنا کی نظر سے دیکھ کر کے اور اثبات کیا ہے ثابت کرنا اپنے اعمال کی رمون کا اس  
اعتقاد سے کہ حق نے اسکو اپنی طرف سے وجود دیا ہے اور وہ حق کے قائم کرنے سے قائم ہے کچھ  
آپ ہی آپ قائم نہیں ہے کیونکہ پہلے اسکو حق نے اسکی اوصاف سے مشا دیا تب محو حاصل ہوا  
بعد اسکے سر نو اسکو حق نے ثابت کیا یعنی اپنی تئیں اور اپنے اعمال کی تئیں اللہ کی بخشش اور  
دینی سمجھا ابن عطاء نے کہا کہ محو اثبات اسکو کہتے ہیں کہ اللہ جو بندوں کے اوصاف کو مشا دیتا ہے  
اور ان کے باطن کے معاملہ کو ثابت اور مضبوط کرتا ہے اور انہیں کلمات میں سے ہی علم یقین اور  
میں یقین اور حق یقین سو علم یقین وہ یقین ہے جو غور اور فکر اور دلیل تلاش کرنے کی  
راہ سے حاصل ہوا اور عین یقین وہ یقین ہے جو کھل جانے اور عطا اور بخشش کی راہ سے حاصل ہوا  
اور حق یقین وہ یقین ہے کہ وصال کے قاصد کے اترنے کے سبب جب صلصال کی آلائش یعنی  
اپنے وجود سے جدا ہونا ثابت ہوتا ہے تب وہ یقین حاصل ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اللہ کے مشا ہد  
سے جب کوئی چیز اڑ نہ پڑے یہاں تک کہ اپنے بدن کا خیال نہ رہے اور اپنا بدن اڑ نہ پڑے  
تب اسکو وصال کہتے ہیں اسی حالت کو حق یقین کہتے ہیں فارس نے کہا کہ علم یقین اس یقین  
کو کہتے ہیں کہ جس میں اضطراب اور گھبراہٹ نہیں ہوتی یعنی جس بات کا اپنے  
علم اور جان نے کے سبب سے یقین ہے اس میں گھبراہٹ نہیں ہوتی اور عین یقین  
اس یقین کو کہتے ہیں کہ جو یقین اللہ تعالیٰ نے باطن میں امانت رکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے  
مومن بندے کے دل میں جو یقین ڈال دیا ہے اور وہ یقین دلیل کا محتاج نہیں ہے اور اسکو  
مشا ہد کہتے ہیں جیسا کہ آگے معلوم ہوگا اللہ تعالیٰ اور جس علم میں یقین کی صفت نہیں  
پائی جاتی ہے وہ مشا ہد کا علم ہے اور جب اس علم میں یقین ملا تب وہ بے مشا ہد کا علم ہوا  
یعنی علم یقین ہوا اور جس چیز کی طرف علم یقین اور عین یقین اشارہ کرتا ہے اسکی حقیقت کا



کیواسطے ہی یعنی جسے معرفت چمک جاتی ہے اُن کے واسطے ہی اور ری ارباب احوال یعنی احوال  
 دلے کیواسطے ہے اور اسکا بیان یہ کہ احوال وہ چیز ہے جو قرار پکڑتا اور ٹھہرتا ہی اور جو چیز  
 قرار نہیں پکڑتی تو وہ حال نہیں ہے وہ لو اسع اور طوال ہے یعنی ایک چمک آئی اور گئی اور کہا گیا ہی  
 کہ حال ٹھہرا نہیں رہتا کیونکہ وہ بدلا کرتا ہے اور جب ٹھہرا رہتا ہے وہ مقام ہوا جیسا کہ یہ مضمون  
 حال اور مقام کے بیان میں معلوم ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور یہاں مصنف کی یہ مراد ہے کہ  
 لو اسع اور طوال ایک تجلی کی چمک سی آئی اور گئی اس میں خوب امتیاز نہیں ہوتی اور حال قرار  
 پکڑتا اور ٹھہرتا ہے چراغ کی روشنی کی طرح ہے کہ اُس میں خوب امتیاز ہوتی ہے تب اُس کے بعد  
 بدلتا ہے اور انہیں کلمات میں سے ہر محاضرہ اور مکاشفہ اور مشاہدہ سو محاضرہ ارباب تلون  
 کیواسطے ہے تلون کے معنی قریب ہی آتے ہیں یعنی جنکا رنگ بدلا کرتا ہے اُنکی حضوری  
 کو محاضرہ کہتے ہیں اور مشاہدہ ارباب تکمیل کیواسطے ہی تکمیل کے معنی قریب ہی آتے ہیں یعنی  
 جنکی ارواح ذات کے نور کی چمک دکھتی ہے اور رنگ نہیں بدلتا اُنکی حضوری کو مشاہدہ کہتے  
 ہیں اور مکاشفہ و نون کے درمیان کے حال کو کہتے ہیں یہاں تک کہ مشاہدہ قرار پکڑے تو  
 محاضرہ علم والون کے واسطے ہی یعنی علم یقین والون کی حضوری کو محاضرہ کہتے ہیں اور  
 مکاشفہ عین والون کے واسطے ہے یعنی عین یقین والون کی حضوری کو مکاشفہ کہتے  
 ہیں اور مشاہدہ حق والون کے واسطے ہی یعنی حق یقین والون کی حضوری کو مشاہدہ بولتے  
 ہیں اور انہیں کلمات میں سے ہے طوارق اور بواہی اور بواہ اور واقع اور قاصد اور طوالع  
 اور لو اسع اور لو اسع لغت میں طوارق معنی صبح کا ستارہ یعنی جو تارہ صبح کو نکلتا ہے طوارق  
 اُسکی جمع ہے اور بواہی معنی پہلے جنیز بواہی اُسکی جمع ہے اور بواہ معنی یکایک آپکے ہیں اور  
 بے اندیشہ آئینہ بواہ اُسکی جمع ہے اور واقع معنی چڑھا ہوا سے اُترنے والا اور واقع معنی  
 آگ لگانے والا اور طالع معنی نکلنے والا اور صبح کا ذب اور بلال طوالع اُسکی جمع ہے اور لاج  
 معنی روشن ہونے والا اور چمکنے والا لو اسع اُسکی جمع ہے اور لاج معنی چمکنے والا اور ظاہر ہونے والا

کا حکم اور اختیار نہیں رہتا اور کبھی وقت سے مراد لجاتی ہے وہ حالت جو بندے پر ہجوم کرتی  
 اور آپڑتی ہے اور وہ حالت بندے کے کسب نہیں آپڑتی بلکہ خود اچکی میں یکایک آپڑتی ہے  
 اور بندے میں تصرف کرتی ہے تب بندہ وقت کے حکم میں ہو جاتا ہے یعنی وقت کا تابع اور جاتا  
 ہے لوگ بولتے ہیں کہ فلا نا وقت کے حکم میں ہے یعنی جو چیز بندے کے اختیار سے سرزد ہوتی  
 ہے سولے لی جاتی ہے اس سبب کہ اس کے بجائے وہ چیز قائم ہوتی ہے جو حق کی طرف  
 سے ہوتی ہے یعنی اس حالت میں بندہ اپنے اختیار کو بھول جاتا ہے اللہ کے اختیار میں  
 اپنی تین سوئیاں دیتا ہے اور انہیں کلمات میں سے ہے غیبت اور مشہود و مومنہ ہو گیا ہے کہ اللہ کے  
 سامنے حاضر ہونا ایک وقت مراقبہ کی صفت ساتھ اور ایک وقت مشاہدہ کھفت کے ساتھ اور جب تک بندہ مشاہدہ  
 ساتھ یا مراقبہ کے ساتھ موصوف ہے تب تک بندہ حاضر ہے یہ جب مشاہدہ اور مراقبہ  
 کا حال کم ہو گیا تب حاضر ہونیکے ایڑہ سے نکل آیا اب وہ غائب ہے اور یہ غیبت کا حال ہے  
 اور حضرت صوفیہ غیبت کبھی مادی یعنی ہن غائب ہونا شہیاد اور ساری چیزوں سے حق کو حضور  
 میں حاضر ہونے کے سبب یعنی حق کے حضور میں حاضر ہونے اور ایک گناہ سبب کوئی چیز اسکو نظر نہیں پڑتی تو اس معنی کی  
 صورت میں اسکا حاصل جا پڑتا ہے فنا کے مقام کی طرف یعنی پہلے معنی کی راہ سے مشاہدہ اور  
 مراقبہ کی حالت کی حضور کی مشہود بولتے ہیں اور اس حالت کے کم ہونیکو غیبت اور اس معنی  
 کی راہ سے فنا کے مقام کو غیبت بولتے ہیں اور انہیں کلمات میں سے ہے ذوق اور شرب  
 اور ری لغت میں ذوق سے چکھنا اور کسی چیز کا مزہ آزمانا اور شرب معنی ایک حصہ پانی  
 اور پینے اور کھانے کی چیز اور یہی معنی سیراب ہونا اور آسودہ ہونے کے پانی پینا اور صوفیہ کی اصطلاح  
 میں جو معنی ہن سوا میں ہی اسی معنی کی رعایت ہے سو ذوق ایمان ہے اور شرب علم اور یہی  
 حال یعنی جب ایمان لایا تو معرفت کا مزہ چکھا اور جب علم حاصل ہوا تو معرفت کا ایک حصہ  
 ملا اور جب کہ حال آیات پوری معرفت حاصل ہوئی سو ذوق از باب بواوۃ اور بواوی یعنی  
 مجتہدی اور شروع کے حال والے کی واسطے ہے اور شرب از باب طواع اور لولع اور بواوی

حال ہوتا ہے دوسری صفات کھلنے سے کچھ اور حال ہوتا ہے۔ اس طرح تیسری چوتھی و علیٰ ہذا القیاس  
 کے کھلنے سے حال بدلتا جاتا ہے پھر ارباب قلوب کیواسطہ صفات کے شمار کے موافق تلویات ظاہر  
 ہوتی ہیں اور دو تلویات جو ظاہر ہو کر تھی ہیں سو قلوب اور ارباب قلوب کو عالم صفات ٹلنے  
 نہیں دیتیں یعنی ارباب قلوب اور صاحب دل لوگ عالم صفات کی سیر کیا کرتے ہیں اور ان کا  
 حال بدلا کرتا ہے کبھی بقدری اور یحییٰ ہوتی ہے لہذا گرتا ہے خوف غالب ہوتا ہے اور کبھی  
 آنکہ کو ٹھنڈا ہک اور دل میں روشنی اور خوشی حاصل ہوتی ہے اور لیکن ارباب تکمین یعنی تکمین  
 والے لوگ جو ایک مقام پر قائم رہتے ہیں وہ لوگ اجرا ل کے مشائخ یعنی جعلی اور کھڑھی سے  
 باہر نکلے ہیں اور دل کے پردوں کو پہاڑ دیتے ہیں اور انکی ارواح ذات پاک کے نور کی چمک  
 کو پایا ہے سو تلویں دور ہو گئی ذات میں تغیر ہونیکے سبب **سوا** سوا کے اس سجانے کی ذات  
 حوادث اور تغیرات کے آنے سے بہت بزرگ ہے یعنی اسکی ذات میں نیا حادثہ اور بدلتا نہیں  
 لگتا سو جب تکمین والے لوگ دل کے پردوں سے چھٹ کے قرب کے مقام میں جو تجلی ذات  
 نشانیں ہیں پہنچتے تلویں ان دور ہو گئی سوا بوقت میں تلویں **نفس** اور جوں میں ہوتی اساطیر کہ جی قلب کے  
 مکان میں ہے اسکی طہارت اور پاکیزگی کے سبب سے اور تلویں جو جی میں رہتی ہے اسکے سبب  
 تلویں والا تکمین کے حال سے باہر نہیں ہوتا سوا سے **نفس** میں تلویں کا جاری ہونا جو ہے  
 سو انسانیت کی رسم اور طور کے باقی رہنے سے ہے اور **نفس** میں قدم کا ثابت رہنا یہی ہے کہ حق  
 یعنی ذات کھل جاوے یعنی تکمین والا ذات کے کھلنے کے مقام میں ثابت اور ٹھہرا رہتا ہے  
 اور تکمین کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بندے کا حال نہ بدو کیونکہ وہ بشر ہے یعنی بشر کا حال بدلتا  
 ہے ذات کی تجلی نہیں بدلتی اور اس تکمین سے ہماری یہ مراد ہے کہ بندے پر جو حقیقت یعنی  
 ذات کھل گئی ہے سو بندے سے کبھی نہ پوشیدہ ہوتی ہے اور نہ کم ہوتی بلکہ زیادہ ہوتی  
 ہے اور تلویں والے کا یہ حال ہے کہ کسی اس کے **نفس** صفات کے ظاہر ہونیکے وقت  
 اسکے حق میں کوئی چیز کم ہو جاتی ہے اور بعض احوال **حقیقت** غائب ہو جاتی ہے

اور لواع اسکی جمع ہے صاحب عوارف فرماتے ہیں کہ یہ سب لفظین معنی میں قریب قریب  
 ہیں اور ممکن ہے کہ اس میں بات کو کشادہ کرین مگر سب باتوں کا حال ایک معنی کی طرح رجوع  
 کر گیا یعنی ایک ہی معنی سب باتوں سے جو جسے جاوینگر اور عبارت زیادہ ہوگی تو بات کے کشادہ  
 کرنے میں کچھ فائدہ نہیں اور ان ساری ناموں کا مقصود یہ ہے کہ یہ ساری نام حال کے  
 مقدمات اور شروع پر بولے جاتے ہیں سو جب حال درست ہو ایسے حال پایا گیا تب یہ سب  
 لفظین اور انکے معنی ٹھیک ہوئے یعنی مبتدی کے دل پر جو لفظ کے مزوں کے سبب سے  
 تارکی ہوتی ہے جب اسپر تجلی افعال یا صفات یا ذات یا قریب اور حضوری کی ذرا سی چمکی  
 یا نمود ہوئی یا کھل گئی اور مبتدی کے قلب کے حال میں ترقی شروع ہوئی تب اس حال کو بولتے  
 ہیں طوارق بوادی وغیرہ یعنی سلوک الی اللہ سے جو مقصود ہے سو شروع ہونے لگا اور یہ  
 بات ہی اپنی حال میں غور کرنے کی صاف معلوم ہوتی ہے تو اپنی حال میں غور کرنا ضروری ہے تاکہ طوارق اور بوادی کے  
 دریافت کرنے سے اسکا دل بڑھے اور مشاہدہ حال ہوئی امیر قوی ہو اور مجاہدہ میں دل لگے اور شوق زیادہ ہو اور  
 یہ تجلی مذکور کا ذرا سا چمک جانا خوب سوچنے اور ہوش کرنے سے ایک ہی دور و زمین معلوم  
 ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور انہیں کلمات میں سے ہے تلوین اور تمکین لغت میں تلوین معنی رنگ  
 بزرگ کرنا اور تمکین معنی کسی کا پائون جگہ پر قائم کرنا اور صوفیہ کی اصطلاح میں جو معنی ہیں  
 اسکا بیان مصنف فرماتا ہے کہ تلوین ارباب قلوب کی واسطے ہے یعنی جن لوگوں کا معاملہ  
 سے علاقہ رکھتا ہے اور وہ معاملہ بوادی سے لیکے تجلی صفات تک ہے کہ یہ قلب سے علاقہ  
 رکھتا ہے اور ذات کی تجلی روح سے علاقہ رکھتی ہے اس واسطے فرماتے ہیں کہ تلوین یعنی  
 حال کا بدن ارباب قلوب کے واسطے ہے اس واسطے کہ وہ لوگ قلب کے پردوں کے نیچے  
 ہیں اور قلب کا یہ حال ہے کہ پردوں سے خلاص پاکے اور چھوٹ کے صفات کی طرف  
 جاتا ہے اور نپے صفات کھلنے لگتی ہیں اور صفات کے واسطے تعدد یعنی صفات بہت سی ہیں  
 اس واسطے تلوین کے درجے ہی متعدد ہوتے ہیں یعنی ایک صفات بندہ پر کھلنے سے ایک

صوفیہ لوگ ایسے ہیں یعنی اُن عبارات کا بھید اُنکے سوا کسیکو معلوم نہیں اور وہ عبارات اُن لوگوں میں آپس میں بولنے کی اصطلاحات ہیں ایسا نہیں لگتا کہ اُن کے سوا اور لوگ اُن عبارات کو سمجھیں اور بولیں سوا اُن عبارات میں سے جو ہلکے یا دہین اُن کی خبر دیتے ہیں اور اُن کے معنی کو مختصر بات کے ساتھ ہم کھوتے اور بیان کرتے ہیں اور اس بیان میں ہمارا یہی مقصد ہے کہ اُن عبارات کے معنی بیان کریں اور یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ سب معنی جنکو اُن عبارات نے اپنے اندر جمع کر رکھا ہے بیان کریں کیونکہ وہ سب معنی اشارے میں نہیں آسکتے اور اُن کا کھول کے بیان کرنا تو بہت دور ہے لیکن اُن عبارات کے احوال کا جو بھید سوا اُنکے بیان کرنے سے عبارت عاجز ہے اور وہ احوال اُن احوال والوں میں پرکھو ہیں انتہی ہے پہلے حضرات صوفیہ سے توجہ اور مراقبہ اور ذکر اور مذہب پر مضبوطی کی باتوں کا فیض جو جاری ہوا ہے ہم کئی فصلوں میں لکھ کے تب اُن کے طریق اور احوال اور علم کا بیان لکھیں گے انشاء اللہ اس میں یہ عرض ہے کہ ان باتوں کے دریافت کرنے سے اُن حضرات سے اعتقاد بہم پہنچا گیا تب اُنکے احوال اور طریق اور اُنکی ماہیت کو دریافت کر لیا گیا پھر جب اُنکو خوب پہچان لیا گیا تب اُنکے طریق میں داخل ہو گا اور سارے حال اور مقام اُسکو ملین گے +

## ساتویں فصل توجہ کے اقسام اور توجہ کی تاثیر اور توجہ دینے کے طریقہ کے بیان میں

تفسیر فتح العزیز میں سورہ اقر کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ کامل لوگ جو اپنی تاثیر دوسروں میں دیتے ہیں اور اہل طریقت کے اسکو توجہ بولتے ہیں سو وہ تاثیر چار قسم ہوتی ہے پہلی قسم تاثیر ہلکا سی ہے وہ اسطور پر ہے کہ مثلاً ایک شخص اچھا خوب اور بہتر عطر لٹکا کے مجلس میں آویں اور اس عطر کی بو ہنشینوں کے دماغ میں تاثیر کرے اور اُسے لذت پادین اور اس قسم کا توجہ سارے قسموں کے توجہ سے بڑا کمزور ہے اسواسطے کہ اس قسم کے توجہ کا اثر صحبت کی مدت بہر باقی

اور جیسا کہ تکلیفیں والا ذات کے پہلنے کے مقام پر ثابت رہتا ہے ویسا تلویں والا ایمان کے مقام پر ثابت رہتا ہے اور احوال کے قاصد کے آنے سے اُسکا حال بدلتا ہے اور انہیں کلمات میں سے ہے نفس اور کہا جاتا ہے کہ نفس منتہی کی واسطے ہے اور وقت مبتدی کے واسطے اور حال متوسط یعنی میانے آدمی کے واسطے اور گویا کہ اس بات میں صوفی لوگوں کا اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ مبتدی کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آئیوا آتا ہے جو ٹھہرنا نہیں جیسا کہ قریب ہے طوارق وغیرہ کے بیان میں گذرا اور متوسط صاحب حال ہے کہ اُسکا حال اُسکے اوپر غالب ہے اور یہ حال اہل باب قلوب اور تلویں والے کا ہے تو متوسط اہل باب قلوب ٹھہر کر جیسا کہ قریب ہی معلوم ہوا اور منتہی صاحب نفس ہے اُسکا حال قنار پکڑنے والا ہے اسکا حال وقت اور بار بار غیبت اور حضور کے ساتھ بدلتا نہیں بلکہ اُسکے وجد میں اُسکے جی کے ساتھ ملے ہوئے اور ادرستیم ہوتے ہیں بار بار بدلتے نہیں تو منتہی جی صاحب نفس اور اہل باب تکلیفیں ٹھہرے اور صوفیوں کے اشارے کے یہ سب کلمات جو مذکور ہوئے سو یہ سب احوالوں کے احوال ہیں یعنی جس احوال کے جو لوگ ہیں اُن میں وہ احوال پایا جاتا ہے اور اُن احوال والوں کو ان احوالوں سے ذوق اور شہرب حاصل ہے یعنی اس احوال کا شہرت چکھتے اور پیتے ہیں عوارف کا مضمون تمام ہوا :- **فائدہ** - اب سالک کو لازم ہے کہ اپنے حال میں غور کرتا ہے کہ ان مذکورہ حالوں میں سے اس وقت مجھ کو کون حال حاصل ہے اور ان سب کلمات کا مضمون خوب سمجھ کے یاد رکھے تاکہ اپنی تئیں اور دوسروں کی تئیں سچی پہچان سکے اور یہ سب مضمون سالک کے بڑے کام کے ہیں انکو یہ کام اور سفیائے ندہ بخانے اور تصوف کی ساری معتبر کتابوں میں ان کلمات کو لکھا ہے اور انکی بڑی خوبی اور بزرگی بیان کیا ہے چنانچہ عرف میں ان کلمات کی عظمت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ اوپر جو سمنے عقائد وغیرہ بیان کیا ہے سو اسیں صوفیہ کے گروہ کے سوا اور لوگ بھی ایسے مثل فقہاء اور متکلمین وغیرہ کے شریک ہیں اور اب ہم صوفیہ کے گروہ کی کئی عبارات بیان کرتے ہیں کہ ان میں

کہ ایک روز ان کے گھر میں کئی شخص مہمان ہوئے اور کچھ کھانے کی چیز موجود تھی حضرت  
 خواجہ مسلمانوں کی ضیافت کی فکر میں نہایت پریشان خاطر ہوئے کھانے کی تلاش کرنے  
 لگے اتفاقاً ایک نانوائی حضرت کے گھر کے قریب دوکان کرتا تھا حضرت کی اس تشویش کی سکو  
 خبر ہوئی تب ایک خوان بھر بہت اچھی روٹی پکا کے بہت سگن معن سالن کے ساتھ حضرت  
 کی خدمت میں لایا اس سلوک سے آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے  
 اُسے عرض کیا کہ مجھ کو اپنا سا کر دیجئے فرمایا اس حالت کی بروہت تو نہ کر سکیگا دوسری چیز  
 مانگ نانوائی اسی سوال پراٹھا رہا اور خواجہ اُسکو طے جاتے تھے آخر کو جب نانوائی نے  
 بڑی منت و لجاجت کیا تب خواجہ لاچار ہوئے اُسکو ایک حجرہ میں لیگئے اور تاثیر اتحادی اپر  
 کیا جب حجرہ سے نکلے تو خواجہ اور نانوائی کے درمیان میں صورت اور شکل کا کچھ فرق تھا  
 لوگوں کو پہچاننا مشکل ہوا اس قدر فرق تھا کہ حضرت خواجہ ہوش میں تھے اور وہ نانوائی  
 بیہوش اور بیخود آخر کو تین روز کے بعد اُس نانوائی نے اسی سکر اور بیہوشی کی حالت  
 میں وفات پایا رحمۃ اللہ علیہما پھر اس چارن فتم کی تاثیر کے بیان کے بعد فرمایا ہے کہ حال  
 کلام کا یہ ہے کہ تاثیر حضرت جبریل علیہ السلام کی اس دبانے میں جو آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو گود میں لیگے دیا تھا تاثیر اتحادی تھی کہ اپنی روح لطیف کو بدن کے مسام  
 کی راہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کے اندر داخل فرما کے روح مبارک کے  
 ساتھ ایک کر دیا اور شیر و شکر کی طرح سے ایک میں ملا دیا اور بشریت اور ملکیت کے درمیان  
 ایک ایسی حالت عجب پیدا ہوئی کہ اُسکا بیان نہیں ہو سکتا انتہی اس بیان سے چارون  
 فتم توجہ کے ہی معلوم ہو گئے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے جو اپنی روح کی تاثیر حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی روح میں دیا یہ بھی معلوم ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے جو حضرت عمرؓ کو توجہ دیا اور اپنی روح کی تاثیر ان کی روح میں بخشا یہ بھی حدیث  
 ثابت ہے اُس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ

رہتا ہے اور بعد صحبت کے کچھ نہیں رہتا دوسری قسم تاثیر القاسی تا ساوہ اسطور پر ہے کہ ایک  
 شخص سببی اور تیل چراغ میں کر کے لاوی اور دوسرا شخص جسکے پاس آگ ہے اس سببی کو روشن کر دے  
 تب چراغ روشن ہو جاوی اور اس قسم کو توجہ کیتدر قوی ہے کہ فائدہ لینے اور فائدہ دینے کی  
 صحبت کے بعد سببی اسکا اثر باقی رہتا ہے لیکن اگر کوئی مانع قوی مثل تانڈھی اور باران وغیرہ کے  
 اثر ہوتا ہے تو اسکا اثر جاتا رہتا ہے اور یہی ہے کہ نفس اور اس کے لطیفوں کی ارتستگی میں  
 اس قسم کا توجہ تاثیر نہیں کرتا جیسا کہ تیل اور سببی اور چراغ کی ناکارگی کو فقط شعلہ آراستہ  
 اور درست نہیں کرتا ہے تیسری قسم تاثیر اصلاحی ہے وہ اسطور پر ہے کہ دریا یا کنوئین سے  
 پانی لاسکے فوارہ کے خزانہ میں جمع کرین اور خزانہ کی راہ کو حوض کے فوارہ تک کوڑے  
 ٹرکٹ لٹائیں پات سے صاف کر دین اور اس پانی کو بڑے زور سے اس راد میں جاری  
 کر دین تاکہ فوارہ جو شل مارے اور فوارہ چھوٹے لگے اور اس قسم کے توجہ کا اثر اگلے قسم کے  
 توجہ کے اثر اور تاثیر سے بہت قوی ہے کہ اس توجہ نے نفس کو بھی آراستہ کر دیا اور لطیفوں  
 کو بھی درست کر دیا لیکن اس قسم میں بقدر استعداد اور لیاقت خزانہ کے اور بقدر فاصلے راہ  
 کے پانی پہنچتا ہے بقدر دریا اور کنوئین کے پانی نہیں پہنچتا اور باوجود اسکے اگر خزانہ میں کوئی  
 آفت پہنچگی تو اس پانی کے جاری ہونے میں نقصان آجاوگا چوتھی قسم تاثیر اتحادی ہے  
 اسکی حقیقت یہ ہے کہ شیخ اپنی روح کو کہ عامل کسی کمال کی ہے یعنی اسکو کوئی کمال حاصل ہے  
 طالب کی روح کے ساتھ اپنی تمام قوت سے ایک کر دے یعنی ایسا توجہ دے کہ شیخ کی روح  
 اور طالب کی روح ایک ہو جاوے تاکہ شیخ کی روح کا کمال طالب کی روح پر جلکے پڑے  
 اور یہ مرتبہ توجہ کے قسموں میں سے بڑا قوی ہے کیونکہ یہ بات خوب ظاہر ہے کہ دو نون  
 روحوں کے ایک ہو جانے کے سبب جو کچھ کہ شیخ کی روح میں ہے تلیذ اور مرید کی روح  
 میں پہنچتا ہے اور بار بار استفادہ اور سیکھنے کی حاجت نہیں رہتی اور اولیاء اللہ میں  
 اس قسم کا توجہ دینا شاذ نادر ہوتا حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کا حال منقول ہے



کو جاری کر چکا ہے یعنی اُسکو بہ کمال تو اُنکے سے حال ہے اب اس وقت میں اپنے لطیفوں میں  
 ذکر جاری کر کے اپنی پوری ہمت اور دل کے تمام قصد کے ساتھ طالب کے لطیفوں میں اُس  
 ذکر کے ڈالنے کا قصد کرے اس طرح کہ پہلے اپنے لطیفہ قلب میں ذکر جاری کر کے طالب کے  
 لطیفہ قلب کی طرف متوجہ ہو کے اس میں اُس ذکر کو ڈالنے کا قصد کرے اس طرح سے  
 سب لطیفوں میں اور طالب سے پوچھتا جاوے جب اُسکے ایک لطیفہ میں ذکر جاری ہو  
 تب دوسرے لطیفہ کی تعلیم کرے اور توجہ دینے میں دعا اور التجا کے وسیلہ کے ساتھ  
 محض اہل الہی سے مدد چاہے اور توجہ کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ طالب کے لطیفوں میں ایک  
 جنبش معلوم ہونے کی جنبش کے طور پر اس طرح چہر نہیں کہ ہاتھ رکھنے سے معلوم ہو بلکہ اس طرح  
 ہے کہ لطیفوں پر خیال کرنے کے ساتھ ہی جنبش معلوم ہو بلکہ اس حال ترقی کر کے دوسرے  
 کاروبار میں عین مشغول ہونیکے وقت میں وہ لطیفہ آدمی کو اپنی طرف متوجہ کرے  
 اور نہ چھوڑے کہ بالکل اُن لطیفوں کی طرف سے غافل ہو جاوے قول اجمیل میں لکھا ہے  
 کہ نقشبندیہ بزرگوں کے عجیب عجیب تصرفات ہیں وہ تصرفات یہ ہیں کہ ہمت  
 باندھنا اور دل کے پورے قصد سے کسی مقصد اور مراد پر متحد ہو جانا اور انکی ہمت  
 کے موافق اُس مراد اور مقصد کو ہونا اور طالب میں تاثیر کرنا اور مرخص سے مرخص کا  
 دفع کرنا اور عہد پر ایسا توجہ کرنا کہ وہ توبہ کرے اور لوگوں کے دلوں میں ایسا تصرف  
 کرنا تاکہ وہ لوگ اس طرح تصرف کرنے والے کو دوست رکھنے لگیں اور تعظیم کرنے لگیں  
 اور لوگوں کے مدرسے میں تصرف کرنا تاکہ اُنکے مدرسے میں بڑے بڑے واقعات عظیمہ کی شکل نمود  
 ہو جاوے اور آگاہ ہو جانا اہل اللہ کی نسبت پر کہ اُسکو کون سی نسبت اور کس طرح کی نسبت حاصل  
 ہے پھر وہ اہل اللہ زندہ ہوں یا اہل قبور اور لوگوں کے دل میں جو خیالات ہیں اور  
 اوتنے سینوں میں جو بات کھٹکتی ہے اُسپر آگاہ ہو جانا اور واقعات آئندہ کا کھل جانا یعنی  
 اللہ تعالیٰ کے خبردار کرنے کے کسی طریق سے غیب دانی کے طور پر نہیں اور جو بلاد دنیا

سے پوچھا کہ کیا حال ہے فقط مجھی کو دوست رکھتا ہے یا میرے سوا دوسرے کو بھی محبت میں  
 شریک کرتا ہے کہا کہ محبت مشترک ہے آپ کو دوست رکھتا ہوں اور اپنے نفس اور فرزند  
 اور مال مثال کو بھی دوست رکھتا ہوں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ عمر  
 کے سینہ پر مارا اور ایک تعریف کیا اور فرمایا کہ اب کیا حال ہے اور تجھ کو کیا معلوم ہوتا ہے  
 کہا اہل اور مال کی محبت دور ہو گئی لیکن نفس کی محبت ابھی تک باقی ہے تب دوسری بار عمر کے  
 سینہ پر ہاتھ مارا اور پوچھا کہ اب تو کیا ہے کہا کہ بسکی محبت جاتی رہی اور آپ کی محبت کے سوا  
 کیسکی محبت نہ باقی رہی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں مضمون سے توجہ دینے  
 کی تاثیر بخوبی فہم میں آگئی اور اس توجہ دینے اور اپنی روح کی تاثیر دوسرے کی روح میں  
 بخشنے کو کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوصات میں نہ لکھا تو یہ توجہ دینا امت  
 کے واسطے بھی درست اور ثابت ہو اور توجہ دینے کے مسئلہ کی یہ حدیث ماخذ ہوئی  
 اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ باوجودیکہ حضرت عمر قرآن اور حدیث سے  
 واقف تھے مگر دل کی صفائی کے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توجہ دینے  
 اور باطنی تاثیر بخشنے کے محتاج تھے توجہ لوگ کہ تفسیر حدیث فقہ عقائد تصوف کی  
 کتابوں سے واقف ہیں ان لوگوں کو بھی مرشد کے توجہ کی حاجت ہے اور حضرت  
 کے توجہ اپنے سے حضرت عمر کو اسی بات کی پوری تصدیق حاصل ہوئی جس کا حکم قرآن  
 اور حدیث میں موجود ہے یہ نہیں کہ حضرت عمر کے دل میں کوئی نیا مضمون جو کتاب  
 کے باہر ہے حضرت نے ڈال دیا تو مرشد کے توجہ سے انہیں باتوں کی تصدیق کامل حاصل  
 ہوتی ہے جو کتاب میں موجود ہے یہ نہیں کہ یہ سینہ کوئی نیا مضمون کتاب کے باہر چلا  
 آتا ہے اب توجہ دینے کا طریقہ سنو وہ یہ ہے صراطِ مستقیم میں نقشبندیہ طریقہ کے  
 موافق چھو لطفیون کی ذکر کے توجہ دینے کے بیان میں جو مضمون لکھا ہے اس کو ہم شرح  
 کے ساتھ لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ تلقین کر نیوالا کہ وہ اپنے لطفیون میں ذکر

اللہ کے امتی پس توجہ دینے کا طریقہ سمجھ میں آجانے کی واسطے اس قدر کفایت ہے جب سچا مشد طالب کی طرف حاضر ہونے یا غائب ہونے کی صورت میں اس مذکورہ طور سے متوجہ ہو گا تب اس کے توجہ کی تاثیر طالب میں پڑنے کا کون تعجب ہے یہ سب اللہ سبحانہ کی قدرت کے کارخانہ میں اپنے فرشتے اپنے رسول اپنے اولیاء کے وسیلہ سے جسکو جو نعمت چاہتا ہے سو دیتا ہے بلکہ جیسے ہزاروں صنعت اور علم میں بغیر اسکے استاد کے وسیلہ اور تعلیم کے نہیں آتے اور یہ بات ایسی ظاہر ہے کہ محض دلیل کی نہیں باقی ایک بات بڑے کام کی یاد رہے وہ یہ ہے کہ قول امیل سے ثابت ہوا کہ غائب اور مہر شد کے توجہ دینے کا طریقہ بعض صوفیہ میں جاری ہے اور مہر شد جو غائب ہو تو اسے کچھ پوچھنے اور اسکی طرف رجوع کرنے اور اسے کچھ مدد چاہنے کا طریقہ تصوف کی کسی کتاب سے ثابت نہیں مگر یہ بات کا انکار اور منع البتہ تفسیر فتح العزیز میں سورہ منزل کی اس آیت **وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِلاً** کی تفسیر میں موجود ہے جو چاہے اس کتاب میں دیکھے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذکر اور یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے تقرب پیدا کرتا ہے ویسا تقرب دوسرے مخلوقات سے پیدا کرے تو یہ ممکن نہیں اسکا یہ سبب ہے کہ اس طرح تقرب پیدا کرنے کے واسطے جس سے تقرب پیدا کیا جاتا ہے اس کے واسطے دو چیز چاہتی ہے پہلے احاطہ علمی ذکر کرنا اور دل اور زبان کی ذکر پر اسکو حاصل ہونا کہ باوجود مختلف ہونے مکانوں اور وقتوں اور مداروں اور باتوں کے ہر ذکر اور یاد کرنا اسے کی دل اور زبان کی ذکر اور یاد کو معلوم کرے دوسرے قوت نزدیک ہونے کی اور ذکر کرنے والے کے مدارک میں داخل ہونے اور اس مدارک کو پیر کرنے کی اسکو حاصل ہونا کہ ذکر کے مدارک میں اس کے سوائے کسی کا خیال باقی نہ رہے اور ذکر کی صفت جو ہے سطح سنا دیکھنا پکڑنا چلنا وغیرہ ہی اس صفت کا حکم پیدا کرنے کی قوت اسکو حاصل ہونا کہ عرف شرع میں اسکو نوا اور تہلیل اور نزول اور قرب یعنی خوب نزدیک ہونا اور اترنا بولتے ہیں اور یہ دونوں صفت اس سے ذات پاک کا خاصہ ہے یہ کسی مخلوق کو حاصل نہیں۔ ہاں کافر لوگ اپنے بعض بعض معبودوں

میں نازل ہوئی ہوگا دفع کرنا اور سوا ایک اور جو تصرفات ہیں اور ہم تجکو ان میں سے بعض تصرفات کے طریق پر بطور توجہ  
 کے آگاہ کرتے ہیں اور یہ سب تصرفات جو نقشبندیوں میں فنار فی اللہ اور بقار بالشر و ابطے بڑی بزرگوں کے نزدیک ہیں ان  
 تصرفات کی بڑی شان ہے لیکن سارے نقشبندی بزرگوں کے پاس جو تصرف ہے علی العموم یعنی جو سارے  
 نقشبندی بزرگوں میں تصرف ہو سوا طالبین توجہ کی تاثیر کا حاصل ہوتا ہے اور طالبین میں تاثیر دینے  
 کا طریق یہ ہے کہ مرشد طالب کے نفس ناطقہ یعنی روح کے طرف متوجہ ہو اور اپنی پوری قومی نسبت  
 سے اپنی روح سے اُسکی روح کو ملکر اسے اور اپنی روح کو طالب کی روح سے ملادے پھر ڈوب جاوے  
 اپنی نسبت میں یعنی جو نسبت اُسکو حاصل ہے اُس میں غرق ہو جاوے خاطر جمعی سے خوب دل کو  
 جمع کر کے اور یہ تصرف کب ہوگا جب مرشد کا امن حضرات موفید کے بیان جو نسبتیں مقرر ہیں  
 ان میں سے کسی نسبت کا حاصل ہوگا اور اُس نسبت کا بلکہ قومی اُسکے نفس ناطقہ کو حاصل ہوگا تب  
 اُسکے بعد طالب کو توجہ دینے کے قابل ہوگا اور نسبت کا بیان قریب ہی ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ پیر  
 جب مرشد اس طرح سے توجہ دیکر طالب مرشد کی نسبت طالب کی طرف منتقل ہوگی یعنی اُس طالب کے نفس  
 ناطقہ میں وہ نسبت اڑیگی طالب کی استعداد اور لیاقت کے موافق اور نقشبندی بزرگوں میں سے  
 بعضے اس توجہ کے ساتھ ذکر کو اور طالب کے قلب پر اُس ذکر کے ضرب لگانے کو بھی شامل کرتے ہیں اور جب  
 طالب غالب ہوتا ہو تو نقشبندی بزرگین طالب کی صورت کو خیال کرتے ہیں اور اُسکی طرف متوجہ ہوتے  
 ہیں اور اُسکو توجہ دیتے ہیں اور بہت کا ذکر جو اوپر ہوا سو بہت مراد ہے اجتماع خاطر اور دل کے  
 قصد کے منبوط ہو جانے سے بصورت آرزو اور طلب کے اس طرح کہ دل میں کوئی خطرہ اور خیال  
 نہ گذرے اُس مراد کے سوا جیسے پیاسے کو پانی کی طلب ہوتی ہے اور مجھکو اُس شخص نے خبر دی  
 جس پر مجھکو غمناک ہے کہ بعضے مرشد لوگ نفی اور اثبات یعنی لا الہ الا اللہ کی ذکر میں مشغول  
 ہوتے ہیں اور لا الہ الا اللہ سے یہ ارادہ کرتے ہیں اور دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی اس آفت  
 کا ٹلنے والا نہیں اور کوئی روزی دینے والا نہیں سوا اللہ کے اور اس طرح جو مضمون اُنکے  
 وقت اور حال کے مناسب ہوتا ہے اُسکا ذکر کرتے ہیں کہ کوئی شخص فلانا کام کر نیو والا نہیں ہوا

پر اترتے اور سیر کرتے پہرتے ہیں میری امت کا سلام پہنچا دیتے ہیں اس مضمون کی کمی و پریش  
مشکوٰۃ وغیرہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے  
خاص ہے اور یہ خطاب کر کے پکارنا ویسا ٹھہرا جیسا کہ خط میں خطاب کرتے ہیں اور اس خطاب  
کا درست ہونا فقط صلوات اور سلام کے واسطے ثابت ہوا ہے دوسری بات کے واسطے ثابت  
ہوا اور دوسروں کے واسطے ثابت ہونے کے صورت میں مطلق خطاب درست نہیں زندگی  
ہوں یا مردے کیونکہ آیت حدیث فقہ عقائد تصوف کہیں سے یہ بات ثابت نہیں اور تصوف  
کی کتابوں میں یہ قاعدہ کلیہ مقرر ہے کہ جو حال کہ اُس کے گواہی قرآن اور حدیث نہ دیوے  
سو باطل ہے یہ مضمون عوارف کے چوتھے باب کے آخر میں موجود ہے اور نوین باب  
میں فرمایا ہے اور حقیقت اور حال اور چال کہ اُسکو شریعت رد کرے سو زندہ لینے کفر ہے  
تو جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میرا غائب مرید جب مجھے دور سے کچھ پوچھنے چاہتا ہے تب  
مجھکو معلوم ہو جاتا ہے تو وہ شخص صوفی نہیں اور اس ملک میں سنا ہے کہ کسی شخص نے کسی شخص  
سے پوچھا کہ طالب جب اپنے مرشد کے غائب ہونے میں مرشد کے طرف متوجہ ہوتا ہے تب  
مرشد کو کس طرح دریافت ہوتا ہے تب اُس نے جواب دیا کہ ایک وقت میری چھاتی میں کچھ سڑا  
معلوم ہوئی عورتوں کو چھاتی میں دو دھرتے سے شاید ویسا ہی معلوم ہوتا ہو گا تب میں  
نے معلوم کیا کہ شاید کوئی طالب میری طرف متوجہ ہوا ہے سو یہ بات لڑکا پھسلانے کی ہے  
اور یہ ویسی ہی بات ہے جیسا کہ عورتوں میں فواق لینے بجلی آنے سے کہتی ہیں کہ کسی نے  
یاد کیا غرض حضرات صوفیہ کے نزدیک ایسی واہی اور بے دلیل بات کا اعتبار نہیں کیا  
طریقہ شیعہ و شکر کے طرح حدیث سے ملا ہوا ہے جیسا کہ آگے چل کے معلوم ہو گا انشاء اللہ  
بس توجہ دینے کا طریق جو کار آمدنی تھا سو بننے قول الجمل سے لکھا اور باقی لفظ فاحضرات  
نقشبندیہ کے جو مذکور ہوئے سو جسکو اسکا طریق دریافت کرنا منظور ہو سو قول الجمل  
میں دیکھ لے :-

کے حق میں اور مسلمانوں کے زمرہ میں سے بعضے پر برست لوگ اپنے بیرون کے حق میں پہلی چیز  
 کو یعنی احاطہ علمی کو ثابت کرتے ہیں یعنی جانتے ہیں کہ وہ لوگ دور اور نزدیک کی بات سنتے  
 اور جانتے ہیں کہ جب کوئی انکو یاد کرتا اور پکارتا ہے تب جان جائے اور سن لیتے ہیں اور اسی اعتقاد  
 کے سبب سے اپنی احتیاج کی وقت اُنسے مدد چاہتے ہیں لیکن کچھ ہوتا نہیں اور اُن بزرگوں کا حال  
 ایک دیرہ اور ایک طوطہ پر نہیں ہوتا ہے یعنی اگر کبھی اللہ سبحانہ کے دریافت کرانے سے کوئی  
 بات دریافت ہوگئی اور کبھی نہ دریافت ہوئی تو اسکا کیا اعتبار اور یہ احاطہ علمی نہوا اور حقیقت  
 میں مشابہ میں پڑ گئے ہیں حضرت حق عز و علا کی ذات کا خاصہ ہے کہ اپنے یاد کرنے والے کی طرف  
 نزول فرماتا اور نزدیک ہوتا ہے اور اُسکے مدد کے کو بڑا کرتا ہے کہ پہر دوسری چیز کی سمائی  
 اور جگہ باقی نہیں رہتی اور اُسکے باطنی لطیفوں پر غالب ہوتا ہے یعنی اُسکے باطن میں اللہ ہی  
 کا خیال رہ جاتا ہے اور اسکی روح کو اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے اور اُمین واقع حقیقی نزدیک ہونے  
 سبب سے اللہ تعالیٰ آدمی کو نفع کی روح کا حکم لکھتا ہے اور جو علاقہ کہ روح کو بدن کے ساتھ ہے  
 وہی علاقہ میں نزدیک ہونے کو اُسکی روح کے ساتھ ہو جاتا ہے اور دوسرے مخلوقات ہر خند کہ  
 روحانیت ہوں اول تو اوکو علم محیط حاصل نہیں کہ ہر ذکر کر نیوالوں کی ذکر پر خبر دار ہو جاویں  
 اور دوسرے اُن کو یہ قدرت نہیں کہ برابر ذکر کر نیوالوں کی روح پر غالب ہو جاویں اور اُسکو  
 اپنے قابو میں کر لیں کیونکہ دوسرے مخلوقات کو ایک کام میں مشغول ہونا دوسرے کام سے  
 باز رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کوئی کام دوسرے کام بازنہیں رکھتا ہے انتہی اس مضمون کے  
 بہت سی آیتیں حدیثیں بھری ہیں سب کا لکھنا طول ہے اور وہ سب مشہور ہیں اس واسطے اس  
 تفسیر کے مضمون پر کفایت کیا اور چونکہ شریعت میں یہ بات مشہور تھی کہ اللہ کے سوا دوسرا  
 دورے نہیں سنا اور دوسرے کو دور سے پکارتا درست نہیں اس واسطے مشابہہ کا معنی آتا  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے پکار کے کہنا کہ اسلام علیکم ایہا النبی و اسلام علیکم  
 یا رسول اللہ ہی شاید منع ہو سو حضرت نے اسکو بیان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین

کہتے ہیں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند نے جب دیکھا کہ ہر سائنس میں علم کے علم کی طرف متوجہ  
 ہونا یعنی حضوری کے جاننے اور خیال کو ہر سائنس میں جاننا کہ مجھ کو اسکی حضوری کا علم اور خیال  
 یا نہیں میانے آدمی کے حال کو پریشان کرتا ہے کیونکہ اسکے مناسب تو ہستخراق توجہ الی اللہ میں  
 ہے اسطرچہ کہ اُسکو اس توجہ الی اللہ کا علم ہی آڑ نہ بڑے اور گھٹنے گھٹنے کے بعد اگر اس متوجہ ہو گیا  
 جانے گا تو اس میں اُسکو کچھ پریشانی نہوگی اور ہوش دردم کا شغل کامل ہونے سے بصیرت حاصل  
 ہوتی ہے اور بصیرت کے معنی آگے بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور (نظر بر قدم) کہ یہ معنی ہیں کہ  
 سالک یعنی اللہ کی محبت کی راہ چلنے والے پر یہ واجب ہے کہ اپنے چلنے کی وقت ندیکھے مگر اپنا قدم  
 اور اپنے پیٹھے کی وقت نہ دیکھے مگر اپنے سامنے کیونکہ مختلف نقشوں کی طرف عجیب رنگوں کی  
 طرف دیکھنا اسکے حال کو خراب کرتا ہے اور جو اسکی راہ ہے اُسے باز رکھتا ہے اور یہ دیکھنا لوگوں  
 کی آوازوں اور باتوں کے سننے کے حکم میں ہے اور یہ بات مبتدی کے واسطے ہے لیکن منہی جو  
 ہے سو اُسپر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے حال میں تامل اور غور کرے کہ وہ کسی نبی کے قدم پر ہے کیونکہ  
 بیٹھے اولیاء لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوتے ہیں اور ان میں سارے  
 کمال پورے پورے جمع ہوتے ہیں اور بعضے اولیاء لوگ موسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہوتے  
 ہیں مثلاً یہ کہ جو شخص جس نبی کے قدم پر ہوتا ہے اُس میں اس نبی کی حضرت اور چال کا  
 پر تو ہوتا ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم پر جو ہوگا اُسکو اللہ تعالیٰ پر استقدر  
 توکل ہوگا کہ ذرا اسی بات کو اُس جس جہان سے سوال کرے گا اور جو شخص حضرت ابراہیم  
 خلیل الرحمن علیہ السلام کے قدم پر ہوگا اللہ تعالیٰ پر استقدر توکل ہوگا کہ بڑی سے بڑی  
 حاجت کے وقت بھی سوال نہ کرے گا اور سمجھے گا حسیبی میں سوال ہے اللہ تعالیٰ یعنی  
 میرا سوال ہی بس ہے کہ میرے حال کی میرے رب کو خبر ہے و علی ہذا القیاس سو جس کے قدم پر  
 یہ ہے جب اُسکو پہچانا تب چاہیے کہ اُسکا سارا احوال اور سارے عمل اور کام اُسکے حال کے  
 موافق ہوں جسکے قدم پر یہ ہے اور (سفر در وطن) کے یہ معنی ہیں کہ نعمات بشریت جو ہیں اور

# اٹھویں فصل ان گیارہ لفظوں کے بیان میں جن پر نقشبندیہ طریقہ کی بنا ہے

نقشبندیہ بزرگوں کی اصطلاح میں کئی لفظیں ہیں کہ ان پر ان کی طریقہ کی بنا اور نیوں سو گین سے بعضہ مضمون سے شاہ  
ہوئے ان کے افعال کے طرف اور بعضہ مضمون سے اشارہ ہوئے ان کے افعال کی تاثیر کی شرط ہے کہ اس مضمون سے اس افعال  
میں تاثیر ہوگی سو ان لفظوں کو چونکہ سب طرح کی ذکر اور مراقبہ میں کام آتی ہیں اس واسطے ہم ان  
لفظوں کو قولِ جمیل سے شرح کے ساتھ لکھتے ہیں وہ یہ ہیں ہوش در دم نظر بر قدم سفر و وطن  
خلوت در انجمن یاد کرد و باگشت بگرداشت یادداشت سویہ اٹھو لفظیں حضرت خواجہ عبدالخالق  
عبدانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اور بعد اُن کے تین لفظیں منقول ہیں حضرت خواجہ محمد نقشبند  
بخاری رضی اللہ عنہ سے وہ لفظیں یہ ہیں وقوف زمانی وقوف قلبی وقوف عددی نقشبندیہ کتاب  
یاف کہتے ہیں خواجہ محمد نقشبند اور اُن کے باپ بھی پیش کرتے تھے اب سب لفظوں کے  
معنی سنو ہوش در دم کے معنی یہ ہیں کہ ہر سانس میں جاگتے رہنا سو ہمیشہ جاگنے والا رہے اور  
ہر سانس میں اپنی جان کی تلاش میں رہے کہ کیا وہ غافل ہے یا ذکر لینے اللہ تعالیٰ کو ہم  
بھولا ہے یا کہ یاد رکھتا ہے یہ سانس غفلت میں گزری یا حضور ہی میں گناہ میں گزری یا عطا  
میں اور ہوش در دم کو محاسبہ کہتے ہیں اور یہ راہ ہے آہستہ آہستہ پہنچنے کی ہمیشہ کی  
حضور ہی کے تمام تک لینے اس شغل سے برابر اسکو یاد رہیگا کہ اللہ میرے پاس ہے اور  
ہر سانس میں اپنی جان کی تلاش میں رہنا مبتدی یعنی نو سکھ کے واسطے اور میانہ آدمی  
اپنی جان کی تلاش کرے کچھ دیر ہی کے بعد مثلاً ایک ایک گھنٹے کے بعد تلاش کرے کہ اُسپر  
غفلت آئی ہے یا نہیں پھر اگر غفلت آئی ہو تو مستغفار کرے اور آئینہ کو اس غفلت کے چھوڑنے  
کا ارادہ کرے اور اسطرح کرتا رہے یہاں تک کہ اس مرتبہ کو پہنچ جاوے کہ ہر وقت برابر اس  
سخانہ کی حضور ہی اسکو یاد رہے اور یہ دیر ہی کے بعد تلاش کرنا جو ہے اسکو وقوف زمانی



اَللّٰمُ بِمَنْحَارَةِ وَاكْبَعِ عَنِّ ذِكْرَ اللّٰهِ وے مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں  
 یہ سمجھنے میں اللہ کی یاد سے یہ آیت سورہ نوز میں ہے بلکہ حق یہ ہے کہ فقیر کی وضع اور لباس کو  
 اختیار کر کے ہمیشہ دل کو اللہ میں لگائے رہنا اس میں اکثر شبہ ہوتا ہے ریا اور نمود کا سوتیل  
 یہ سو کہ وضع ہو وضع علم اور دیانت کی اور عبادتوں میں محنت کرنے کی اور دل ہو ہمیشہ حق کے ساتھ  
 حضرت خواجہ علی رامیتنی نے اسی مضمون کو فارسی میں کہا ہے یہ **بیت**۔

از درون شواشنا و از بیرون بجانہ و ش | این چنین زیباروش کم می بود اندر جهان

اور یاد کر دے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے نفی اثبات کے ساتھ یعنی لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ  
 کے ساتھ یا نزلے اثبات کے ساتھ یعنی لفظ اللہ کے ساتھ یاد کر دے یہ مراد ہے کہ جو ذکر مرشد سے  
 سیکھا ہے اسکو ہمیشہ تکرار کرتا رہے یہاں تک کہ حق جل شانہ کی ساتھ کہ دل ہمیشہ حضرت حق  
 ساتھ حاضر رہے جو صف محبت اور تعظیم کے اس واسطے کہ ذکر اور یاد و غفلت کا نام ہے اور (بازگشت)  
 کے معنی یہ ہیں کہ جب ذکر کرنے بیٹھے تو ذکر کی ہر شے کے ایک ٹکڑے کے بعد تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ  
 مناجات کے طرف رجوع کرے مثلاً ایک گھنٹے یا ایک پیر ذکر کرے گا تو اُس میں تین مرتبہ یا پانچ  
 مرتبہ ذکر کو موقوف کر کے مناجات کرے اسطرح کہ دعا کرے اللہ عزوجل سے اپنے دل کے  
 سارے ارادے سے یا رَبِّ اَنْتَ مَقْصُوْبِيْ تَرَكْتُ دُنْيَا وَاْلَاخِرَةَ لَكَ التَّمَّ عَلٰى لِعَمَلِكَ  
 وَاذْرُنِيْ وَصُوْبِكَ التَّمَّ اَسِيْ پروردگار تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا میرا  
 مطلوب میں نے چھوڑا دنیا اور آخرت کو تیرے واسطے تمام اور پوری کر اپنی نعمت کو میرے  
 اوپر اور میرے نصیب کر اپنا پورا ملنا حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ قول ہیں  
 میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ قدس سرہ کو سنا کہ وے فرماتے تھے کہ ذکر تین یا پانچ مرتبہ  
 سالک کو مناسب نہیں کہ اسی غفلت کرے اس واسطے کہ سمجھے جو پایا ہے سو اسی مناجات کی برکت سے  
 پایا اس خاکسار نے آزمایا ہے مبتدی کو آنکہ بند کرنے سے اس مناجات میں غور کرنا آسان معلوم  
 ہوتا ہے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اس مضمون پر مشورہ

برسی ہی اُسے انتقال اور کوچ کرے فرشتوں کی صفات کی طرف جو بہت عمدہ اور بہتر ہے اور آدمی لی  
 نیک صفات اور چال کو فضیلت کہتے ہیں اور خسیس اور برسی صفات اور چال کو رذیل کہتے ہیں  
 اور دس دس ہیں اور سب اس رباعی میں جمع ہیں۔

رباعی

خواہی کہ شود دل تو چون آئینہ | دہ چیز بروں کن از درون سینہ

حرص طمع و نخل و حرام و غیرت | لکڑ بکند و کبر و ریا و کینہ  
 اہمیں محبت نخل کی کچھ باقی ہے یا نہیں سوجب یافت کرے کہ ہمیں کس قدر یہ محبت باقی رہنے خلق کی محبت اسلوڑ ہو کہ اللہ  
 کی محبت پر غالب ہو اور بال بچوں کی اور صحابہ کی اور خلفاء راشدین اور مجتہدین شریعت اور  
 پیران طریقت اور علماء اور صلحا اور اپنے مرشد کی محبت جو ہے سوا اللہ کے حکم سے ہوتی ہے اور  
 اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب ہے سو بھی اللہ تعالیٰ کی محبت اس مذکور محبت پر غالب رہتی ہے  
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو اللہ تعالیٰ کے جمال اور احسان کے آئینے میں حقیقت  
 میں اللہ تعالیٰ کی دوستی اور محبت ہے سو جب کسی مخلوق کی محبت اللہ سبحانہ کی محبت پر غالب  
 پاوے یا کسی نفل بد کی محبت دل میں پاوے تب سر نو تو بہ کرے اور جانے کہ ابھی اُسکا ہیبت ہے  
 بعد اسکے کہ لا الہ الا اللہ یعنی اپنے دل سے فلانی چیز کو میں نے مٹا دیا اور اُسکے مقام میں  
 اللہ کی محبت کو میں نے ثابت اور قائم کیا اور تلاش اس واسطے ہے کہ محبت کی رنگین دل کے  
 اندر بہت سی ہیں چھپی ہوئی اُسکا نکالنا ممکن نہیں مگر بڑی تلاش کے ساتھ اور واجب ہے  
 سالک پر کہ یہ تلاش کرے کہ اُسکے دل میں کیسی حسد یا کینہ ہے یا کسی پر اعتراض ہے یا نہیں سو  
 اگر ان چیزوں میں سے کچھ پاوے تو اُسکو بھی لا الہ الا اللہ کو ہمیشہ کہتے کہتے توڑ ڈالنے اور  
 خلوت در انجمن کے یہ معنی ہیں کہ اپنے دل سے حق میں مشغول رہے ساری احوال میں پڑ پڑتی  
 اور بات کرتے اور خریدتے بیچتے اور کھاتے پیتے اور چلتے بیٹھتے وقت سو واجب ہے کہ سالک  
 حاصل کرے حق کی طرف متوجہ ہونے کا ملک سب کاموں میں عین مشغول ہوئیے وقت حضرت  
 خواجہ بہاء الدین نقشبند نے کہا کہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں

طریق کی ذکر میں لکھتے کہ اور طاق عدد میں خاصیت عجیبے باطن کے گرم کرنے اور دل کا قصد  
 جمع کرنے اور عشق کے اُبھرنے اور نفس کے وسوس اور خیالات کے دور کرنے میں اور وقت  
 غلبی کے یہ معنی ہیں کہ قلب کی طرف توجہ رکھے یعنی قلب کو جو اللہ تعالیٰ نے باطن چھاتی کے  
 نیچے رکھا ہے اسکی طرف متوجہ ہو اور اسکی صفائی میں کوشش کرے اور حدیث شریفہ سے  
 ثابت ہے کہ دل کی صفائی اللہ تعالیٰ کی ذکر سے ہوتی ہے اور دل کی طرف متوجہ ہونے میں  
 یہ حکمت ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ نے اسطور پر پیدا کیا ہے کہ جہتوں کی طرف اور آوازوں  
 کے سنے کی طرف متوجہ رہتا ہے اور یہ کہ اسکے جسم میں باطن اور خطرے پھرتے رہتے ہیں  
 سو اس متوجہ رہنے کو واسطے مقرر کیا ہے کہ فقط ایک دل کی طرف خیال رہے اور بہت سے  
 خیالات باہر سے نہ آنے پاویں اور بہت سے خیالات کو چھوڑ کے ایک طرف متوجہ ہونے کا  
 دُعا آجاوے تاکہ اس سیرھی سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونیکے کوٹھے پر پہنچے یعنی  
 دل کی طرف متوجہ ہونیکو چھوڑ کے صرف اللہ کی طرف متوجہ ہو جاوے۔

## نویں فصل مراقبہ کے بیان میں

حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں مراقبہ کہتے ہیں غور اور تصور کو جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہوا  
 اور قول بحیثیت کے حاشیہ میں مصنف رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ حقیقت مراقبہ کی یہ ہے  
 کہ قوت ادراکیہ یعنی دریافت کرنے والی اپنے سارے منہ سے متوجہ ہو جاوے حضرت حق  
 کی صفات کی طرف یا جسم سے روح کے جدا ہونے کی حالت کی طرف یا مثل اسکے دوسری  
 چیز کی طرف اس طور سے کہ عقل اذروہم اور خیال اور سارے جو اس متوجہ ہونے کے تابع  
 ہو جاویں اور جو چیز محسوس نہیں ہے سو بجائے محسوس کے معلوم ہوا انتہی محسوس کہتے ہیں  
 اُس چیز کو جو جو اس جسم یعنی سامعہ باصرہ شامہ الذی لامر سے دریافت ہو اور غیر محسوس وہ  
 جو ان پانچوں سے دریافت نہ ہوتا جیسے موت محسوس چیز نہیں ہے جب آنکھ بند کر کے

لکھا ہے وہ بہت مفید ہے وہ یہ ہے ذاکر جب کلمہ طیبہ کو دل سے کہے تو اس کے بعد اس طرح کہے یعنی بسا  
 کہ اوپر دعا مانگ کر مہوئی ہے کہ الہی تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا میرا مطلوب ہے یعنی اس ذکر سے  
 تو ہی مقصود ہے اس واسطے کہ یہ کلمہ ہر نیک اور بد خیالات کو مٹاتا ہے تو دم بدم اخلاص تازہ کر کے  
 ذکر کو خالص کرنا چاہیے تاکہ باطن ماسوا سی حق سے صاف ہو جاوے اور اگر ذکر ایسا اخلاص  
 بناوی تو دعا کے ثمر کو بطریق تقلید مرتد کے کیا کرے تو مرتد کی برکت سے اسکو انشاء اللہ  
 اخلاص حاصل ہو جاوے گا اور بازگشت سے اخلاص حاصل کرنا اس واسطے ذکر میں بشرط عظیم مٹھرا کہ  
 ذاکر کے دل میں دوسرا آتا ہے سرور خاطر سے یعنی اسکو ذکر کرنے سے جو سرور حاصل ہوتا ہے  
 تو اس پر مغرور ہو جاتا ہے اور اسکی مقصود ذکر فرار دیتا ہے حالانکہ اس کے حق میں یہ نہر سے  
 زیادہ مضرب انتہی اور ننگداشت) کے یہ معنی ہیں کہ دل کے خطروں اور جی کو دوسو سون کو  
 کھڑے اور دور کرے اور خیال پھینکے تو بس مناسب ہے کہ سالک جاگتے رہے اور اپنے  
 دل میں کوئی خطرہ نہ چھوڑے سبکو خیال پھینکے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند نے کہا کہ  
 مناسب ہے کہ سالک اس خطرے کو پہلے ہی شروع میں جب وہ ظاہر ہونے لگے تب رو کے اس واسطے  
 کہ جب وہ خطرہ اور خیال ظاہر ہوتا ہے تب جی اسکی طرف جھکتا ہے اور وہ خطرہ جی میں اثر  
 کرتا ہے تب پھر اسکا ٹھکانا مشکل ہوتا ہے سو یہ راہ ہی خطروں اور دوسو سون سے ذہن کے خالی  
 کرنے کا بلکہ حاصل کرنے کی اور (یادداشت) کے یہ معنی ہیں کہ صرف واجب الوجود کی حقیقت کی طرف  
 یعنی اس ذات مقدس کے طرف جو اللہ کی لفظ سے ہر کوئی بوجہ جاتا ہے متوجہ ہو اور یہ متوجہ  
 ہونا لفظوں اور سارے خیالات سے خالی ہو اور حق یہ ہے کہ یہ مضمون درست نہیں ہوتا ہی  
 مگر پورے فنا اور پورے بقاء کے بعد یعنی فنا اور بقاء کا مقام حاصل ہونیکے بعد یہ مضمون  
 درست ہوتا ہے اور لفظی کے فعل میں جو فعل یادداشت کا ملانا ہوتا ہے سو یہی یادداشت ہے  
 اور (وقوف زمانی) کے معنی ہوش دردم کے معنی میں لکھ چکے اور (وقوف عددی) کے یہ  
 معنی ہیں کہ لفظی اثبات کی ذکر میں طاقی عدد کا لحاظ رکھے اور لفظی اثبات کے ذکر کا طریقہ نقشبند

لایا تب شیخ نے کہا کہ اسکو کیوں نہ فرج کیا تب اُس نے کہا کہ آپ نے مجھکو حکم دیا تھا کہ میں اُسکو ایسے  
 مکان میں فرج کروں کہ اُسکو کوئی نہ دیکھے سو میں نے ایسا مکان نہ پایا جہاں کوئی نہ دیکھے تب  
 شیخ نے لوگوں سے کہا کہ اسی سبب میں اُسپر تخصیص کے ساتھ توجہ کرتا ہوں (فائدہ) اب ایک  
 مراقبہ قول انجیل سے ہم لکھتے ہیں اسی طور پر سب مراقبہ کو قیاس کرے سو اُسکا بیان یہ ہے کہ  
 نافر کے لہ دم تو آسانی کے ساتھ بند کرے یعنی جیسا کہ غور کرنے میں ہوتا ہے اسی طرح سالن  
 کو نرمی کے ساتھ بند کرے بعد اُسکے اپنے سارے ادراک سے یعنی اپنی ساری عقل سے متوجہ  
 ہو اُس معنی کی طرف جو نرا مجرد اور نرا بسیط ہے جسکو ہر شخص اللہ کے نام بولنے کے وقت  
 تصور کرتا ہے ولیکن ایسے لوگ کمتر ہیں جو اس معنی مجرد بسیط کو لفظ سے خالی کر سکیں یعنی  
 اس لفظ کے حرف اور آواز کا خیال نہ باقی رہے بلکہ فقط اُس لفظ کے معنی کا خیال باقی رہے  
 یعنی اس نام والے کی ذات پاک کا خیال باقی رہ جاوے تو چاہیے کہ طالبِ اسمیات کی کوشش  
 کرے کہ اس معنی بسیط کو الفاظ سے جدا کرے اور اس معنی کی طرف متوجہ ہو بغیر منہمکت اور  
 آڑ پڑنے خطرات اور اللہ کے سوا دوسری طرف متوجہ ہونیکے جیسا کہ یادداشت کے معنی میں معلوم  
 ہو انجیل اللہ کہ اس خاکسار پر یہ مراقبہ آسان ہو گیا ہے اب بعضے وقت لفظ اور حرف کا خیال شکل معلوم  
 ہوتا ہے اور بعضے لوگوں سے اس قسم کا ادراک نہیں ہو سکتا ہے تب بعضے مشائخ ایسے شخص کو دعا کرتے ہیں  
 حکم کرتے ہیں اور اُس دعا کا یہ طریقہ ہے کہ ہمیشہ برابر دل اللہ تعالیٰ کے جناب میں دعا کیا کرے اس  
 عبارت سے یا کرب یا انت مقصو حی قد نکلنا لک عنک ل ما سواک۔ اسی پروردگار  
 تو ہی میرا مقصود ہے میں تیرے سوا سبکے بیزار ہوں کے تیری پاس آیا اس مضمون سے اور مانند اُس  
 جو مناجات ہو اُسے دعا کرے اور بعضے مشائخ ایسے شخص کو حکم کرتے ہیں کہ نرے حلالی یعنی خالی پن  
 اور سنسان کا خیال کیا کرے جیسا کہ لفظی میں ہوتا ہے یا نور بسیط یعنی نرے سارے نور کا خیال  
 کیا کرے تاکہ اس خیال کے کرتے کرتے طالب اُس توجہ مذکور تک پہنچ جاوے یعنی اُس معنی بسیط کو  
 الفاظ سے جدا کرے اُس معنی کی طرف متوجہ ہو جاوے اور بعضے مشائخ سالک کو حکم کرتے ہیں کہ

کوئی تصور کرتا ہے کہ میری روح نکل گئی اور کھلی رہ گئی ہے اور نہ کہ ہلا رہ گیا ہے تب اسکو موت ایک طور سے بجائے محسوس کے معلوم ہوتی ہے جب یہ بات سمجھ میں آگئی اور خوب ذہن نشین ہو گئی تو اب ہر طرح کا مراقبہ کرنا انشاء اللہ تعالیٰ آسان معلوم ہو گا خواہ اللہ تعالیٰ کی حضوری اور قرب اور محبت کا مراقبہ ہو یا نفی اور یادداشت کا یا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یا صمدیت وغیرہ کا سب کا طور یہی ہے اور مراقبہ کی حقیقت کا یہ بیان سب طریقوں کے موافق ہے جس طریقہ کا مرشد جو مراقبہ تعلیم کرے گا اسکی حقیقت یہی ہے اور جو بعض نادان کہتے ہیں کہ چیز کی صورت نہیں دیکھا اسکا کس طرح تصور اور خیال کریں سو انکا جواب بھی ہو گیا اور لوگوں کا تصور محسوس چیزوں میں اور اس مراقبہ میں جو ہے سو اسکا فرق ظاہر ہو گیا اور مراقبہ کی حقیقت خوب سمجھ میں آ جانے کی واسطے امام قشیری کے رسالہ کا مضمون ہی کافی ہے اس رسالہ میں لکھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کسی سفر میں تھے سو ایک لڑکے کو دیکھا بکری چراتے تھے تب اُس نے کہا ان میں سے ایک بکری بچچکا تب اُس نے کہا کہ یہ بکری میری نہیں ہے تب ابن عمر نے کہا کہ اسکے مالک سے کہنا کہ ان میں سے ایک بکری کو بھڑپا لیکھا تب لڑکے نے کہا فابن اللہ یعنی پیر اللہ کہاں گیا سو ابن عمر اس قصے کے بعد ایک مدت تک کہا کرتے تھے کہ اُس لڑکے نے کہا پھر کہاں گیا اللہ یعنی اُس لڑکے کو جو اللہ کے پاس اور ساتھ موجود ہونے کا مراقبہ کامل حاصل تھا اس سبب حضرت ابن عمر کو اسکی بات میں بڑی تاثیر معلوم ہوئی اور اسکے کہنے میں بڑی لذت پایا اسی لذت کے سبب اسبات کو بار بار کہا کرتے تھے اور اسی رسالہ میں ہے کہ مشایخوں میں سے ایک شخص تھے کہ اونکے تلمیذ اور مژ بہت سے تھے ان میں سے ایک کی طرف تخصیص کے ساتھ متوجہ ہوتے تھے اور یہ نسبت اور دن اسپر زیادہ توجہ کیا کرتے تھے تب لوگوں نے اسکا سبب پوچھا تب شیخ نے کہا کہ اسکا سبب میں تم لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہوں تب اپنے ہر مردوں کو ایک ایک چڑیا دیا اور ہر ایک کو کہدیا کہ اسکو وہاں فرج کر جہاں کوئی نہ دیکھے اور اس مرد کو بھی ایک چڑیا دیا پھر سب چلے گئے اور سب کے سب چڑیا زنج گئے ہوئے پھر شیخ کے پاس آئے اور یہ مرد بدجنتی ہوئی چڑیا

پڑھتے ہیں دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ قاری سمجھے اللہ تعالیٰ اُسے بات کرتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا کلام اللہ تعالیٰ سے سنتا ہے تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ کلام میں کلام کرنے والے کو اور اسکی صفت اور اسکے افعال کو قاری دیکھے اور یہ تیسرا مرتبہ صدیقین کے واسطے ہے اور پہلا اور دوسرا مرتبہ صحابہ کرام میں گزرا ہے اور ان تینوں کے سوا غافلون کے واسطے انتہی **فوائد** صدیقین کا بیان یہ ہے کہ تشریف میں لکھا ہے ابن عطلانے کہا کہ ادنیٰ منازل رسولوں کا جو ہے سو نبیوں کا اعلیٰ مراتب ہے اور تینوں کا جو ادنیٰ منازل ہے سو صدیقین کا اعلیٰ مراتب ہے اور ان تینوں کا جو ادنیٰ منازل ہے سو شہداء کا اعلیٰ مراتب ہے اور شہیدوں کا جو ادنیٰ منازل ہے سو صالحین کا اعلیٰ مراتب ہے اور صالحین کا ادنیٰ منازل ہے سو مومنین کا اعلیٰ مراتب ہے منازل کے سنے اترنا مرتبہ اور مراتب کے سنے چڑھنا اور ترقی کرنا مرتبہ سو خلاصہ یہ ہے کہ رسولوں کا جو اترنے سے اترنا مرتبہ ہے سو نبیوں کا چڑھنے سے چڑھنا مرتبہ ہے ایسے صدیقین اور شہداء اور صالحین اور مومنین کے مرتبہ کا حال جو نہ ہو سمجھو اور مراقبہ کی اصل اور دلیل حدیث چہرہ پہلے سے جو شروع میں مذکور ہوئی +

دوسروں میں اصل نسبت کے معنی وار کے حاصل ہونے کے بیان میں اور تینوں ششم کی بجایوں اور مشاہدہ اور فنا اور بقا اور حق ایمین کی حقیقت کے بیان میں

سارے شاخ کے طریقوں کے اشغال کا انجام یہی ہے کہ اُسے ہمت نفسانی یعنی کیفیت نفسانیہ حاصل کرے جسکو حضرات صوفیہ نسبت کرتے ہیں اور جب یہ نسبت حاصل ہوتی ہے تب اُسکے نور اور قوت کے لئے کشف مشاہدہ معاینہ حاصل ہوتا ہے اور کابیان سنو وہ یہ ہے کہ اللہ معبود برحق کی ذات مقدس کے پتے اور نشان کیواسطے یہ لفظ مبارک اللہ کی مقرر ہے

اپنے دل پر خیال کرے اسطور پر کہ اُس پر سونے سے اللہ کا نام لکھا ہے اس مراقبہ سے بھی وہی غرض ہے کہ سب طرف سے دل کا خیال جمع ہو کے اُس نام والے کی ذات پاک کا خیال باقی رہ جاوے یہ سب طریق مراقبہ کا حضرات نقشبندیہ کے طریقہ کو موافق لکھا اور صراط المستقیم میں جو مراقبہ وحدانیت کا لکھا ہے اُسے بھی یہ بات بخوبی حاصل ہوتی ہے یعنی سب طرف سے دل کا خیال جمع ہو کے اس ذات پاک کا خیال باقی رہ جاتا ہے وہ حدایت کے مراقبہ کا طریقہ ذکر کی فضل میں معلوم ہو گا۔

مراقبہ قرآن کی تلاوت کا کچھ مریاں ہے کہ بیان میں معلوم ہو اب کچھ شیخ عبدالرحمن رحمہ اللہ کی شرح جزری اور تفسیر فتح الغزیز کے موافق موعوب قرآن کی تلاوت کرے تب دماغ کی حسیں کے ساتھ بخوبی کے تاحد رکھی رعایت کرے اور آواز کی ترقیق اور تخریج میں اور تکرار کے ساتھ عورت کے لحن سے قرأت کرے۔ انشاء اللہ کا دروازہ بند ہو جاوے اور دل کے خیالات دور ہو جائیں اس حضوری کی سیر راہ ہے کہ اپنے کان کو اپنی زبان کے پاس کرے اور اپنے دل کو اپنے کان کے پاس اور اس تمام میں در حال سہ پہلے کہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کے زور برد کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ کے سامنے قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ کہ۔ بحاز ولہ الیٰ ننتہ قرآن کو سنا ہے تب بصورت میں اس شخص کا حال سوال کرنا اور بیقراری کرنا اور گریہ اور زاری اور اظہار میں کے ساتھ دغا کرنا ہوتا ہے اور دوسرا حال یہ ہے کہ اپنے دل کو آنکھ سے دیکھے کہ گویا کہ اُس کا رب اپنی جہر بانی کے ساتھ اسکی طرف مخاطب ہے اور اس سے بات کرتا ہے اپنے احسان اور انعام کے ساتھ اور اس شخص کا حال اس مقام میں حیا اور تعظیم اور کان کے سننا ہو گا اور اسکی اوپر ایک درجہ ہے کہ اُس کا دریافت کرنا مشکل ہے ہاں مگر بعضے قاریوں کو آسان ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام میں کلام کر نیوے کو دیکھے اور نہ اپنی طرف دیکھے اور نہ اپنی قرأت کی طرف اُٹس گمانے جو دریافت کیا تو یہ حق یقین کی حالت ہے جو فنا اور بقا کے بعد حاصل ہوتی ہے اور اسی حقیقت حال اور مقام کے بیان کی فضل میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگی اور عین العلم میں لکھا ہے کہ ادنیٰ مراقبہ قرآن کی قرأت کا یہ ہے کہ قاری اپنے دل میں سمجھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے



بیان میں معلوم ہوا اور یہ اعلیٰ درجہ ہے یا وہ مزہ نفس ناطقہ میں کھس جاتی ہے تطلع الیٰ البحر موت کے قسم سے یعنی صفات الہی کی طرف جہانگنے کے قسم سے جیسا کہ وجہ کے بیان میں معلوم ہوا اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ بندے کے اوپر بعضے وقت میں ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ اسوقت میں اللہ تعالیٰ کے جبروت یعنی افعال اور صفات قہر اور غلبہ کو جہانگنے کے طور پر دیکھتا ہوا اور سناٹے میں ہو جاتا ہے اور اسکا جی حمن سے ہو جاتا اور یہ بات ہر خاص اور عام کو کبھی کبھی ہو جاتا ہے اس مضمون کی شرح یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اپنی ذات کو اپنی ساری صفات کے ساتھ بیان فرمایا ہے مثلاً اپنی ذات کو فرمایا کہ اُسکے مانند اور مشابہ کوئی چیز نہیں یا فرمایا کہ اُسکو نہیں پاسکتی ہیں آنکھیں اور وہ پاسکتا ہے آنکھوں کے یعنی آنکھ میں یہ قوت نہیں اُسکو دیکھ لے مگر جو وہ آپ کو دکھا دے اسواسطے کہ لطیف ہے یا اپنی صفات کے اسماء مثل رزاق اور تواب اور حرمین اور رحیم اور سمیع اور بصیر اور خبیر اور علیم اور قدیر اور مجبی اور میت وغیرہ کو میان فرمایا تو لیکھیں ہم ساری عام اور خاص ہوں لوگ اپنے علم کی دلائل اور تحقیقات سے اُسکی ذات اور صفات کو جیسا کہ حق پہچاننے کا ہے پہچانتے ہیں اور اس معرفت یعنی پہچاننے میں ہرگز شک اور شبہ کو دخل نہیں فقہ اکبر میں یہی لکھا ہے اور یہی مذہب اہل سنت و جماعت کا ہے اور اس معرفت اور ایمان کو علم یقین کہتے ہیں اور یہ بات خوب معلوم ہے کہ علم اور دیکھنے اور کھلجانے میں بڑا فرق ہے مثلاً اپنی جان یا موت یا درد یا بھوکہ پیاس کا علم ہر شخص کو حاصل ہے مگر اُسکی حقیقت کسی پر کھلتی نہیں ہاں قہر اور غلبہ کی صفت کسی کسی وقت میں ہر مسلمان پر کھل جاتی ہے اور جب سالک کے نفس ناطقہ کو بصیرت حاصل ہوتی ہے تب اُسکو ایسا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے کہ اسپر دیکھنے کے طور پر کہ گو یاد دیکھتا ہے اُس سببجائے کے افعال کھل جاتے ہیں اور اُسکی جمالی یعنی لطف کی اور جلالی ہے یعنی قہر کی دونوں قسم کی صفات کھل جاتی ہیں بعد اسکے اُسکی ذات کھل جاتی ہے اور اس کھل جانے کو تجلی بولتے ہیں اور اس تجلی سے جو ایمان حاصل ہوتا ہے اُسکو عین یقین اور حق یقین کہتے ہیں اور یہی اصل مقصود ہے اور چونکہ صفات جبروتی کا کسی کسی وقت میں

تو بس اس لفظ کے معنی اور اس لفظ کا مفہوم وہی ذات مقدس ہے سو یہی لفظ مبارک اللہ کا مفہوم جو نرا مجرد اور بسیط ہے جب اُسکے طرف متوجہ رہنے کا ملکہ یعنی مشاطی نفس ناطقہ یعنی بولنے کو حاصل ہو جاوے اور اللہ عزوجل سے ایک علاقہ لگ جاوے اور یہ علاقہ لگ جانا نفس ناطقہ کی صفت ہو جاوے کہ اُس سے ایک دم جدا نہ ہو سکے تب اسی ملکہ کو نسبت کہتے ہیں اِس واسطے کہ نسبت کہتے ہیں ایک ملاپ اور علاقہ کو اور اِس ملکہ کا حامل ہونا اللہ عزوجل سے ایک علاقہ پیدا ہونے کا نام ہے اور یہ ملکہ نفس ناطقہ کو حامل ہونا اور اُس میں جم جانا ہے جس طرح سے دیکھنا سنا وغیرہ صفتیں آدمی کے ساتھ لگی رہتی ہیں اُس طرح سے یہ ملکہ نفس ناطقہ کی صفت ہو جاتا اور اُس میں ہر دم لگا رہتا ہی اور روح الہی عالم امر ہے اللہ کے پاس سے اور اُسکے حکم سے اُسکی بھیجی آئی ہے اُسی روح سے آدمی زندہ ہے اُسکی حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے اللہ کے طرف سے کشش اور اللہ کے طرف سے کبچ جانا اور اِس کشش کو قبول کرنا اور شاہدہ اور حق یقین کا حامل کرنا اور اللہ کی طرف متوجہ اور ننگ لگانا اُسکو حاصل ہے اور جسکو کھانے پینے خوشی سے قوت ہوتی ہے اور بھوکہ پیاس و کدھ غم سے کمزوری اُسکو روح طبی کہتے ہیں اور طب میں اُسکی علاج اور دوا کا بیان ہے اُسکو روح نفسانی وغیرہ کہتے ہیں اور جس طرح سے سارے حواس اور قوت روح الہی کی صفات اور توابع ہیں ویسا ہی روح طبی بھی اور روح اور نفس ناطقہ کا بیان اکیسویں فصل میں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور جیسا کہ انسان کی آنکھ کی بینائی کو بصارت کہتے ہیں ویسا ہی اِس صفت اور ملکہ کو نفس ناطقہ کی بصیرت بولتے ہیں تو جب نفس ناطقہ کو بصیرت حاصل ہوئی اور تجلیوں کے دیکھنے کے قابل ہوئی تب اُسکو ایک کیفیت اور ہیئت اور مزہ حاصل ہوئی تو پس حضرات صوفیہ اُسکو ہیئت نفسانہ اور نسبت اور سکینہ اور نور اور بصیرت کہتے ہیں اور نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ یہ نسبت ایک کیفیت اور مزہ اور ایک حالت ہے جو نفس ناطقہ میں حلول کرتی اور گہس جاتی ہے فرشتوں کی تشبیہ کے قسم سے یعنی یہ شخص فرشتوں کے مشابہ ہو جاتا ہے اور سبح اور اللہ کی ذکر میں فرشتوں کے مانند لذت پاتا ہی اور جیسا کہ فرشتوں کو وجود کا آئینہ ہے ویسا اُسکو ایشا بدین آئینہ پڑتا جیسا کہ حق یقین کے

تشبیہ کے قسم اور دوسری تعلق الی البحر موت کے قسم اور ان دونوں میں سے اندر بہت قسم کی نسبتیں ہوتی  
 ہیں ان میں سے ایک نسبت محبت اور عشق کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حضوری کی یادداشت کے ساتھ عارف  
 کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق جم جاتا ہے تو چونکہ بصیرت پر محبت کھلگئی اس واسطے یہ نسبت  
 محبت اور عشق کی کہلاتی اور عشق کے معنی مد سے زیادہ دوست رکھنا اور ان میں سے ایک نسبت نفس شکنی  
 اور نفس کے مزوں سے بیزار ہونے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حضوری کی یادداشت کے ساتھ عارف کا نفس بالکل  
 شکستہ ہو جاتا ہو اور نفس کے مزوں کا خیال بالکل مٹ جاتا ہے اور اس کو نسبت اہل بیت کہتے ہیں یعنی  
 اہل بیت کا یہی حال تھا اور سیکو فنا سے ارادہ کہتے ہیں جو تجلی ذات سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ قریب معلوم  
 ہوگا اور ان میں سے ایک نسبت مشاہدہ کی ہے اور وہ مراد ہے حاصل ہونے بلکہ توجہ سے مجرد بسطی طیف  
 یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کی طرف ہر وقت متوجہ رہنا اس کی نام نسبت مشاہدہ جو حاصل کلام کا یہ ہے  
 کہ اللہ تعالیٰ کی حضوری کے بہت رنگ ہیں باعتبار پائے جانے معنی محبت یا نفس شکنی وغیرہ کے یادداشت  
 کے ساتھ سو نفس انسانی میں جس رنگ مخصوص کا ملکہ قومی قائم ہو جاتا ہے اس ملکہ کو اسی رنگ  
 کی نسبت کہتے ہیں اور نسبتیں نہایت بکثرت ہیں یقین اور صاحب اسرار یعنی عارف سب بتوں کو الگ  
 الگ پہچانتا ہے یہاں تک قول بحیث کے مضمون کی شرح ہے حلامد یہ کہ بصیرت پر جو بات کھل جاتی  
 ہے اور اس کا ملکہ ہو جاتا ہے تب وہ بصیرت اسی بات کی نسبت کہلاتی ہے مثلاً نسبت زہد اور توکل  
 اور تقویٰ اور رضا کی یا نسبت تجلی انحال یا صفات یا ذات کی و علی ہذا القیاس جب یہ مضمون سمجھ میں  
 آگیا کہ بصیرت سے مشاہدہ وغیرہ حاصل ہوتا ہو تو بس فرض سے لیکے مستحب تک بندگی اور طاعت میں  
 ہر قسم کی طہارات اور اذکار میں ہمیشہ برابر لگا رہے تاکہ بصیرت حاصل ہو اور اسی تینوں باتوں کے  
 نفس ناطقہ کا تزکیہ اور تجلیہ یعنی پاک صاف کرنا اور جلا دینا ہوتا ہے اور ہر قسم کی طہارات جو کہا تو  
 اسکے یہ معنی ہیں کہ طہارت یعنی پاک ہونے کے کسی قسم میں پہلے پاک نفس کی کفر اور شرک اور باطل  
 عقیدے اور بری نیتوں اور برسی خصلتوں سے مثل کینہ رکھنے اور بد باطنی اور غابازی اور  
 حسد اور تکبر وغیرہ کے دوسری پاک بدن کی اور کپڑے کی نجاستوں سے مثل خون پیسے غالب بول

کسل جانا سبکی سمجھ میں آجاتا ہے اس واسطے جو کچھ بصیرت سالک دیکھتا ہے اسکو قول الجہیل میں اترتہ  
 تعلق الی الجہروت فرمایا تاکہ تجلی افعال اور صفات اور ذات کو صفات جنہوتی کے کھٹنے پر قیاس  
 کریں مگر یہ ملکہ اسخہ حوض کے سوا دوسرے کو نصیب نہیں ہوتا اور یہ دیکھنا بصیرت اسطرح  
 ہوتا ہے کہ جیسے شفاف اور باریک پردے کے آڑ سے کوئی شخص کسی چیز کو دیکھتا ہے اسواسطی  
 اسکو دیکھنے کے مشابہ فرمایا جیسا کہ حدیث جبرئیل میں احسان کے بیان میں فرمایا **اِنَّ لِعَبْدِ  
 كَاَنَّكَ تَقِ** الا بندگی کرے تو اللہ کی اسطرح کہ گویا تو اسکو دیکھتا ہے غرض اس قسم کمال جانے کا  
 حد و پایاں نہیں اور یہ کھلجانا بواہی اور طوارق سے شروع ہوتا ہے جیسا کہ اسکے بیان میں  
 معلوم ہوا اور انکی ذات اور صفات کی حقیقت کی معرفت اور انکا کھلجانا جیسا کہ حق کھلجکا  
 ہے کسی کو حاصل نہیں بلکہ جسقدر صفائی ہوتی جاتی ہے یقین کا درجہ بڑھتا جاتا ہے کہ فقہ اکبر  
 میں ہے کہ سارے مومن لوگ معرفت اور یقین اور توکل اور اللہ اور رسول کی محبت اور رضا  
 اور خوف اور رجا اور ایمان میں برابر ہیں اور ایمان کے سوا ان سب مذکور باتوں میں درجہ  
 کا تفاوت رکھتے ہیں اور درجے میں کم و بیش ہوتے ہیں سو اسی پورے یقین حاصل ہونے  
 کیواسطے نسبت حاصل ہونگی راہ تلاش کرتے ہیں تو بس سارے درجات نسبت حاصل ہونے  
 پر موقوف ہیں اور نسبت کا حاصل ہونا طاعات اور طہارات اور نذکار پر موقوف ہے اور اذکار  
 میں داخل ہے قرآن شریف کی تلاوت اور مراقبہ کیونکہ وہ بھی ذکر قلبی ہے جیسا کہ قول الجہیل  
 میں فرماتے ہیں اور بس بصیرت کے حاصل کرنیکی یہ راہ ہے کہ بندہ حسب طاعات اور طہارات  
 اور اذکار میں ہمیشہ برابر لگا رہتا ہے تب اسکو ایک صفت حاصل ہوتی جو نفس ناطقہ میں  
 قائم رہتی ہے یعنی فرشتوں کی صفت کے مشابہ ایک صفت اسکے نفس ناطقہ کو حاصل ہوتی  
 ہے اور ایک ملکہ مضبوطی صفت الہی کی طرف جھانکنے اور متوجہ ہونے کا اسکو حاصل ہوتا ہے  
 تب اسکے نفس ناطقہ میں اس دونوں قسم کی صفت اور نسبت جم جاتی ہے اور اس ملاحظہ اور  
 توجہ کا ملکہ مضبوطی اسکو حاصل ہوتا ہے تو بس اس نسبت کی دو جنسین بظہر میں ایک تو فرشتوں کی

کہ جو کتاب میں الہی باین مجھ کو معلوم ہو میں تو کین فیما قبل باتیں مرشد کے توجہ سے مجھ کو معلوم ہو گئیں  
 در میرے توجہ سے لوگوں کو معلوم ہو جاتی ہیں اور یہ بڑی آفت ہے کہ زمین جانتا ہے اور جانتا ہے کہ میں  
 جانتا ہوں اور جو بات کتاب میں نہیں ہے اسکو اصل بات جانتا ہے اور پانچویں قسم کی طہارت حاصل ہونا  
 ہونا ظاہر ہوتا ہے سو مرشد اس مقام میں برگز مروت اور عظمت نکرے اور جس طرح سے بن پرست  
 ریہ کے کونے کی بی خیال پھینکے اسکی یہ راہ ہے کہ مال کا فرض واجب صدقہ توجہ و زور میرے سے  
 داکر انا ہی ہے کچھ نفل خیر میں آزادی مثل مسافر محتاج کو تصور ابہت دلا کے یا کسی کو فرض دلا کے  
 یا مسجد کی خدمت گذاری میں خرچ کر کے آزادی جب امتحان میں پورا اترے تب تعلیم میں بہل توجہ  
 ہو انشاء اللہ تعالیٰ شکل آسان بیڑا پار ہے اور انار بیکتر معلوم ہوتا ہے ہونہارو کے چکنی بات  
 در حدیث سے ثابت ہے کہ اس امت کی آرایش مال ہے جامع ترمذی میں کعب بن عیاض سے  
 روایت ہے کہ اٹنے کہا کہ سنائیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے تھے اِنَّ رِکْلَ اُمَّتٍ فِتْنَةٌ  
 وَفِتْنَةُ اُمَّتِي لَمَالٌ بیشک ہر امت کی واسطے ایک آرایش تھی اور آرایش میری امت کی مال ہے  
 غرض تیز بات مذکور سے نسبت بلاشبہ حال ہوگی احمد اللہ بخنے یہ نعمت پایا ہے تم لوگ بھی  
 امت کو بلند کر دو ہوش کرو محروم نہ رہو گے پس سبکی صحبت اور تعلیم سے یہ نعمت ملی اور بصیرت  
 ملی اور آنکہ کھلے و بڑا صاحب تاثیر ہے قول بحمیل اور عوارف سب کا مضمون ایک ہے مگر ہر ایک  
 کا بیان اپنے اپنے طور پر ہے اب اس مقام میں تفسیر فتح العزیز کا مضمون لکھ کے تب کچھ عوارف  
 کا مضمون لکھیں تو اس بطلب خوب سمجھ میں آتا دیکھا وہ یہ ہے ایمان کا دو قسم ہے پہلا ایمان  
 تقلیدی یعنی اپنے مومن باپ ماں وغیرہ کو دیکھ کے بغیر تحقیق اور دلیل کے ایمان لایا دوسرا  
 ایمان تحقیقی یعنی تحقیق کی رو سے جو ایمان حاصل ہو اس پر ایمان تحقیقی ہی دو قسم ہے پہلا ہتلا  
 یعنی دلیل کی رو سے جو ایمان حاصل ہو اور دوسرا کشفی یعنی اسپر اللہ تعالیٰ نے ایمان کو کھول دیا  
 اور اسکے دل میں ایمان کا نور ڈال دیا پھر ایمان استدلالی اور کشفی دونوں قسم میں سے یا تو  
 ایک انجام رکھتا ہے یعنی اسکا ایک مد معجز ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کرتا اور یا تو انجام

شراب سنی ندی وغیرہ کے تیسرے پاکی بدن کی حدت اور جنابت سے وضو غسل میٹھ کر کے چوتھے  
 پاکی بدن کی فضیلتا رستنی سے جو بدن میں زاید چیزیں جمیتی ہیں مثل موسے زہار اور بعل کے  
 بال اور ناخن اور بدن کی سیل وغیرہ کے اور جیکے ڈاڑھی یا سر کا بال دراز اُسکو ہر مہنتہ میں  
 جمع کے روزان بالوں کا دھونا اور انہیں گنگھی کرنا اور عطر مناسنت موکہ ہر پانچویں پاکی مال  
 کی زکوٰۃ اور صدتے دیکر اور اپنے مال کو حرم اور مکروہ مال ملنے سے بچا کر اور اُسکا بیان فقہ میں  
 صاف صاف ہی اور اپنے حال میں بھی غور کرتا رہے کہ کس قدر آنکھ کھلی اور کسی بصیرت ملی اور اُسکے  
 کمال کی فکر میں لگا رہے یعنی جسطرح صیقل گر صیقل کرتے کرتے دیکھ لیا کرتا ہے یہاں تک کہ اُسکے  
 خاطر خواہ صیقل اور جلا ہو جاتی ہے ایس طرح سے طاعات اور طہارت اور اذکار میں برابر لگا رہے  
 اور اپنے حال میں غور کرتا رہے یہ مضمون اپنے حال میں غور کرنے کا اس ناچیز نے اپنے تجربہ سے  
 لکھا ہے یہ بڑے کام کی بات ہی اور اپنے مرشد سے ہی حال بیان کرتا رہے اور ہمت کو بلند کرے  
 ہمت مردان مدد خدا شہور ہے اور جب دریافت ہو کہ ابھی تک آنکھ نہیں کھلی تب غور کرے کہ طہارت  
 طہارت اذکار کس بات میں تصور حسین تصور پاوی اُسکو بخوبی بجلاوے اس ملک میں اس زمانہ  
 میں لوگ پہلی طہارت یعنی نفس کی طہارت حاصل نہ کرنے سے اور دوسری طہارت یعنی زکوٰۃ نہ دینے  
 اور مال کی طہارت نہ کرنے سے اس نعمت سے محروم رہتے ہیں یعنی جب تک یہ سب طہارت حاصل  
 نہ ہوگی تب تک محروم رہینگے اور طاعت اور ذکر فائدہ نہ کریگی جیسا کہ جب تک ملی کونٹے سے  
 نہ نکال پھینکین گے تب تک ساتھ ڈول پانی کھینچنا فائدہ نہ کرے گا سو پہلی قسم طہارت کا حاصل  
 ہونا ہونا تو امانت ہے سالک آپ غور و انصاف کرتا رہے خصوصاً حسد اور کبر جبل مرکب کی  
 آفت سے بچتا رہے جبل مرکب کیا ہے کہ مثلاً تصوف کے علوم سے اور اُنکی اصطلاحی باتوں  
 سے یا ذکر کے طریقہ معنی سے واقف نہیں ہے اور اُسکے سیکنے اور دریافت کرنے کا محتاج ہے  
 مگر کسی مرشد کی خلاف رکھتا ہے اور سیکڑوں آدمی اُسکے بھی مرید ہیں اب سیکوہ دوسرے کے  
 پاس جانے سے حال معلوم ہوتا ہے اور تارے حسد اور کبر کے یہ جانتا ہے کہ جکو یہ سب معلوم ہے

دیکھنا یقین کا کہ احتمالِ اشتباہ کا اور خیال کے غلبہ کا اور جو اس کے غلطی کرنے کا نہو اور یہ کام آنکہ  
 کاہنیں بے بصیرت کا کام ہے اور قہر کی صفات سے جسکو صفاتِ جلالی کہتے ہیں ہیبت اور خوف  
 اور بے چینی دل میں ایسی پیدا ہوتی ہے کہ اسکا اثر ظاہر بدن پر معلوم ہوتی ہے مثلاً کمازمین رونا  
 آتا ہے اور سہ کو کشف کہتے ہیں اور یہ بھی عین یقین ہے اور ان دونوں قسم کو بعضے مشاہدہ ہی  
 کہتے ہیں اور کشف اور مشاہدہ کا بیان قریباً بارہویں فصل میں نجوی ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور  
 تجلی ذات سے فنا اور بقا حاصل ہوتا ہے اور کہی اسکو ترک الاختیار کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ  
 کے فعل کے اوپر قائم رہنا فنا ہے اس فنا سے مراد لیتے ہیں فنا ہو جانا بندگی کے ارادے اور  
 ہو ایسے خوہش نفسانی کا اور بندے کا ارادہ خواہش نفسانی کے قسموں میں سے بڑا لطیف قسم ہی  
 یعنی بندگی کا ارادہ اور خوہش فنا ہو جانا ہے اللہ کا ارادہ باقی رہتا ہے اور یہ فنا ظاہر ہی ہو  
 لیکن فنا باطنی جو ہے سو اسکی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شہود کے نور کی چمک کیوقت تجلی ذات  
 میں وجود کا آثار یعنی علم اور فعل اور حس اور فہم سب محو ہو جاتا ہے اور وجود کا خیال مطلق نہیں  
 باقی رہتا جس طرح سے آفتاب طلوع ہونے سے تاریک زمین نظر پڑتے اسی طرح اس حالت میں  
 فقط اللہ ہی کا وجود اسکی نظر میں رہتا ہے اسکو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کہتے ہیں اور فنا اور  
 بقا کی حقیقت چیمبیسویں فصل میں معلوم ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اس مقام والو مقربین اور سبائے  
 کبریا تے ہیں اور حضراتِ صوفیہ کی اصطلاح میں صوفی اور یہ مقام یقین کے بڑے کامل قسموں  
 میں سے ہے دنیا میں اور یہی شہود ذاتی ہے جسکو حق یقین کہتے ہیں اور اسکو معانیہ کہتے ہیں  
 اور اکثر حضراتِ صوفیہ کے کشف بولتے ہیں صفات کے کھلبانے اور مشاہدہ بولتے ہیں ذات  
 کے ظاہر ہونے کو لیکن تجلی اصل ذات کی اسطور پر کہ خود وہ ذات پاک ظاہر ہو جاوے  
 سو اسی آخرت کے نہیں ہوتی ہے اور یہ وہی مقام ہے کہ معراج کی رات میں رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم کے نصیب ہوا یعنی آنحضرت نے اس رات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو آنکہ کی بیانی سے  
 بلا کیف دیکھا جیسا کہ موسیٰ لوگ اپنی آنکھوں کی بیانی سے جنت میں دیکھیں گے سو اسطرح کہ اس رات

نہیں رکھتا اور بے حد و پیمانہ پر اس میں سے جو انجام رکھتا ہے اسکو علم یقین کہتے ہیں یعنی اسکا علم  
 جہاں تک پہنچتا ہے اور علم کی تحقیق سے جس قدر ثابت ہے وہی اسکا حد ہے اور جو انجام نہیں رکھتا  
 بلکہ بے حد و پیمانہ ہے یعنی جسکو جس قدر صفائی حاصل ہوتی جاتی ہے اسکو بقدر اسکی صفائی کے نور  
 ایمان کا حال ہوتا جاتا ہے اور ترقی ہوتی جاتی ہے جیسا کہ حال و مقام کے بیان میں معلوم ہوگا سو  
 اس قسم ایمان کا بھی دو قسم ہے یا تو مشاہدہ ہو جسکو عین یقین کہتے ہیں یعنی اس قسم کی حقیقت  
 ہے کہ اللہ جل جلالہ کی صفات جلال اور رحمت کی بندگی پر عمل جاتی ہے اسطور پر کہ گویا دیکھتا  
 ہے اور یا تو شہود ذاتی ہے جسکو حق یقین کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو ایمان کی آنکھ  
 سے دیکھنے لگتا ہے اور سیکو سمائیہ کہتے ہیں اب عوارف کے مضمون کا خلاصہ سنو عوارف کے  
 بیسویں باب میں جو کہ بصیرت پر اللہ تعالیٰ کے افعال کی تجلی کا ہونا یعنی افعال کا کھل جانا اور  
 ظاہر ہو جانا یہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کا پہلا رتبہ ہے یعنی اس حال والے پر اللہ تعالیٰ کی توحید  
 کھل جاتی ہے کہ باوجود بہت ہونے فعلوں اور فاعلوں کے اس حال والے کو ایک ہی غالب  
 اور ایک ہی موثر یعنی اثر ظاہر کر نیوالا کہ وہ فاعل اور موثر حقیقی کی ذات پاک ہے ہر فعل اور  
 جنبش اور ہر سکون میں ظاہر ہوتی ہے اس کے بعد رتبہ میں ترقی ہو کے صفات کی تجلی ہوتی  
 ہے اس کے بعد رتبہ میں ترقی ہو کے ذات کی تجلی ہوتی ہے اور ان تجلیوں میں اشارہ ہو یقین کے  
 رتبے اور توحید کے مقاموں کا کہ ایک سے ایک بڑھ کے ہے اور ایک سے ایک زیادہ صاف ہے  
 اور تجلی کے معنی کھل جانے اور صاف صاف ظاہر ہو جانے کے ہیں تجلی معنی روشنی اور چمک  
 کے نہیں ہے تجلی افعال کی جو ہوتی ہے اس سے بہت صاف اور کامل رضا اور تسلیم حاصل ہوتی  
 ہے یعنی جب ہر فعل کا موثر اسکو سمجھتا ہے ہر حال میں خوش رہتا ہے اور اس کے دل میں شکایت کا  
 وہم بھی نہیں گذرتا اور تجلی صفات سے بہت اور انس حاصل ہوتی ہے یعنی لطف کی صفات جسکو سمجھتا  
 جاملی کہتے ہیں انس حاصل ہوتی ہے اور دل میں روشنی اور خوشی اور نرمی اور گناہ سے بچنے کی توفیق  
 اور آنکھ میں ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور یہی مشاہدہ ہو جسکو عین یقین کہتے ہیں عین یقین معنی



اسکے ظاہر بدن اور اور جوارح یعنی ساری عضوؤں پر ظاہر ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کو ایسے سگائیں یاد کرنے سے انگلیوں سے آنسو جاری ہو یا قبر کو دیکھ کے آنسو جاری ہو یا نماز میں رونا آدے جیسا کہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے رونے کے سبب دیگ کی سی آواز سنی جاتی تھی اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ خواب کا دیکھنا اور نیک خواب یہ مراد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے یا خواب میں بہشت اور دوزخ کو دیکھے یا نیک لوگوں کو اور تینوں کو دیکھے بعد اسکے منبرک مکانوں کا خواب میں دیکھنا جیسا کہ بیت اللہ شریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور بیت المقدس کا خواب میں دیکھنا بعد اسکے آئندہ کو انیوالی چیزوں کا دیکھنا اور پھر وہ چیزیں اسکے خواب کے موافق واقع ہوں یا گذرے زمانے میں جو باتیں ہوئی ہیں وہ ٹھیک ٹھیک اسکے نظر پر تین یا انوار کا دیکھنا یا مزید ارا پاک ستمری چیزوں کا دیکھنا جیسے خواب میں دو دھرتیاں یا گلی پنیادیکھے اور فرشتوں کا دیکھنا اور ان میں سے سچی فرست اور دل کا خیال ہے جو مطابقت واقع کے ہے حدیث میں آیا ہے کہ مومن کی فرست سے ڈرتے رہو اس واسطے کہ وہ اللہ کے نور کے وسیلہ سے دیکھتا ہے فرست کے معنی یہ کہ کسی شخص میں کوئی نشان دیکھ کے یا اسکی نظر دیکھ کے اسکے دل کی بات اور مضمون پہچان جاوے اور ان میں سے دعا کا قبول ہونا ہے اور اس چیز کا ظاہر ہونا جسکو اپنے دل کی کوشش سے اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ ایسی حالات مذکورہ اور مثل ایسے جو حالات ہیں سو دلالت کرتے ہیں اس شخص کے ایمان سمجھ ہونے پر اور اسکی طاعات کے قبول ہونے پر اور اسکے دل کے اندر طاعت کے نور اثر کرنے پر تو چاہیے کہ لکھا اس بات کو غنیمت جانے پر نسبت حاصل ہونے کے بعد دوسرا عروج ہے وہ کیا ہے کہ مشاہدہ اور فنا فی اللہ اور بقا باللہ حاصل ہوتا ہے ۔

میرہ الغفر  
 گیارہون فصل حضرت مشد برحق امیر المؤمنین سید احمد قدس  
 کی مجدد ہونگی نشانی اور انکی طریقہ کا نام جو محمد یہ رکھتا ہے اسکے یہ نام  
 رکھنے کی وجہ اور بداہات اور نہایات اور ایک فائدہ عظیم کے بیان میں

کو آنحضرت عالم ملک اور ملکوت سے باہر نکل گئے تھے اور یہ دیکھنا آخرت کے منظر اور  
 موسیٰ علیہ السلام کو اس مقام سے منع کیا فرمایا کہ کڑھ لائے تو مجھ کو بہ گزند دیکھ سکیگا صاحب عوارف  
 فرماتے ہیں کہ ہم جو تجلی کا بیان کر رہے ہیں سو اس میں اشارہ ہو یقین حاصل ہو سکی کہ ربون کا اور  
 بصیرت سے لکھنے کا تمام ہوا خلاصہ عوارف کے مضمون کا **فائدہ** اس بیان سے معلوم  
 ہوا کہ ان مذکورہ تجلیوں کا حاصل ہونا جو ہے سو مومن کا اصل مقصد یہی ہے اور گمان کرنا کہ اللہ سبحانہ  
 کی خود ذات نظر پڑتی ہے جہالت ہی وہ سجانہ اس سے پاک ہو کہ کوئی ہو دیکھے گو کہ دل ہی کی آنکھ ہی  
 ہو اور ان تینوں قسم کی تجلیوں سے یقین اور ایمان کامل ہوتا ہی اور اللہ سبحانہ کی طاعت میں لذت  
 پاتا ہے اور اس کی ساری عبادت مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی عبادت کے بالذات  
 ادا ہوتی ہے پہلا اس سے بڑھ کے اور کیا نعمت ہوگی اور اس مقام میں سالک اپنی حال میں  
 غور کرتا رہے ہلوگوں سے تجلی دریافت ہوتی ہے افعال کی یا صفات کی ذات کی اور اس کی کمال  
 کی فکر میں نگار رہے اور فنا اور بقا کے مقام میں پہنچنے کا ارادہ رکھے مگر ان تجلیوں کے مضمون  
 کو مرشد سے خوب سمجھ لے اور جس مرشد کی بصیرت پر یہ تجلی ظاہر ہوئی ہوگی اس کا تعلیم کرنا  
 بہت مفید ہوگا تب ایسے مرشد کو کہیں گے کہ اس کی نسبت بڑی قوی ہے اب ایک مضمون لگا کر کہ  
 قول بحجیل کے مضمون کا خلاصہ یاد رکھنا چاہیے وہ یہ ہے کہ جو شخص نسبت پر ہمیشہ برابر لگتا  
 ہے اُس کے واسطے احوال بلند ایک ایک وقت میں بار بار ہوا کرتے ہیں تو چاہیے کہ سالک ان  
 حالات بلند کو عنینت جانے اور معلوم کرے یہ حالات مذکورہ طاعات کے قبول ہونے اور طاعت  
 کی تاثیر نفس کے اندر اور دل کے اندر اثر کرنے کی نشانی ہیں اور ان بلند حالتوں میں سے ایک  
 یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی طاعت کو اللہ کے سوا جتنے ہیں سب پر اختیار اور پسند اور مقدم کرنا اور  
 اس پر غیرت کرنا یعنی سارے نیک اعمال اور اس سبجائے کی فرمانبرداری اور محبت میں اس کو  
 غیرت اور شک ہو لینے اگر آپ ان باتوں کو دوسروں سے کم کرتا ہو تو اس کو غیرت معلوم ہو  
 اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف سالک پر ایسا غالب ہو کہ اس خوف کا اثر

جنکو اللہ سبحانہ نے مقبول اور محفوظ بنا یا تعالٰیٰ کو چھڑا کے ساری مرد اور عورت عوام اور خواص اہل سنت  
 اور شیعہ اور جو قوم اشرف کہلاتے تھے کھلی کھلا شرک اور کفر کی رسم میں گرفتار تھے اور ہندوؤں کے  
 تہوار دسمی ہولی دیوالی بسنت میں لوگ شریک تھے ہولی میں نلج کر دانے نلج دیکھنے عبیر بھارتی  
 رنگ ڈالنے میں مسلمان لوگ بھی شریک تھے دسمی کے روز جو کا درخت جسکو جی کہتے ہیں برہمن سے  
 پیسا دے کے لیتے اور اسکو پکڑی میں رکھتے تھے اور اسروز کپڑا بدل کے ان کے سیلے میں جاتے  
 تھے دیوالی میں ہندوؤں کی طرح مکان پر سفیدی کرواتے اور چوڑا ریوڑی مٹھائی تقسیم کرتے  
 اور لڑکے کی سسرال میں دیوالی کی تہواری میں چوڑا ریوڑی مٹھائی سٹی کا کھلونا بھیجتے تھے بسنت  
 میں آم کامول یعنی بور اور پھول کا گلہ ستہالی میرانی لاتا تھا سکونیک شگون جان کے لیتے  
 اور پیسہ دیتے تھے یہاں تک کہ بعض مقام کے مرثہ بگدی نیشن سیکڑون آدمی کے پر بسنت  
 کے روز مجلس سماعی کرتے اور پھول کا گلہ ستہ یا کوزہ یا خدا جانے کیا خرافات صورت  
 بنا کے گاتے جاتے اس مجلس میں لاتے تھے اور وہ مرثہ بسنتی کپڑا پہنتے اور بسنتی فرشن بھجاتے  
 تھے یہاں تک سننے میں آیا ہے کہ حضرت مولانا محمد اسمعیل محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انکو گونا  
 گوس رسم سوش کیا تھا اسپران لوگوں نے بسنت کی رسم میں رسالہ الکھامی بیانیہ غفلت حد کو پونجی سنی کہ  
 کچھ پڑھے ہوئے مسلمان ہندوؤں کے تہوار بسنت کے درست ہونے میں زور مارے ہیں اور باقی فسق  
 و فجور شراب تاڑی وغیرہ نشا کی چیزوں کا پینا اور حرام کاموں میں گرفتار رہنا جیسا کہ جاہلی  
 تھا سکاڈ کر کرنا کہ وہ معلوم ہوتا ہے اور لڑکا پیدا ہونے میں ہندوؤں کی طرح سے چھٹی کرے اور  
 نلج میں ہی جو خرافات کرتے تھے سو کرتے تھے نلج باجے آتشیازی وغیرہ واہیات اور سہرہ  
 باندھنے کو ضروریات شرعی سے بڑھ کے جانتے تھے اور اس کے خرچ کے لئے زمین اور گائون اور  
 حویلی کو گور رکھتے تھے اور بعضوں کی بک بھی جاتی تھی اور سہرہ لنگنا باندھنے پر ایسا لڑکے  
 تھے کہ سہرہ لنگنا باندھنے کے سبب حضرت سید صاحب کے ابتدا خلمور میں کتنی بسنت چھوٹ  
 گئیں تھیں اور تشبیہ کفر جو لباس پہنے ڈارھی گھٹانے گل موچھا رکھانے وغیرہ میں کرتے تھے

اب ان بالون کو ہم چار فائدوں میں بیان کر رہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ پہلا فائدہ حضرت مرشد برحق کے مجدد  
ہونے کی نشانی کے بیان میں مشکوٰۃ مصالیح میں کتاب العلم کی دوسری فصل میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے  
روایت ہے اسے کہا کہ بیچ اُس چیز کے کہ جانتا ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہے کہ فرمایا  
انحضرت نے ان اللہ عزوجل سبعت لہذا اکلمہ علی راسی کل مائتہ سنۃ من یحید ذنہا ۱۰۰  
سداک ابو داؤد۔ تحقیق اللہ عزوجل ہیجتا ہے اس امت کی واسطے سہری پر ہر سو برس کے شخص  
کو کہ نیا اور تازہ کرتا ہے اسکو واسطے دین انکار وایت کیا اسکو ابوداؤد نے سو مخبر صادق کی سچی  
خبر بموجب ہر سو برس کے سب پر مجدد ہوتے گئے اور دین کو تازہ کرتے گئے رحمت اللہ علیہم اب  
اس تیرہویں سو بھری کے سب پر حضرت امیر المؤمنین سید احمد رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اور  
دین کو تازہ اور نیا کر دیا اور اس مضمون کو سارے علماء آخرت اور عارف لوگ خوب پہچانتے  
ہیں اور لوگوں سے بیان بھی کرتے ہیں مگر چند نشانیوں کا ذکر کرنا اس مقام میں ضرور ہے  
تاکہ خواص اور عوام سب کے آپ آگاہ ہو جاویں سو عوام کے آگاہ کرنے کا یہ مضمون ہے کہ حضرت  
مرشد برحق نے اس ملک کو ترک اور کفر کی رسم اور کفار کے تواریخ میں شریک ہونے اور بدعت  
اور فسق و فجور سے پاک کیا اور ہر شخص کھلا کھلی دیکھتا ہے کہ حضرت سید صاحب کے ظاہر ہونے  
کے وقت سے اذان اور نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ وغیرہ احکام شرعی خوب جاری ہوئے  
اور جمعہ اور جماعت اور نمازیوں کی کثرت ہوئی ہے اور گائوں گائوں شہر بپشہر پرانے مسجدیں  
آباد ہو گئیں اور نئے بن گئیں ہیں اور لڑکا پیدا ہونے میں اب لوگ عقیقہ کرتے اور نکاح میں  
ولیمہ کرتے ہیں اور پانچ بابے التباڑھی سہرہ گلگنا باندھنے وغیرہ و اہیات رسوں اور  
تشبیہ کفر سے کمال پر ہیز کرتے ہیں اور ان کے ظاہر ہونے کے قبل یہ حال تھا کہ جب اس شخص  
نے پانچ وقت کی اذان شروع کیا تو بعض بعض نادان مسلمان کہتے کہ شام صبح کی اذان سناتا  
ہوں کی اذان کبھی نہ سناتا یہ نئی نئی بات نکلے ہے اور مسجدوں کا یہ حال تھا کہ لوگ نلج کر رہتے  
اور ہندوں کی بارات اترتی اور شراب پیتے تھے اور اس ملک میں ایسا اندھیرا ہو گیا تھا کہ

براحال تہا مختصر یہ کہ زندگی اور موت دونوں خراب تھی کفن و دفن کے مسئلہ سے بھی واقف نہ تھے کفن و دفن غسل میں بڑی بڑی خرابی کرتے تھے اور اس قدر جہالت چھا گئی تھی کہ جو سنی ہوتا وہ سنی سے جو شیعہ ہوتا وہ شیعہ سے ایک برہمنے میں پانی لا کے مردے کے غسل دینے کے واسطے پھونکو لیتا اور بعینہ ویسا ہی حال ہو گیا تھا جیسا کہ لوگ بعضے ملک کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ وہاں کے لوگ اپنے پیر سے ذبح کی نیت اور فالتھ تھجری پر اور بالنس کے چونگے میں پھونکو کے رکھتے ہیں اور لوگ اپنے عقیدے اور مذہب سے مطلق واقف نہ تھے اُس وقت کے بچے سنی کہتے تھے کہ ہم بندے اللہ کے ہیں اُمّت محمد کی دوست اہل بیت کے ہیں جب کوئی پوچھتا کہ چاریار کو کیا کہتے ہو تب وہ کہتے کہ اُن کو نہ ہم نیک کہتے نہ بد اور بچے شیعہ لوگ کہتے کہ۔

بیت

حیدریم قلذرم ستم علی اللہ از ازل لستم

اور وہی تباہی تھی جسے حسین حضرت علی کریم اللہ وجہ کے اللہ ہونے یا معاذ اللہ اللہ کے بیٹے ہونے کا مذکور ہونا بیان کیا کرتے اور نماز روزے کا چرچا نہ تھا جو کوئی بڑا عابد ہوتا تو منہ ماتہ دہو کے چٹائی بچھا کے منقبت پڑھتا تھا اور جو کچھ اللہ سبحانہ سے مانگنا چاہتے سو اُس منقبت میں حضرت علی سے مانگتا تھا اور سوا پھر کار و زہ مشککشا کا بہت جاری تھا اور کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ تو ہندو نکی برت کی صورت ہی اور طرفہ تو یہ ہی کہ ہندوؤں کی طرح سے اُس برت میں مصری اور متقی اور بھونے ہوئے چنے سے پھر بار بھی کرتے تھے اسکے سوا اور بھی بہت کچھ شرک اور کفر کے کام جاری تھے کوئی کسی کو منع کرنا والا نہ تھا جو لوگ کفر کے کام اور تعزیہ داری سے بڑا پرہیز کرتے تھے اُن کا یہ حال تھا کہ دو ایک گھڑا شربت امام کے چوک پر بھیجا دیتے اور اب انصاف کرو اور دلمین غور کرو کہ حضرت مسید حساب کے ظہور کی وقت سے اب کیا حال بدل گیا ہے اور لوگ اپنے مذہب اور عقائد سے کیا وقف ہو گئے ہیں اور کیسا کیسا دینی مسائل کی تحقیق کرتے ہیں اور کیسا کیسا استغناء لکھوانے

اور شرک میں جو لوگ گرفتار تھے سو تھے یہ بڑا ظلم اور کفر راجح تھا کہ عورتیں چیچک کے آزار میں جو جو شرک کرتی تھیں اور جو جو کفر کی باتیں کہتی تھیں اور جو جو کفر کی گیت گاتی تھیں سو ذکر کے قابل نہیں اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول اور دین کے امام اور ولی اور شہید سب انس بت اور شیطان کو چیچک کی واسطے اپنے خیال میں ٹھہرایا ہی بڑا جانتی تھیں نفوذ باطنی نہا بیان تک کہ اس مرض کے نام سے کافروں نے جو تہخانہ بنایا ہے عورتیں دانت میں جوتی پلڑے کے اس تہخانہ کی طرف جاتی تھیں اور عورتیں پر یون کا اچھوتا ہر سال نیا دھان ہونے سے چھوڑا کرتی تھیں ہندوؤں کے پوجے کے طور پر یہ واسطے اسکا نام اچھوتا رکھ لیا تھا اور جو ایک سال نہ کرتیں اور لڑکے بالے بیمار ہوتے یا آنکھ اٹھتی تو جان تین کہ یہ اچھوتا ترک ہونے کے باعث سے ہی تب بڑی منت و زاری سے لونگ نار ا تار تین اور اچھوتے کا وعدہ کرتیں اور حقیقت میں یہ جنات پرستی تھی کیونکہ فارسی میں پری جن کو کہتے ہیں سوا ب آنکھ اٹھا کے انصاف کی نگاہ سے دیکھو کہ اللہ سبحانہ نے کیسا فضل کیا ہے کہ یہ سب شرک اور کفر اور جنات پرستی لوگوں نے چھوڑ دیا اور کیسے ارواں بھی میلانہیں ہوتا اور اب گاؤں کے لوگ کو استقدر ایمان حاصل ہوا ہے کہ وہ سب ہنستے ہیں کہ پر یون کو ہماری مرشد باندھ لے گی سب کو شیعہ سنی دونوں اپنے دل میں غور کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کریں اور حضرت سید صاحب کو اس تیرہ صدی کا مجدد جانیں اور ان کے حق میں دعا کریں اور حقیقت میں شرک اور کفر چھڑانے میں سب ملنے کے ساری لوگوں کے و سے مرشد ہیں کوئی جانے یا جانے مانے یا زمانے اور خواص کے آگاہ کرنے کا یہ مضمون ہے کہ مرشد برحق کے ظاہر ہونے کے پہلے جنکو اللہ سبحانہ نے محفوظ رکھا تھا اور ایسے لوگ شاذ نادر تھے ان کے سوا عالموں کا یہ حال تھا کہ فقہ عقائد تفسیر سب کچھ پڑھتے پڑھتے پڑھتے تھے مگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایجاہرگی ترک کئے تھے اور اُسے کوئی دینی مسائل کی نہ تحقیق کو آتا اور نہ دینی استفتا ان کے پاس لاتا اس سبب استقدر جہالت پھیل گئی تھی کہ ان عالموں کے وقت کے لوگوں کے عمل اور عقیدے کا بہت ہی

جو فائدہ حاصل ہوتا ہے اسکو کیا پوچھنا اور جو مرد اُس طریقہ میں داخل ہوا اور اسکی عورت نہ داخل  
 ہوئی تو مرد کی ڈر سے شرک اور بدعت چھوڑ دیتی مگر چھپکے سارے کام شرک اور بدعت کے  
 کرتی ہے اور جہاں وہ بھی اس طریقہ میں داخل ہو گئی بس خوشی بخوشی سارے شرک اور بدعت  
 اور وہامیات کو چھوڑ دیتی ہے اور جو لوگ سلوک الی اللہ کی نیت پر اُن کے طریقہ میں داخل  
 ہوتے ہیں وہ محض اللہ سبحانہ کے فضل سے ہفتہ عشرہ میں اپنے مقصد کو یا مقصد کے  
 قریب پہنچ جاتے ہیں اور ذکر اور مراقبہ کا انجام بخوبی سمجھ جاتے ہیں اور جیسا کہ اُس جاب  
 کے طور کے قبل اکثر مرشدوں کے پاس لوگ برسوں رہتے تھے مگر شرک میں گرفتار رہنے کے  
 سبب نفس کی ظلمات حاصل نہ ہوتی تھی اس سبب اُن کو نسبت حاصل نہ ہوتی اور اصل  
 مقصد سے محروم رہتے بلکہ خود اُن مرشدوں کا یہی حال تھا ایک بات بڑے افسوس کی  
 سنو کہ اس ناچیز نے سیکڑوں لوگوں سے جو ذکر اور شغل میں مشغول رہتے تھے ملاقات  
 کیا اور اُن سے بڑی تحقیق اور عقاد کی راہ سے پوچھا مگر کسی نے اپنے ذکر اور شغل کا  
 انجام نہ بتایا اور مشاہدہ کا بلکہ طوارق کا بھی اُن کے پاس پتا نہ لگا اور اُنکا ویسا ہی  
 حال پایا جیسے ایک شخص تلاب کا پانی پینک رہا ہے اُس سے پوچھا کہ تو کیا کرتا ہے  
 کہا کہ کچھ ڈھونڈتا ہوں پھر اُس سے پوچھا کہ تو کیا ڈھونڈتا ہے تب کہا کہ معلوم  
 نہیں اور حضرت سید صاحب کے طریقہ والے جو محض بتدی ہوتے ہیں وہ سبھی  
 ذکر اور شغل کے انجام سے بخوبی واقف ہوتے ہیں اور مقصد کو جلد پہنچتے ہیں اسکا یہ  
 سبب کہ اُن کے طریقہ میں داخل ہونے کے ساتھ ہی شرک اور بدعت سے پاک  
 ہو جاتے ہیں اب اس مقام میں حضرت مرشد برحق کی تقریر اور صراطِ استقیم کی تحریر  
 کا جو خلاصہ ہے اسکو ہم شرح کر کے لکھتے ہیں تاکہ اُسکے دریافت کرنے سے طالب جلد مقصد کو  
 پہنچ جاوے اور مقصد پر پہنچنے سے جس سبب سے تاخیر ہوتی ہے اسکو پہچان کے اسکو دفع کریں  
 وہ یہ ہے کہ طالب وقت کو غنیمت جان کے ذکر سے جو مثل الف بے کے ہے جلدی جلدی

کے واسطے عالموں کے پاس لاتے ہیں اور کیسے۔ سچ فتوے تحقیق کے ساتھ اس وقت کے علماء اہل ہمت  
 ہیں اور عالموں کے کتاب کا مضمون خوب سوچنے لگا اور علم یقین کا عین یقین ہو گیا اور طرفہ تو یہ ہے  
 کہ حضرت امیر المؤمنین سید احمد کی اس خدمت کو اجر الیو اسطے مادی مطلق نے اپنے بہت سے بندوں  
 کو لگا دیا ہے کہ کوئی وعظ کہہ رہا ہے کوئی دینی کتاب تصنیف کر رہا ہے کوئی اسکول چھپوارہ مادی بیان  
 تک ہدایت عام پھیل گئی کہ گاؤں گاؤں شہر شہر دین پہنچ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے زمانے کا نمونہ نظر آیا کیونکہ آنحضرت کے زمانے میں دین کے جاری ہونے کا یہی حال تھا  
 اور اُس جناب کے طریقے میں بیعت کرینکی یہ تاثیر ہے کہ عوام لوگ زن و مرد جب فقط توبہ کے  
 ارادے پر اُنکے طریقے میں داخل ہوتے ہیں تو بیعت کرنے کے ساتھ ہی ایک طرح کا تزکیہ یعنی  
 نفس کا پاک ہونا فی الفور حاصل ہو جاتا ہے وہ کیا ہے کہ شرک اور بدعت سے کنارہ کرتے  
 ہیں اور جیسا کہ یہ عوام ایک دم میں شرک اور بدعت سے صاف اور پاک ہو جاتے ہیں وہی  
 صفائی اور پاکی اُس جناب کے ظہور کے قبل کے ہر مرشد و ن کو بھی نہ تھی کوئی کسی بد  
 عین گرفتار تھا کوئی کسی بدعت میں گرفتار تھا کوئی کسی میں یہاں تک خرابی تھی کہ بعض لوگ  
 حافظ اور قاری اور مولوی اور درویش کہلاتے تھے وہ تعزیر بناتے تھے اور بعض لوگ  
 بڑے بزرگ کہلاتے تھے وہ تعزیر دیکھ کے بے اختیار روتے تھے اور اُسکی تعظیم کیواسطے  
 کھڑے ہو جاتے تھے اور اُن قدیم لوگوں میں سے جو حضرت مرشد برحق کے ابتدا اظہار میں  
 باقی رہ گئے تھے اور حضرت مرشد برحق کے طریقے میں داخل نہ ہو سکے سب باطنی نعمتوں سے محروم ہی رہے  
 تھے ظاہر میں بھی ایسا ذلیل ہو کر انہوں نے عقائد میں سے جو لوگ کہ حضرت مرشد کے طریقے میں داخل  
 ہوئے اُنکو نصیحت کرتے اور سمجھانے لگے یہ تو عوام لوگوں کا حال ہے جو صرف توبہ کرنے  
 کو مرید ہوتے ہیں اُنکو اس قدر فائدہ ہوتا ہے عجب طرح کی تاثیر اللہ تعالیٰ نے اس طریقے  
 محمدیہ کو بخشا ہے کہ عوام الناس میں سے جو شخص اس طریقے میں داخل ہوتا ہے وہ ایک  
 بارگی شرک اور بدعت اور رسوم و اہمیت سے پاک ہو جاتا ہے اور خواص لوگوں کو



تاثر مجبوس نہواوران مضمون کو ذہن نشین نہ کرے تب تک اسکے کمال کا اعتقاد بہرگز نہ رکھنا چاہئے بلکہ اصل مقصد جو مشاہدہ سے ایسے حق یقین تک ہی اسکا ذہن نشین کرنا اور سمجھا دینا اور طالبین سمجھانے کے بعد دعا اور التجا کے ساتھ توجہ دینا تاکہ اسکو مشاہدہ حاصل ہو جاوے اور یا طوارق کے طور پر ذرا سی تجلی شروع ہو جاوے مرشد کے کمال کی نشانی ہے اور طالبین کی مشاہدہ کی حقیقت نہ سمجھتا تک توجہ کی تاثر نہوگی وہ کیا سمجھتا کہ مشاہدہ کیسا ہوتا ہے غرض جو شخص کامل نہوگا وہ شخص نہ دوسرے کو سمجھاسکیگا اور نہ اسکے توجہ میں تاثر بہوگی اور نہ طالب لذت پاویگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے صحابہ کو مشاہدہ اور حق یقین حاصل تھا اور دے لوگ فتوے اور اسکے علمائے تابعین سے پوچھتے تھے اور حقائق یقین اور دقائق معرفت کے علمائے تابعین کو تعلیم کرتے جیسا کہ اکیسویں فصل میں معلوم ہوگا اور انہیں حقائق و دقائق کا بیان تصوف کی کتابوں میں ہوتا ہے سو انہیں باتوں کو حضرت مرشد برحق طالبوں کے روبرو دن رات بیان کیا کرتے تھے اور آپ کے بیان سے طالبوں کو بڑا فائدہ ہوتا اور آپکی تعلیم اکثر بیان ہی سے ہوتی تھی اور توجہ دینے کا اشارہ اپنی یاروں کی طرف فرماتے تھے اور انکو اس بات کی اجازت دیتے تھے اور لوگ ایک دم میں بہت کچھہ پالیتے تھے غرض یہ کہ اس معرفت اور مشاہدہ کے اسرار کا سمجھا دینا بڑے مرشد کامل کا کام ہے جب تک یہ اسرار سمجھ میں نہ آویگے ذکر کا اور اشغال کا ثمرہ کس طرح ظاہر ہوگا اگر ان اسرار کا بیان مفید نہوگا تو صحابہ لوگ نہ اسکا بیان کرتے اور نہ تابعین لوگ اسکو سنتے جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنا مقبول فرمایا اور پسند کر لیا تھا انکو سوا اللہ کے کا مذہب کا جو مرشد کھلاتے تھے یہ حال تھا کہ صحابہ اور تابعین اور حضرات صوفیہ کے خلافت میں حقائق یقین کے یعنی مشاہدہ کی حقیقت اور حق یقین کا بیان بالکل چھوڑ دیئے تھے بلکہ لوگوں کو اٹے سمجھا دیا تھا کہ اب اس زمانے میں مشاہدہ کسکو حاصل ہوتا ہے اور چونکہ ان کا پیر کا نام تھا اسواسطے کوئی شعل اور ذکر نہا تمام با بدعت امیہ تبادلت تھے

گزرے اسکے آپ کے مقامات میں بھر پیٹ روح کی آسودگی کے لائق توقف کرنے اور اوپر کے مقامات نفی اور نفی النفی کے شغل سے شروع ہوتے ہیں اور نور کے پردوں کا طے کرنا اور نسبت بیہوشی اور مشاہدہ تک پہنچنا اور فنا اور بقا کے مقام اور حق یقین تک پہنچنا یہ سب آپ کے مقامات کہلاتے ہیں ایسا نہ کرے کہ مہینوں فقط لطیفوں ہی کی ذکر پر اڑا رہے اور سمجھے محکو بڑی نعمت ملی کہ میرا لطیفہ خوب جاری ہو گیا اور میرے مرشد کا بڑے زور کا توجہ ہے کہ میرا لطیفہ جاری ہو گیا کیونکہ یہ بات نرے ناواقفوں کی ہے لطیفہ تو جاری رہتا ہی ہے اللہ سبحانہ کی قدرت سے فقط ایک حکمت اور مصلحت کی واسطے جسکی بیان ذکر کی فصل میں ہوگا اسکے ذکر پر خبر دار ہونا ہوتا ہے اگر طالب کو یہ بات سمجھا دینگے کہ کامل مرشد کے توجہ کی تاثیر سے لطیفہ جاری ہوتا ہے اور بغیر توجہ کی تاثیر کے جاری نہیں ہوتا تو اگر کوئی شخص کتاب کا مضمون دریافت کر کے اکیلے بیٹھ کے لطیفوں کے ذکر کو دریافت کرنے کا ارادہ کرے گا اور بلاشبہ لطیفوں کو جاری پاوے گا یا کسی بدعتی یا ناواقف کے توجہ میں بیٹھے گا اور لطیفوں کو ڈاکر پاوے گا تو اپنے مرشد کے کامل ہونے کا اعتقاد جاتا رہے گا یا کسی جوگی کے توجہ سے یا طبیب کے کہنے سے لطیفوں کو جاری ہونا دریافت کرے گا تو سخت مشکل ہوگی اور موجب ہلاکت کا ہوگا اور واللہ بیدلک مجموعہ ہلاک کرتا ہے اس حدیث کا مضمون صادق آویگا نرض مرشد کے توجہ کی حاجت لطیفوں کی ذکر میں تبرک کا سیکر ہوتی ہے اور آدمی جو اپنے لطیفوں کی حرکت سے غافل ہے سو مرشد کے سمجھانے سے اسکی ذکر پر خبر دار ہو جاتا اور لذت پاتا ہے اور مرشد کے توجہ کی تاثیر اسکی روح میں پہنچتی ہے اور محبت اور شوق پیدا ہوتا ہے بان نفی اور نفی النفی اور نور کے پردوں کے طے کنیں اور تجلی فعال اور صفات کے مراقبہ میں اور فنا اور بقا کے مقام میں اور تجلی ذات کے مراقبہ میں مرشد کے توجہ اور دعا کی اور ان مضمون کے ذہن نشین کرنیکی بڑی حاجت ہوتی ہے اور مرشد میں جس قسم کی تاثیر ہوتی ہے ویسا طالب کو فائدہ ہوتا ہے اور جبکہ ان مذکور مقاموں میں کسی مرشد کی

تک یہی طریقہ جاری ہے اس خاکسار کو عارف ربانی حضرت مولانا عبدالحی محدث دہلوی قدس سرہ نے شہر جونپوری کی جامع مسجد میں لقمہ بند یہ طریقہ کے شغل کا توجہ دے کے دو ساعت کے انداز میں بھر میں نفی تک پہنچا دیا تھا اور حضرت مرشد برحق نے بریلی کی مسجد میں اٹھارہ روز تک طریقت کے اسرار کو اس خاکسار کو سمجھایا اسکی برکت سے اس فقیر نے ایسا طریقہ اختیار کیا ہے کہ چار روز میں طالب نور کے پردے بخوبی طلی کرنے لگتا ہے اور دس روز میں ایسا ہوتا ہے کہ دو چھ چھڑانے کے قابل لڑکے کے مشابہ ہو جاتا ہے اور مرشد سے جدا ہونے میں اسکو کچھ خوف باقی نہیں رہتا ہاں اگر کوئی شخص بے اعتقاد یا غبی ہوگا اسکی بات علیحدہ ہے بس خواص لوگ اس نشانی سے حضرت مرشد برحق کو مجرد جانتے ہیں اسقدر بیان ان کے مجرد ہونے کی نشانی دریافت کرنے کو کفایت ہے ۴

## دوسرا فائدہ حضرت مرشد کے طریقہ نام جو محمدیہ رکھا گیا اسکی وجہ کے بیان میں

سوا اسکی وجہ یہ ہے کہ بعض بعض اولیا بعض بعض نبی کے قدم پر ہوتے ہیں جیسا کہ آٹھویں فصل میں نظر بر قدم کے بیان سے معلوم ہوا سو مرشد برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر تھے اس واسطے اپنے طریقہ کا نام محمدیہ رکھا اور کلکتہ میں مولوی غلام سبحان مرحوم نے حضرت مرشد برحق سے سوال کیا تھا کہ آپ اپنے طریقہ کا نام طریقہ محمدیہ کو واسطے رکھتے ہیں اور مرشد برحق نے جواب دیا تھا وہ جواب بھی نظر بر قدم کی شرح ہے اس جواب کی تقریر کو حضرت سید محمد ظاہر صاحب لکھنؤ یا ہے سید محمد ظاہر صاحب مرشد برحق کے اقربا اور خلیفوں میں ہیں اس وقت وہ بھی سید صاحب کے ساتھ ماضی تھے وہ تقریر یہ ہے آپ نے فرمایا کہ یوں سمجھنا چاہیے کہ مثلاً ایک بادشاہی ایک شہر کا اور اس بادشاہ کو ہر ایک صنعت اور حرفہ سے شوق ہے اس سبب اس شہر کے جتنے اہل حرفہ ہیں اپنی اپنی

اور اُس سہول کی تسلی تو نہ ہوتی بلکہ اٹھے خفقان ہو جاتا اور اپنی نادانی اور جہالت کی پردہ پوشی کی واسطے کہ دیتے تھے کہ یہ باتیں کتاب میں نہیں ہیں سہات کو عالموں سے بحث نہ کرنا عالموں نے تو شرع کا پردہ رکھنے کے واسطے فلائے فقیر کو دہ مارا اور فلائے کی مثال کھینچو اسکے بھس بھروایا نقاب عالموں کی بات سننے کے آئنا تھا کہنا ہے وہی ظاہر شرع کے مالک ہیں اور اپنے حال قال پر مضبوط رہنا یہاں تک کہ تصوف کی کتابوں کا مضمون سننے یا دیکھنے کے کہتے تھے کہ یہ علم تصوف ہی میں کیا ہوتا ہی اور یہ ایسے فساد کی بات تھی کہ اسکے دو انداز ہی جو ان کا مرید معتقد ہوتا اسی جہالت پر مڑتا کیونکہ عالموں سے تحقیق اور بحث نہ کرتا اور در سے کی ڈر سے عالموں کی بات کو رد نہ کرتا چاہتا مگر اپنی بات کو حق جانتا اسی طرح طح فساد کی باتیں کرتے جیسا کہ کچھ دیا ہے میں مذکور ہوا اور اس کو برسوں ایک ہی ذکر پر مہلایا کرتے تھے اور اسکا انجام نہ بتاتے تھے کہ آخر کو اس سے کیا حاصل ہوگا یہاں تک کہ اکثر لوگوں کے دل میں یہ بات ساگئی تھی کہ معرفت کی بات بیان کے قابل نہیں ہے معرفت کی بات اور تصوف کے علم کا سارا بیان فقط توجہ دینے سے حاصل ہو جاتا ہے اور اس اعتقاد میں طرح طرح کے فساد تھے ایک یہ کہ تصوف کی کتاب میں جو معرفت اور شاہدہ اور حق یقین کے بیان اور اسکی فہمائش سے سمجھو ہیں سو سب اغو ٹھہرتین دوسرے یہ کہ جو دھوین سپارہ سورہ نخل کی آیت میں اپنے نبی کو جو رب کی راہ پر بلانے کا حکم دیا ہے سو اٹھین یہی فرمایا ہے کہ بلا اپنے رب کی راہ پر چلی باتیں سمجھا کر اور نصیحت کر کر چنانچہ وہ آیت اکیسویں فصل میں مذکور ہوگی سو وہ مضمون ہی برہم ہوتا ہے یہ کہ اگر حقیقت مشاہدہ کی نہ سمجھنے کسی شعل میں مشغول رہتا تو جب کوئی عجائبات توجید صفاتی کے قسم سے دیکھتا جانتا کہ محکم مشاہدہ حاصل ہوا اور مرشد برحق نے ایسا طریقہ جاری کیا کہ ایک ہی روز میں لطیفوں کی ذکر سے لیکے لغی تک پہنچاؤ اور مشاہدہ کا مضمون بخوبی ذہن نشین کر دے چنانچہ ان کے ظلیفوں اور یاروں میں اب

اور اللہ جل شانہ نے جو مجھ کو قوت عنایت کیا ہے اس قوت سے میں اپنے دل میں ارادہ کرتا ہوں اور دل سے اختیار چاہتا ہے کہ کافروں کے مقابلہ میں گھوڑے پر سوار ہو کے اور صلاح جنگ شمشیر اور نیزہ اور تیر و کمان اور بندوق اور پستول باندھ کے اور ذرہ اور خود اور کعبہ پر پرارہتہ کر کے اللہ کا کلمہ لاکھ لاکھ الا اللہ محمد رسول اللہ بلند کر نیکی نیت پر ان کافروں سے لڑوں اور اسکی عنایتی قوت سے خندق بھی اپنے ہاتھ سے کھود سکتا ہوں اور کلا بھی لیکر لکڑیاں بھی چیر سکتا ہوں اور حدود اور قصاص بھی جاری کر سکتا ہوں بس ہمت خاص کے شوق سے اپنے طریقہ کا نام طریقہ محمدیہ رکھتا ہوں کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کاموں کو بغض نفیس اپنے ادا کیا ہے کتا بون میں دیکھ لو بس انہیں کاموں پر میری ٹک لگی ہے اور وقت کو تک رہا ہوں اور میرا دل انہیں باتوں کو طریقہ محمدیہ کہتا ہے اور ان باتوں کو مضبوط پکڑنے کی واسطے میرا دل بار بار یہ بیت کہتا ہے اور بے اختیار اکثر اوقات میری زبان پر یہ بیت جاری ہوتی ہے۔

## بیت

مصلحت وید من است کہ یاران ہمہ کار | بگذارند و سطرہ یاری گیرند۔

اور میں انہیں امور مذکور کو سطرہ یاری سمجھتا ہوں اور سب صحابہ الطریقہ تھے ان لوگوں کو اور قسم کی نعمتیں ملی تھیں ان سے ان امور کی طلب نہوئی اور ان بزرگوں میں سے کسی نے ان کاموں کو ادا نکلیا ان بزرگوں نے ذکر اور شغل اور عاجزی اور فروتنی اور نفس کی مخالفت اور انزو اور گوشہ نشینی کو موجب رضامندی حق تبارک و تعالیٰ کا جانا اور مقرب جناب احدیت کے ہوئے اور اس عاجز بندے کو انکی طریقہ من بیت ہے اور انکی تصوف نے مجھ کو بیان تک پہنچایا ان لوگوں پر ایک محو اور سکر کا اور فنا اور عشق اور تواضع کا حال غالب تھا اس سببے مثلاً اگر کوئی شخص کسی چور کو حضرت خواجه بہار الدین نقشبند قدس سرہ الغریز کے پاس لیجاتا کہ اسنے جو رہی کیا ہے اسے ہاتھ کا حکم ہے اسکا ہاتھ آپ کا ڈٹائیے تو یہی فرماتے کہ بابا یہ کام سہارا نہیں ہے یہ کام امام

کارگیری اور حرد سے اُس بادشاہ کو راضی کرتے ہیں اور تقرب سلطانی اُنکو حاصل ہو  
کوئی اُن میں سے ایسا ہی کہ ایک کاریگری جانتا ہے اور کوئی ایسا ہے کہ دو کاریگری جانتا  
ہو اور کوئی تین کاریگری جانتا ہے و علیٰ ہذا القیاس اور ہر ایک کو اپنی کاریگری کے موافق بادشاہ کا تقرب حاصل ہو  
اور وہ جتنے ہیں سب کے سب اُس بادشاہ کے مقبول ہیں ان میں سے کوئی شخص ایسا فرض  
کیجئے کہ اسکو مستم کی مستقیم اور کاریگریاں حاصل ہیں اور وہ مقرب بادشاہ کا ہے مثلاً ایک  
شخص ہے کہ وہ فتنی کاریگری میں بیکتا ہے اور تیر اندازی میں نہایت چست چالاک گھوڑے  
پر خوب چڑھتا ہے اور پہلوان کشتی گری بھی ہے اور سپاہی بے نظیر ہے کہ میدان میں دشمن کے  
مقابلہ سے بھاگے جانتا ہی نہیں اور بڑھی کا کام بھی خوب جانتا ہے اور لوہار کا کام بھی  
نہایت خوب جانتا ہے و علیٰ ہذا القیاس جتنی کاریگریاں ہیں سب میں ہر کوئی نہایت مستقامتی  
اور استعداد ہے اور وہ شخص بادشاہ کے پاس ہر وقت حاضر رہتا ہے تاکہ جو وقت میں جو  
کام درپیش ہو بادشاہ اُسکے ہاتھ سے وہ کام لے پس بیان سے جانا چاہیے کہ جتنے پیشوا ہیں  
اصحاب الطریقہ گذرے ہیں مثل حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت غوث الاعظم علیہ السلام  
جیلانی اور حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم کے وہ سب کے سب ہمارے  
پیشوا ہیں اور انہیں بزرگوں کے طریقہ میں میں بیعت لیتا ہوں مجھکو یہ دعویٰ نہیں ہے  
کہ میں اُن سے افضل ہوں لیکن جیسا کہ مجھکو اُن لوگوں کے طریقہ کے سلوک میں اللہ سبحانہ  
نے استعداد عنایت کیا ہے کہ ذکر اور شغل میں مشغول رہتا ہوں اور تہذیب نفس اور  
تہذیب اخلاق بھی رکھتا ہوں ویسا ہی اسکے سوا کچھ اور باتیں سہرا کچھ اور باتیں کہ حق  
تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کر کے عنایت کیا  
تھا اُس میں سے بھی اس بندہ ضعیف کو تھوڑا تھوڑا سا بخشا ہے وہ کیا چیز ہے کہ امر جو  
ہی اور جاری کرنا حدود اور قصاص کا اور دفع کرنا شرک اور بدعت کا و علیٰ ہذا القیاس  
اور اوس سبحانہ کی عنایت سے میں اپنے اندر ان کاموں کے بجالانے کی استعداد پاتا ہوں

لوگ تا دم شہادت ثابت قدم رہے اور مجردی کی خدمت کو بخوبی بجالائے بعض لوگ حسد کے سبب سے کہتے ہیں کہ سکھوں سے جہاد کو کئے تو وہ ان کیا کرامات ظاہر کیا معاذ اللہ یہ بات ان کے ایمان کے ضعف کی نشانی ہے جہاد قائم کرنے سے بڑھ کے کون کرامت ہوگی فتح شکست اللہ سبحانہ کے اختیار میں ہے اللہ سبحانہ کا حکم بندوں پر جہاد قائم کرنے کا ہے فتح کرنے اور شکست کھانے کا حکم نہیں ہے یہ شیطان کا وسوسا ہے اور اس سے زیادہ بڑھنے میں بہت برابرے مومن کو لازم ہے کہ ایسے وسوسا دفع کریں کی تدبیر میں رہے اتنے بڑے عالیٰ سمت اولوالعزم جہاد کے قائم کرنے والے سنت کے تابع درویش کامل شہید اکبر اولاد رسول مرشد کامل سے بے اعتقاد ہونا اور ان سے بغض اور حسد رکھنا اچھی نشانی نہیں اور محمدؐ طریقہ کے اشغال کی یہ حقیقت ہے کہ قدیم طریقوں کے اشغال کو اپنے حال پر رکھ کے ائمن کچھ ایسے مراقبہ مندرج کے ہیں کہ اُس طریقہ کا سلوک آسان ہو گیا اور مطلب جلد ہی ملتا ہے اور انتہا کا اثر ابتدا میں ظاہر ہوتا ہے مثلاً نقشبندیہ طریقہ کے موافق لطائف کی ذکر میں سمجھا دیا ہے کہ لطیفوں کی حرکت کو اللہ کے نام پاک کی یاد سے ملی ہوئی جانے کے ہیں حرکت کے ساتھ یہ لطیف اللہ اللہ کہتا ہے اور اُس ذکر کی وقت اس نام مقدس کے نام والے سے دلی محبت اور حضورؐ پیدا کرے تو یہ مراقبہ یادداشت کا جو ابتدا میں ملادیا ہے اسے مشاہدہ کا اثر ابتدا سے شروع ہوتا ہے جیسا کہ جب کسی مکان میں ایک وقت پانی برستا ہے تو جس مکان میں اُس وقت پانی نہیں برستا اُس مکان والے اُس پانی کی ہوا پاک کے ذریعہ کرتے ہیں کہ کہیں پانی برسا ہے اور اُس جناب نے صراط مستقیم میں حدیث کے مضمون اور قرآن کی آیت محکم کے مضمون کے موافق ایسے مراقبہ بیان کیا ہے کہ اگلے سے عموماً ہر مجلس و عام کو جلدی سے فائدہ ہوتا ہے اور ان کے خلیفوں کو اُس جناب کی تقریر اور اجازت اور صراط مستقیم کے مضمون سے ایسی باتیں حاصل ہو گئی ہیں کہ کم فرصت لوگوں کو مثل دوکانداروں اور تاجیروں اور کسانوں اور سپاہیوں کے اور مثل بادشاہوں اور

کا ہے میں اس سے بدتر ہوں میرا ہاتھ کاٹ لو مگر اسکو چھوڑ دو یا کوئی کسی مجرم کو حضرت  
نواب عین الدین چشتی کے پاس لیجاتا کہ اسکو سو درے مارنے کا حکم ہے آپ اسکو سو درے مار  
تو وہی بات وہ بھی فرماتے اور کہتے کہ بابا میں اس سے بدتر ہوں میری پیٹھ پر سو درے  
مار لو اسکو چھوڑ دو کیونکہ وہی لوگ ان باتوں میں کمال رکھتے تھے اور دین کے پیشوا تھے  
ان کے حال کی شرح طول ہے۔

بیت

ہر کسی راہر کار سے ساختند | میل آزاد و دلش انداختند

الْعَاقِلُ تَكْفِيهِ الْأَشْرَافُ حَافِظُ شِيرَازِي فَرَمَاتِي هِيْنَ - **تفسیر**

انگسبت اہل بشارت کہ اشارت داند | نکتہاہست لبے محرم اسرار کجاست

الغرض جناب سید صاحب کی تقریر سے لوگ نہایت محظوظ ہوئے اور مولوی غلام  
سجان نے فی الفور طریقہ محمدیہ میں حضرت سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کیا بس سقدریان  
طریقہ محمدیہ کے نام رکھنے کی وجہ معلوم ہوئی کہ واسطے کفایت ہے اور اس امر مذکور کا نیا  
اور تازہ کر دینا بھی ان کے مجدد ہونے کی نشانی ہے اور جس بات کی محبت اور لذت سے  
اپنے طریقہ کا نام محمدیہ رکھا تھا وہ بات اللہ تعالیٰ نے ان کے نصیب کیا اور اس بات  
میں وہ جناب کامل اترے رحمۃ اللہ علیہ و برکاتہ اس خاکسار کو جہاد کے میدان میں انکی  
زیارت نصیب نہوئی مگر انکا لکڑھی چیرنا اپنی آنکھ سے دیکھا نہارون دیکھنے والے اس  
جناب کے اب تک بھی موجود ہیں ان کی صورت دیکھ کے معلوم ہوتا تھا کہ اصحاب لوگ ایسے  
ہی تھے اور پر تو محمدی ایسا ہی ہوتا ہے اور انہیں کمال کے سبب اسوقت کے اکثر اولیاء  
ان کے طریقہ میں داخل ہوئے اور تبرکات تجدید بیعت کی کیا اور انکو دیکھ کے اور ان کی  
ملاقات پا کے انکی بیعت سے اکثر وہ لوگ محروم رہے ہونگے جن میں کوئی شیعہ عبتی  
کا باقی رہا ہوگا اور انکی خرق عادات اور کرامات کہنے کی حاجت نہیں اس سے بڑھ کے  
کیا کرامات ہوگی کہ جان و مال سے اللہ کی راہ میں ثابت قدم فدا ہوئے اور ان کے ساتھی



ہیں یعنی صحبت اختیار کرنے والا اور جسکی صحبت اختیار کیا انکو مصحوب کہتے ہیں اور وہی مرشد ہے اور جیسا کہ ولادت اور پیدائش طبعی میں بیٹا باپ کا جز اور ٹکڑا ہوتا ہے ویسا ولادت اور پیدائش مصنوعی اور باطنی میں مرید مرشد کا جز اور ٹکڑا ہوتا ہے اور جیسا کہ پہلی ولادت سے مرید کو عالم ملک سے یعنی عالم ظاہر سے علاقہ ہوتا ہے ویسا دوسری ولادت سے مرید کو عالم ملکوت یعنی عالم باطن سے علاقہ حاصل ہوتا ہے اور نزلیقین حاصل ہوتا ہے اور مرشد کامل کی نظر دوا ہے اور اسکا کلام شفا ہے سو مرشد مرید کی تعلیم کی واسطے تصوف کے علوم کی جو باتیں بیان کرتا ہے اور اُسوقت اسپر رحمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو سب باتیں اسکی دلی خواہش ہی ہوتی ہے کہ یہ باتیں اس طالب کو حاصل ہو جاوے اور جو میری روح کو حاصل ہے سو اسکی روح کو حاصل ہو جاوے پس اسی کا نام توجہ ہے اور اس قسم کا توجہ توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین اور مجتہدین شریعت اور طریقت کا اس امت مرحومہ کے حق میں ایسا ثابت اور ظاہر ہے کہ حاجت بجا نہیں ہوتی ہے آنحضرت کا فرمانا اور اُس حدیث کو صحابہ اور تابعین وغیرہ راویوں کا آپس میں روایت کرنا اور پیشواؤں کا اجتہاد کرنا اور اصول فقہ اور تفسیر اور حدیث اور تصوف اور فقہ کی کتابیں تصنیف کرنا اس مضمون کی دلیل ہے اور انکے بند کر کے توجہ دینا جو طریقت کے بزرگوں کے بعض وقت میں ہوتا ہے سو یہ بھی پہلے قسم کے توجہ کی شاخ ہے اور مرشد جو اس کے صحیح ہونے کی مصلحت کی واسطے انکے بند کر لیتا ہے تاکہ اپنی روح کو طالب کی روح سے ملا دے جیسا کہ ساتویں فصل میں مذکور ہوا اور حقیقت میں وہی مذکور باتیں منظور ہوتی ہیں اسی واسطے یہ دوسرا قسم بدعت نہیں مگر اس توجہ کے قبل حقائق اور دقائق معرفت کی نمائش اور بیان ضرور ہے کیونکہ وہ اصل اور سنون اور منقول اور یقینی ہے اور یہ دوسرا اسیکے تابع اور جو کوئی حقائق یقین اور دقائق معرفت کا بیان نجانا ہوگا اُس سے توجہ لینا کیا فائدہ اسکی روح کو معرفت کی لذت اور علم خود حاصل نہیں اسکی روح سے دوسرے کی روح میں کس بات

امیرون اور حکومت والوں کے ایک ساعت میں فائدہ ہوتا ہے اور وہ باتیں صراطِ المستقیم میں جا بجا خصوصاً دوسرے باب میں موجود ہیں اور سب بات کو بھی پر تو محمدی سمجھنا چاہیے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا یہی حال تھا اور اسی سبب سے آن حضرت کی برسوں کی صحبت پانے والے اور ایک ساعت کی صحبت پانے والے سب کے سب اصحاب کہلاتے ہیں اور سب کے سب قابلِ اتباع اور اقتدا کے ہیں اب ایک بات بڑے کام کی یاد رہے کہ اس طریقہ محمدیہ میں چونکہ سراسر اخلاص بہری ہے اور اخلاص نفس پر بہت سخت ہے کیونکہ غلامانِ بین نفس کا کچھ حصہ نہیں ہے اور اس طریقہ والے نفس کے مخالفت اور شرع کے موافق کام میں دن رات مشغول رہتے ہیں اور مطلق بناوٹ کی بات اور چال سے علاقہ نہیں رکھتے اور دنیا دار لوگ خصوصاً اس ملک اور اس زمانے کے لوگ بناوٹ اور مکر سے پرہیز نہیں اور اس طریقہ کے لوگوں کو بناوٹ اور مکر سے اُس سبب نے محفوظ رکھا ہے اس سبب سے اس طریقہ کے کامل لوگ پہچان نہیں پڑتے بلکہ وہ کامل لوگ بسبب سچی اخلاص کے اپنی تئیں خود بھی نہیں پہچانتے اور اپنے نقصان کے دفع کر لینی تدریس میں دن رات رہا کرتے ہیں اور یہی حال صحابہ کا تھا اس زمانے کے لوگ اگر صحابہ کو دیکھتے تو انکی چال دیکھ کے انکو وحشت ہوتی اور انکو نصیحت کرنے کو تیار ہو جاتے \*

## تیسرا فائدہ فائدہ عظیمہ ہے بیائیں

اس بات کو خوب دل کا گودل کے کان سے سنو وہ بات یہ ہے کہ مرشد کی جو پہچان ہو اور مرشد جو فائدہ ہوتا سوتا بیوں میں معلوم ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ اس مقام میں اوس فضل کے بعضے مضمون کا خلاصہ لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ سلوک کا طریقہ یوں ہی جاری ہے کہ لوگ اپنے مرشد سے علوم اور احوال سیکھتے ہیں اور انکو دوسروں کو سکھاتے ہیں جس طرح سے ان لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحبت کے واسطے سے انکے پاس پہنچتا ہوا چلا آیا ہے اور مرید کو صاحبِ کتب

ان لوگوں نے اپنے حال کو خوب سمجھ کے ادھار کو اپنے اوپر حرام کیا تاکہ حق پر وعدہ و فائدہ کرنیلی  
 تہمت سے ہم بچیں کچھ شریعت کے حکم سے ادھار کو اپنے اوپر حرام نہیں کئے ہیں اس مضمون  
 کی شرح یہ ہے کہ ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ اُس کے ایمان کی صحت اور مضبوطی ادھار پر موقوف ہوتی ہے  
 اس واسطے کہ اسکا ایمان فقط شریعت کے احکام کی تصدیق اور اُسکا اقرار ہی اور اُس کے باطن کا حال ٹھیک  
 نہیں ہے تو وہ اگر جمع نہ کر رکھی گا تو اُس کے اعتقاد میں اضطراب اور لغزش ظاہر ہوگی اور اُس کے  
 واسطے یہ خوف ہے کہ کہیں رزائی کے یقین میں شک نہ آجاوے اور رزائی کی تصدیق کی تلبیب  
 نہو جاوے تو ایسے شخص کیواسطے ادھار اور جمع کر رکھنا بہتر ہے تاکہ اُسکا ایمان برقرار رہے  
 ایک شخص ایسا ہے کہ اپنے باطن میں قوت پاتا ہے لیکن اپنے نفس میں ضعف اور کمزوری دیکھتا  
 ہے اور جانتا ہے کہ میرا نفس بھاری بوجھا اٹھانکی طاقت نہیں رکھتا تو ایسا شخص بھی اپنے  
 نفس کیواسطے قوت اور روزی جمع کر رکھتا ہے تاکہ میرا نفس اضطراب اور بقراری کر کے  
 میری باطن کو خراب نہ کر دے اسی سبب بزرگوں نے کہا ہے کہ جب تو نے قوت جمع کر رکھا ہے  
 نفس کو تو نے مطمئن کیا اسی سبب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب موجد ہو عشا یعنی رات  
 کا کھانا اور عشاء یعنی رات کی نماز پہلے کھانا کھا لو تب نماز پڑھو یہ بات حضرت نے اس واسطے نہیں  
 فرمایا کہ رات کھانا عشاء کی نماز سے افضل ہے بلکہ اس واسطے فرمایا کہ نفس کو تسکین ہو اور نفس باطن  
 سے کشاکشی نہ کرے اور باطن کے حال کو تباہ نہ کرے یہ بات حضرت نے شفقت کی راہ سے  
 عموماً فرمایا تاکہ حوام مومنوں کا بھلا ہو یہ حضرت کا خیال تھا اور حضرت کا تو یہ حال تھا کہ جب  
 بھوکہ غالب ہوتی اور کھانا میسر نہ ہوتا تب نماز میں کھڑے ہو جاتے آپکی بھوکہ نماز میں بھول جاتی  
 اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لڑکے کے جان کنڈن کی خبر آئی وہی نماز پکڑے ہو گئے اور نماز  
 کو طول کیا اسکو لوگ دفن ہی کرانے اُنکو کچھ خبر نہوئی اور یہ خاص حال ہے سو حضرات صوفیہ نے  
 اس خاص حال کی اتباع کو اپنے اوپر لازم کر لیا تو جو ایسا شخص ہے کہ اُس کے باطن کا حال درست ہے  
 اُس کے ایمان کو قوت جمع کر رکھنا ایسا نقصان کرتا ہے جیسا کہ حوام کے ایمان کو قوت جمع کر رکھنا

کی تاثیر ہوگی اور یہ بات جو بعضے کہتے ہیں کہ مرشد کامل ایدم میں ایک بات کہہ دیتا ہے اور مرید اپنی مقصد کو پہنچ جاتا ہے اور اس بات میں اسکا یہ اعتقاد ہے کہ کوئی پردے اور بھید کی ایسی بات ہو کہ وہ نہ کسی کتاب میں ہے اور نہ کسیکو معلوم ہوتی ہے ہاں مرشد کامل جو ایک دم میں ایک بات کہہ کے راہ پر کر دیتا ہے سو سچ ہے مگر وہ بائیں کتاب کے باہر نہیں میں انہیں کتابی باتوں کو وقت اور مزاج پہچان کے کامل لوگ کہہ دیتے ہیں اور اس سے سارے روگ دفع ہو جاتے ہیں کیونکہ مرشد کامل کا کلام شفا ہے یہ ثابت اس واسطے بیان کیا تاکہ لوگ اپنے وہم کے تابع بن کر مرشد کامل کو چھوڑ کے غیر مرشد کے دم میں نہ پھنسن کیونکہ اس وقت میں دین کا بادشاہ نہیں ہے اور دین میں طرح طرح کے فساد نکلے ہیں طالب لوگ تصوف کی معتبر کتابوں کے موافق سلوک اختیار کریں اور وہی تباہی قصہ کہانی اور جاہلون کی بات نہ سنیں اور اس وسواسی انتظار میں کہ جب ایسا مرشد کامل جسکو اپنے وہم میں ٹھہرا لیا ہے ملیگا تب اس سے بے محنت اور مجاہدہ کے ساری مقامات طے ہو جاویں گے سچے مرشد کامل کے پاس رجوع کرنے سے اور علم تصوف کے بیان سننے اور یاد کرنے سے محروم نہ رہیں اور جیسا کہ ان پڑھے لوگ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جب فرض اور مستحب عبادت ادا کرنے شروع کرتے ہیں تب فقہی عالم کے پاس حاضر ہو کے پنج وقتی نماز اور نوافل مثل تہجد اور اشراق اور جاہت وغیرہ کے اور فرض اور نفل روزے وغیرہ عبادتوں کے مسئلے تحقیق کرتے ہیں اور انکی عبادت قابل قبول کے ہوتی ہے اگر عالم سے تحقیق نہ کریں تو انکی عبادت خراب ہو جاویں ویسا ہی جب سلوک الی اللہ کے واسطے ذکر اور شغل شروع کریں تب علم تصوف کے واقف عالم کے پاس ضرور حاضر ہو کے سلوک الی اللہ کے مسائل کی تحقیق کریں اور جسے بہت آزمایا ہے کہ ناواقف مرشد کے پاس بہت روز تک لوگ بیٹھے ہیں جب ان کے حال کی تحقیق کیا تو انکو جیون کا تیون پایا بلکہ پہلے سے ہی انکے حال بدتر پایا اور تکبر اور جہالت میں گرفتار دیکھا اور یہ بات خوب مشہور ہے مصرع خفتہ را خفتہ کی کذبیدار

علی الباقو اور ننگے بیٹے جعفر ابن محمد الصادق حضرت امیر المؤمنین علی اور حضرت امام حسن  
 اور حضرت امام حسین کے یعنی بعد ان تینوں صاحبوں نے ہی ان باتوں کو پہلے بیان کیا اور یہ تینوں  
 صاحبین صحابہ میں داخل ہیں رضی اللہ عنہم مگر امام زین العابدین کو اس علم کی سند ان تینوں صاحبوں  
 کے واسطے سے پہنچی اس واسطے انکو بعد علی اور حسن اور حسین کے کہانی نے صحابہ میں سے جو یہ تینوں  
 پیشوا ہیں ان کے بعد امام زین العابدین ہیں اور او ایس قرنی اور حسن ابن ابی الحسن بصری اور ابو  
 حازم سلمہ ابن دینار مثنیٰ اور ملک ابن دینار اور عبدالواحد ابن زید اور عبثہ ابن الغلام اور ابراہیم  
 ابن اہم اور فضیل ابن عیاض اور او ننگے بیٹے علی ابن الفضیل اور داؤد طحائی اور سفیان ابن  
 سید نوری اور ابو سلیمان دارانی اور ان کے بیٹے سلیمان اور ابو الفیض ذوالنہن ابن بکر  
 بصری اور احمد ابن ابی الجوزی الدمشقی اور ان کے بھائی ذوالکفل اور سری بن سفین اسقفی اور  
 بشر ابن حارث حافی اور معروف کرخی اور ابو ذلیفہ مرعشی اور محمد ابن مبارک صوری اور یوسف  
 ابن سبأ اور خراسان اور جبل کے لوگوں میں سے یہ لوگ ہیں ابو زید طیفور ابن عیسیٰ طامی  
 اور ابو حفص ہمدانی شاپوری اور احمد ابن خضر ویہ بلخی اور سہیل ابن عبداللہ تسری اور یوسف  
 ابن حسین رازی اور ابو بکر ابن طاہر ابہری اور علی بن محمد سہل ابن الازہر اصفہانی اور علی ابن  
 محمد رازی اور ابو بکر الکتانی الدنیوری اور کہس ابن علی الہمدانی اور ابو محمد ابن حسین ابن محمد کجانی  
 اور عباس ابن فضیل ابن قتیبہ اور علی ابن منصور دنیوری اور حسن ابن علی ابن یروانار اور جو لوگ  
 علوم الاشارہ کو ظاہر کیئے اور پھیلائے ہیں کتابیں اور رسالے لکھے یہ لوگ ہیں ابو القاسم  
 جنید بغدادی اور ابو الحسن احمد ابن محمد ابن عبد اللہ نوری اور ابو سعید احمد ابن عیسیٰ خراز مصری  
 اور ان کو لوگ لسان التصوف کہتے ہیں اور ابو محمد رویم ابن محمد اور ابو العباس احمد ابن عطاء بغدادی  
 اور ابو عبد اللہ عمر و ابن عثمان علی اور ابو یعقوب یوسف ابن حمدان سوسی اور ابو یعقوب اسحاق  
 ابن محمد ایوب ہر جوری اور ابو محمد حسن ابن محمد جریری اور ابو عبد اللہ محمد ابن علی کتانی داؤد  
 ابواسحاق بابر ہم ابن احمد النخوص اور ابو علی اور یحییٰ اور ابو بکر محمد ابن موسیٰ واسطی اور ابو عبد

نقص کرتا کیونکہ عوام کو باطن کا حال درست نہیں ہوتا گویا اپنی روزی کو موجود دیکھو اسکی رزاقی پر پورا یقین ہوتا ہے جب پورا یقین ہوتا ہے تب حق کے روزی پہچاننے کے لئے وعدہ کو وفانہ کرینگی تمہارا گردل سے اٹھ جاتی ہے اور جبکہ باطن کا حال درست ہے اور حق کے وعدہ کو وفانہ کرینگی تمہارا دل سے اٹھ گئی ہے تو ایسے شخص کو جمع کر رکھنا اپنے یقین میں رخصت کرنا اور حق کے جانب وعدہ خلافی کی تمہارا لگانا ہے کیونکہ ایسا شخص خوب یقین جانتا ہے کہ جب تک زندگی کی مدت باقی ہے تب تک روزی پہچاننے کا حق سبحانہ ضامن ہے اور مدت کا حال معلوم نہیں کہ کب تک باقی رہے گی تو مدت میں شک ہے اور روزی پہچاننے پر یقین تو شک کو یقین کے سبب چھوڑ دیتا ہے اور یقین کو شک کے سبب نہیں چھوڑتا اور جانتا ہے کہ حق سبحانہ دشمن کو روزی پہنچاتا ہے دوست کو روزی پہنچاتا ہے کا شبہ محال ہے عوارف کے بیوں باب میں ہے کہ کسی نے ابو یزید سے لبطا کو کہا کہ تم تجکو کسی کسب میں مشغول نہیں دیکھتے پھر تیری گذران کہاں سے ہے تب کہا میرا مول لگئے اور سو کو روزی تیا ہے تو اُسکو جانتا ہے کہ ابو یزید کو روزی نہ دیکھا پس اس اچھے حال کے سبب حضرات صوفیہ نے جمع کر رکھنے کو اپنے اوپر حرم کیا غرض یہ دل کا حال ہے اپنا حال کو جیسا پاوی ویسی راہ پکڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے حال کی پیروی درست نہیں جب اپنا حال خاصی پاؤ تب ویسا کرے اور عزیمت پر عمل کرے اور نہیں تو رخصت پر عمل کرے اور سچا مومن بنا رہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے یہ بھی بڑی نعمت ہے کہ اُس سبحانہ و تعالیٰ شانہ نے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں مومن کیا اور ساری اُمت سے ہکونیک اور بہتر فرمایا +

## ایا پچوین حصہ رجال صوفیہ کے بیان میں

تعارف میں لکھا ہے جو لوگ صوفیہ کے علوم کو بیان کئے ہیں اور اُن کے مواجید یعنی حالتوں کو بیان کئے اور اُن کے مقامات کو ظاہر کئے اور پھیلائے اور اُن کے احوال کو بیان کئے ہیں قول اور فعل کی راہ سے صحابہ کے بعد سو یہ لوگ ہیں علی ابن حسین زین العابدین اور اُن کے بیٹے محمد ابن

فی الباقی اور ان کے بیٹے جعفر ابن محمد الصادق حضرت امیر المؤمنین علی اور حضرت امام حسن  
 و حضرت امام حسین کے بیٹے بعد ان تینوں صاحبوں نے ہی ان باتوں کو پہلے بیان کیا اور یہ تینوں  
 صاحبین صحابہ میں داخل ہیں رضی اللہ عنہم مگر امام زین العابدین کو اس علم کی سند ان تینوں صاحبوں  
 کے واسطے سے پہنچی اس واسطے انکو بعد علی اور حسن اور حسین کے کہانی نے صحابہ میں سے جو یہ تینوں  
 پیشوا ہیں ان کے بعد امام زین العابدین ہیں اور اویس قرنی اور حسن ابن ابی الحسن بصری اور ابو  
 عازم سلمہ ابن دینار مدنی اور ملک ابن دینار اور عبدالواحد ابن زید اور عبثہ ابن الغلام اور ابراہیم  
 بن ادہم اور فضیل ابن عیاض اور اون کے بیٹے علی ابن الفضیل اور داؤد طحائی اور سفیان ابن  
 سعید نوری اور ابو سلیمان دارانی اور ان کے بیٹے سلیمان اور ابو الفیض ذوالنہدین ابن یونس  
 بصری اور احمد ابن ابی بکوارى الدمشقی اور ان کے بھائی ذوالکفل اور سری بن سفیان اسقطی اور  
 بشر ابن حارث حافی اور معروف کرخی اور ابو ذؤیفہ مرعشی اور محمد ابن مبارک صوری اور یوسف  
 ابن سبأ اور خراسان اور جبل کے لوگوں میں سے یہ لوگ ہیں ابو زید طیفون ابن عیسیٰ  
 اور ابو حفص حداد وینشا پوری اور احمد ابن خضر و یحییٰ اور سہل ابن عبداللہ تبری اور یوسف  
 ابن حسین رازی اور ابو بکر ابن طاہر ابرہری اور علی بن محمد سہل ابن الازہر اصفہانی اور علی ابن  
 محمد رازی اور ابو بکر الکتانی الدنیوری اور کہس ابن علی الہمدانی اور ابو محمد ابن حسین ابن محمد بکائی  
 اور عباس ابن فضیل ابن قتیبہ اور علی ابن منصور دینوری اور حسن ابن علی ابن یردینار اور جو لوگ  
 علوم الاشارة کو ظاہر کئے اور پھیلائے ہیں کتابیں اور رسالے لکھے یہ لوگ ہیں ابو القاسم  
 جنید بغدادی اور ابو الحسن احمد ابن محمد ابن عبدالصمد نوری اور ابو سعید احمد ابن عیسیٰ خزاز مصری  
 اور ان کو لوگ لسان التصوف کہتے ہیں اور ابو محمد رومی ابن محمد اور ابو العباس احمد ابن عطال بغدادی  
 اور ابو عبداللہ عمر و ابن عثمان علی اور ابو یعقوب یوسف ابن حمدان سوسی اور ابو یعقوب اسحاق  
 ابن محمد ایوب ہر جوری اور ابو محمد حسن ابن محمد جریری اور ابو عبداللہ محمد ابن علی کتابی اور  
 ابو اسحاق ابراہیم ابن احمد النخواس اور ابو علی اور یحییٰ اور ابو بکر محمد ابن موسیٰ واسطی اور ابو عبد

نقص کرتا ہے کیونکہ عوم کو باطن کا حال درست نہیں ہوتا کیونکہ اپنی روزی کو موجود دیکھو اسکی رزاقی پر پورا یقین ہوتا ہے جب پورا یقین ہوتا ہے تب حق کے روزی پہچاننے کے لئے کو وہ فائدہ کئی تہمت اُکڑدے سے اٹھ جاتی ہے اور جبکہ باطن کا حال درست ہے اور حق کے وعدے کو فائدہ کئی تہمت اسکے دل سے اٹھ گئی ہے تو ایسے شخص کو جمع کر رکھنا اپنے یقین میں رخصت کرنا اور حق کے جانب وعدہ خلافی کی تہمت لگانا ہے کیونکہ ایسا شخص خوب یقین جانتا ہے کہ جب تک زندگی کی مدت باقی ہے تب تک روزی پہچاننے کا حق سبحانہ ضامن ہے اور مدت کا حال معلوم نہیں کہ کب تک باقی رہے گی تو مدت میں شک ہے اور روزی پہچاننے پر یقین تو شک کو یقین کے سبب چھوڑ دیتا ہے اور یقین کو شک کے سبب نہیں چھوڑتا اور جانتا ہے کہ حق سبحانہ دشمن کو روزی پہنچاتا ہے دوست کو روزی پہنچاتا ہے کا شبہ محال ہے عوارف کے پیوں باب میں ہے کہ کسی نے ابو یزید سے لے لگا لگا کہا کہ تم تجکو کسی کسب میں مشغول نہیں دیکھتے پھر تیری گذران کہاں سے ہے تب کہا میرا مولیٰ کتنا در سو کو روزی تیا ہے تو اسکو جانتا ہے کہ ابو یزید کو روزی نہ دیکھا پس اس اچھے حال کے سبب حضرات صوفیہ نے جمع کر رکھنے کو اپنے اوپر حرم کیا غرض یہ دل کا حال ہے اپنی حال کو جیسا پاوسی ویسی راہ پکڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا کسی کے حال کی پیروی درست نہیں جب اپنا حال خاصی پاویا تب ویسا کرے اور عزیت پر عمل کرے اور نہیں تو رخصت پر عمل کرے اور سچا مومن بنا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے یہ بھی بڑی نعمت ہے کہ اُس سبحانہ و تعالیٰ شانہ نے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں مومن کیا اور ساری اُمت سے ہکونیک اور بہتر فرمایا +

## پانچویں حصہ اور حال صوفیہ کے بیان میں

تعارف میں لکھا ہے جو لوگ صوفیہ کے علوم کو بیان کئے ہیں اور اُن کے مواجید یعنی حالتوں کو بیان کئے ہیں اور اُن کے مقامات کو ظاہر کئے اور پھیلائے اور اُن کے احوال کو بیان کئے ہیں قول اور فعل کی راہ سے صحابہ کے بعد سو یہ لوگ ہیں علی ابن حسین زین العابدین اور اُن کے بیٹے محمد ابن



ان کا بیان سنو اس مضمون کا بیان ہم بالکل عوارف کے باسطھوین باب سے لکھتے ہیں اور اگر دوسری کتاب کا مضمون لکھیں گے تو اسکا نام بھی لکھیں گے عوارف میں سند کے ساتھ لکھا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا اِنَّ مِنْ عَادِنِ النَّفُو كَفَلَمَكَ اِلَى مَا قَدَّ عَلِمْتَ عَلَيْهِ مَا لَمْ تَعْلَمْ وَالتَّقْصُ فِيمَا عَلِمْتَ قَوْلُهُ اَلْاِنَادَةُ فَيَسْجِدُ وَ اَمَّا بَعْدُ فَاَنْتُمْ فِي عِلْمِ مَا كُمْ تَعْلَمُوْنَ قَوْلُهُ اَلَا اَتَقْوَاكُمْ يَمَا قَدَّ عَلِمْتُمْ بِشَيْءٍ تَقْوَى كِي كَمَا نُونِ مِيْنِ سَبَّ سِي كَمَا تِي رَا اس علم کے ساتھ جو سیکہ چکا ہے اس علم کو جو تو نہیں جانتا ہے اور جو علم تو سیکہ چکا ہے اس میں یہ نقصان ہے کہ اس میں زیادہ ہونا کم ہے اور جو علم آدمی نہیں جانتا ہے اس علم کے سیکہ سے یہ رغبت نہیں کرتا ہے اسکو مگر جو علم سیکہ چکا ہے اسے کم فائدہ لینا یعنی جو علم آدمی سیکہ چکا ہے اس پر عمل نہ کرنے اور اس سے فائدہ نہ لینے کے سبب جو علم آدمی نہیں جانتا ہے اس کے سیکہ سے محروم رہتا ہے یعنی جو علم سیکہ چکا ہے اس پر عمل کرنے سے وہ علم حاصل ہوتا ہے جو جانا ہی نہیں اور پڑھا بھی نہیں اور اس علم کو علم حقیقت اور علم وراثت بولتے ہیں اسکا بیان صوفیہ کے علم اور علمائے آخرت کے بیان کی فصل میں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور مشایخ صوفیہ نے تقویٰ کی بنوں کو مضبوط کیا اور اللہ کے واسطے علم سیکھا اور جو سیکھا اس کے موافق عمل کیا پھر تقویٰ کے سبب اب انکو اللہ تبارک و تعالیٰ نے وہ علم تعلیم کیا جو جانتے تھے وہ کون علم ہیں کہ غراب العلوم یعنی بڑے نادر نادر علمین اور دقائق الاشارات یعنی بڑے باریک باریک اشارے یہ سب علم اللہ تعالیٰ نے مشایخ صوفیہ کو تعلیم کیا اور علم اشارۃ کے معنی معلوم ہو چکے اور ان مشایخ نے اللہ تعالیٰ کے کلام سے نادر نادر علمین اور عجیب عجیب سررا یعنی پوشیدہ ترین نکالا اور انکا قدم علم میں ثابت اور مضبوط ہوا ابو سعید خرازی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی فہم اور سمجھ کا شروع اس کے کلام پر عمل کرتا ہے کیونکہ عمل میں علم اور فہم اور استنباط کی جاتا ہوتی ہے اور استنباط یعنی قرآن حدیث سے احکام کا نکالنا اور فہم کا شروع کان لگانا اور دل لگانا یعنی کان لگاکے اور دل لگاکے اللہ کا کلام سنا جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

طاشی اور ابو عبد اللہ شریک القرشی اور ابو علی رودباری اور ابو بکر محطبی اور ابو بکر شبلی اور اسکا  
 نام ولف ابن محمد جو علم اشارہ بولتے ہیں علم خاطر اور علم مشاہدہ اور علم مکاشفہ کو اسکو  
 اسواسطے علم اشارہ بولتے ہیں کہ دلون کے مشاہدے اور باطنون کے مکاشفے جو ہیں معلیٰ تھیز  
 ٹھیک کر کے اُن کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ دل میں ایک حال اُترنے سے معلوم ہوتے ہیں  
 اور اُنکو وہی پہچانتا ہے جسکے دل میں وہ احوال اور مقامات اُترتے ہیں خاطر یعنی جو  
 کچھ کہ دل میں گزرے اور جو لوگ معاملات اور مقامات کے بیان میں کتاب تصنیف کئے ہیں  
 سو یہ لوگ ہیں ابو محمد ابن عبد اللہ ابن محمد بظاکی اور ابو عبد اللہ احمد بن عاصم الظاکی اور ابو عبد  
 اللہ ابن خنیق الظاکی اور عارث ابن سعد محاسبی اور یحییٰ ابن معاذ رازی اور ابو عثمان سعید بن سہیل  
 رازی اور ابو بکر محمد بن عمر بن فضل وراق ترمذی اور ابو عبد اللہ محمد ابن علی ترمذی اور  
 عبد اللہ محمد ابن فضل بلخنی اور ابو علی جو رجاتی اور ابو الفاکم اسحاق ابن محمد حکیم سمرقندی یہ  
 لوگ بڑے بڑے لوگ مذکور اور مشہور ہیں انکی فیضیت اور بزرگی کے لوگ گواہ ہیں یہ  
 ایسے لوگ ہیں کہ ان لوگون نے علم مواریت کو یعنی حقیقت اور وراثت کے علم کو قرآن  
 حدیث سے ثابت کر کے جمع کیا ہے اُن لوگون نے حدیث کو سند کے ساتھ سنا ہے اور فقہ  
 اور کلام اور لغت اور علم قرآن کو جمع کیا ہے اس بات پر ان لوگون کی کتابیں اور تصنیفات گواہ  
 ہیں اور متاخرین اور اس زمانے کے موجود لوگون کا ہم ذکر نہیں کرتے اگرچہ یہ لوگ اُن قدیم  
 بزرگون سے جھکا ذکر ہنہ کیا علم میں کم نہیں ہیں اسواسطے کہ متاخرین کو خوب لوگ جانتے ہیں  
 گویا کہ وہ لوگ حاضر ہیں اور اس زمانے کے لوگ تو حاضر ہی ہیں اور حاضر کی خبر دینے کی حاجت نہیں

چشمین فضل صوفیہ کی اصطلاح میں جو کلمات بعض احوال  
 کی طرف اشارہ کر نیوالے ہیں اُن کے بیان میں

اصطلاح صوفیہ کی اصطلاح میں جو کلمات بعض احوال کی طرف اشارہ کرنے والے ہیں

کے ساتھ تو اُس میں یہ اشارہ ہے کہ وہی لوگ اللہ کے ساتھ بولتے ہیں اور اسکی یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی علیہ السلام کی زبان پر فرمایا ہے بخلق یعنی میں اُسکی زبان ہوتا ہوں مجھ پر وہ بولتا ہے یہ پوری حدیث مقدمہ میں لکھ چکے اور وہ علم لدنی ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کے حق میں فرمایا سورہ کہف میں فَوَجَدَ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ صُنْ لَدُنَّا عَلِيمًا پہرے یا ایک بندہ ہمارے بندوں میں کا جسکو وہی تھی ہننے اپنی مہر اپنی پاس اور سکھایا تھا اپنی پاس ایک علم اور شیخ صوفیہ کی زبانوں پر جو کئی کلمات جاری ہیں اور وہ کلمات دسے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے سمجھانیکے واسطے بولتے ہیں اور وہ کلمات اُن لوگوں کی طرف سے اشارہ ہے دل کے احوال کی طرف جسکو وہی لوگ اپنے دل میں پاتے ہیں اور اشارہ ہی دل کے معاملات کی طرف جسکو وہی لوگ پہچانتے ہیں سو شیخ صوفیہ جو کلمات بولتے ہیں انہیں کلمات میں سے اُنکا قول جمع اور تفرقہ میں ہے اب پہلے جمع اور تفرقہ کا خلاصہ سنو تاکہ آگے اسکی شرح کا سمجھنا آسان ہو جاوے وہ یہ ہے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ ایک جمع چیز کو جمع بولتے ہیں اور چہر فرق فرق اور جدا جدا ہوتی ہے اسکو تفرقہ بولتے ہیں مثلاً جب ایک طرف خیال جاتا تو یہ جمع ہے اور جب خیالات پر اگندہ ہوئے تو یہ تفرقہ ہے اور جمع معنی اکٹھا کرنا اور تفرقہ معنی فرق اور جدا کرنا تو اپنے رب کی صفات کی طرف اور اپنے رب کی طرف دیکھنا جمع ہے اور اپنی نفس کی طرف یا مخلوقات کی طرف دیکھنا تفرقہ ہے اور اللہ کی طرف نسبت کرنے کا نام اور اللہ کے علاقہ کا نام جمع ہے اور مخلوق کے علاقہ کا نام تفرقہ ہے اب عوارف کا بیان سنو اُس میں فرماتے ہیں شیخ نے کہا کہ اصل جمع اور تفرقہ کی اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے سورہ آل عمران میں شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اللَّهُ نَعُوذُ بِهِ مِنَ الشِّرْكِ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ لَهُ أَلَمٌ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ يُعْزَبُ عَنِ السُّعْيِ وَأَن يَصْطَلِبَ عَلَيْهِنَّ مِثْلُ الْمَسْتَضَاءِ فِي الْغَمَامِ وَالسَّعْيِ أَعْيُنُهُنَّ الْمَدَىٰ يُعْرَبْنَ عَنْ حَصْبَتِهِنَّ وَالنُّجُومُ بِقُدْرَتِهِ مُقَنَّبَتٌ وَأَبْوَابُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ خَائِفَةٌ عَلَىٰ وَعْدِهِ وَكَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

قول جمع ہے کیونکہ یہ مضمون اللہ ہی سے علاقہ رکھتا ہے پہر اللہ تعالیٰ نے فرق کیا اور فرمایا وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَأُولَٰئِكَ الْعِلْمُ اور فرشتوں نے اور علم والوں نے یہ قول تفرقہ ہے کیونکہ یہ مضمون اُسکے مخلوق سے علاقہ رکھتا ہے اور پہلے لپارہ کے آخری کوع میں اللہ تعالیٰ

چھبیسویں سپارہ سورہ ق بین اِنِّیْ ذٰلِکَ لِذٰکِرِہِمْ لَمِنْ کَانَ کَلْہٖ قَلْبًا وَاَلْفِی السَّحَابِ  
 دھو شہ ہینڈ۔ اسمین سوچنے کی جگہ ہے اسکو جسکے اندر دل ہی یا لگاوے کان لگا کر ابو بکر واسطی  
 نے کہا کہ راسخون فی العلم وہ لوگ ہیں جو اپنی ارواح سے غیب الغیب اور ستر استر میں بیٹھے جو پوشیدہ  
 کا پوشیدہ اور اندر کا اندر ہے یعنی اللہ تعالیٰ امین مضبوطی کے ساتھ ڈٹ کے مشغول ہو گئے تب  
 اُسے انکو پہنچو یا جو پہنچو آیا اور آیتوں کے مضمون کے موافق جیسا کہ اُن سے عمل چاہا اور ویسا اُنکے  
 سوا دوسروں سے نہ چاہا اور وہی لوگ علم کے دریا میں ڈوبے فہم کے ساتھ زیادتی کی طلب کے واسطی  
 کہ جکو جو علم حاصل ہے اس سے زیادہ علم حاصل ہو تب اللہ تعالیٰ نے اُن پر وہ خزانے کھول دیا جو  
 ہر حرف اور ہر آیت کے تلے جمع کر رکھا تھا وہ کون کون خزانے ہیں فہم اور عجاب نص تب اُن لوگوں نے  
 سوتی اور جو اسر نکالا اور حکمت کی بات بولے یعنی ہر چیز کی حقیقت کو دریافت کر کے بولے اور جو حیرت  
 سفیان ابن عیینہ ابن جریج ہی اسکو اسنے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے اسمین وارد ہے کہ رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ کَثِیْرَةٌ اَلْکَلْمُوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اِلَّا الْعُلَمَاءُ بِاللّٰہِ فَاِذَا اَنْظَعُوْا  
 یَہٗ کَا یَنْکَرُوْا اِلَّا اَہْلَ الْعِرْمٰتِ بِاللّٰہِ بیشک علم میں سے بعضے علم پوشیدہ چیز کسی نخل کے مانند ہیں  
 کہ نہیں جانتے اسکو مگر اللہ کے جاننے والی ہر جب وہی اُس علم کا بیان کرتے ہیں تب اُسکا انکار نہیں  
 کرتے مگر جو لوگ اللہ سے غافل ہیں یہ حدیث عین العلم تعرف حوارف سب میں موجود اور عوارف  
 میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ علم اللہ تعالیٰ کے اسرار اور پوشیدہ معنی میں اسکو ظاہر  
 کرتا ہے اَمْنَاءُ الْاَوَّلِیَاءِ کے پاس یعنی جو اولیاء لوگ اُسکے امانت وارد ہیں اور سادات النبلاء  
 یعنی بڑے بڑے درویشوں کے سرداروں کے پاس بغیر سب سے اور سبق پڑھانے کے اور وہ علم اُن  
 اسرار میں سے ہے کہ اسرار خبر دار نہیں ہوتے ہیں مگر خواص ابو سعید خزرانی نے کہا کہ عارفوں کے  
 پاس خزانے سوچنے گئے ہیں وہ خزانے نادر نادر علموں کے اور عجیب عجیب خبروں کے ہیں  
 اُس علم میں گفتگو کرتے ہیں ابدی زبان کے ساتھ اور اس علم کے ساتھ اور اُس علم کی خبر دیتے  
 ہیں ازلی عبارت کے ساتھ اور وہ علم نامعلوم ہے یہ جو کہا کہ ابدی زبان اور ازلی عبارت

سوتے ہوئے کو سویا ہوا کب جگا سکتا ہے غرض یہ سب مضمون جو اس عاجز نے لکھا ہے تو امر بالمعروف  
 اور نہی عن المنکر اور مومنوں کی خیر خواہی کی راہ سے کیونکہ اکثر لوگوں کے خیال میں یہ بات سنا کر  
 کہ مرشد کامل جو موتا ہے سو بغیر سیکھنے اور دریافت کرنے علم تصوف کے اور بغیر عمل جو اوع اور  
 مراقبہ کے ایک دم میں مقصد کو پہنچا دیتا ہے اور علم تصوف کے ساری مضمون تعلیم کر دیتا ہے  
 حالانکہ اس علم کے مضمون اگر پڑھنے اور سمجھانے سے سمجھ میں آجاویں تو غنیمت ہے بس  
 اسی وہم کے سبب مہوہم مرشد کی تلاش میں رہتے ہیں کہیں کسی دیوانے کے جو بڑ  
 مارا کرتا ہے معتقد بن جاتے ہیں کہیں اس شخص کے جو کچھ بولتا نہیں معتقد بن جاتے ہیں کہیں  
 کسی شخص کے جو فقط کسی قسم کا ذکر تعلیم کرتا ہے اور آپ نماز کو باخوشی اور آداب کے ساتھ  
 نہیں ادا کرتا اور علوم تصوف اور قرآن اور حدیث کا مطلق بیان نہیں کر سکتا معتقد بن  
 جاتے ہیں اور طرہ تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے کچھ نہیں پاتے ہیں جیون کے تیون رہتے ہیں  
 مگر پھر بھی اپنے وہم کے سبب ایسے ہی لوگوں کی معتقد رہتے ہیں اور سچے لوگوں کی صحبت سے  
 دور رہتے ہیں باوجودیکہ فرمایا اللہ سبحانہ نے کیا رہوین سپارہ سورہ توبہ میں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
 آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ**۔ ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ہوساتہم سچوں کو  
 اور علوم تصوف کے سنے اور سیکھنے کا مطلق شوق نہیں رکھتے اور یہ بڑی بیماری ہلاک کرنے  
 والی ہے اور اکثر لوگ اس بیماری کو نہیں پہچانتے سواب یہ خاکسار دینی بہائیوں کی محبت کے  
 جوش سے بڑا ہی فائدہ عظیمہ بیان کر کے سلوک الی اللہ کا طریقہ ترتیب کے ساتھ بہت  
 سہل اور آسان کر کے انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے وہ فائدہ عظیمہ یہ ہے دل کے کان سے  
 سنو پہلے ہم اس مقام میں عین العلم کے مضمون کا خلاصہ لکھتے ہیں اسکا ب مضمون لکھنا بہت  
 طول ہوگا اور اس مقام میں فقط خلاصہ کا سمجھنا کفایت کرے گا سنو عین العلم میں فرماتے  
 ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے ستائیسویں سپارہ سورہ ذاریات میں **وَمَا خَلَقْتُ  
 وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَهُ** اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو اور وہ

کا یہ قول اَمَّا بِاللّٰهِ سَمِعْنَا لِقَائِهِ يَوْمَ يَكْفُرُ كُلٌّ مِّمَّنْ لَمَّا كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اَلَمْ يَلْمِزْهُمْ اَشْرَافُهُمْ اَلَمْ يَلْمِزْهُمْ اَشْرَافُهُمْ اَلَمْ يَلْمِزْهُمْ اَشْرَافُهُمْ  
 قول سے فرق کیا وَاَنْزَلَ اِلَيْنَا اَوْرَاقَهُمْ اَلَمْ يَلْمِزْهُمْ اَشْرَافُهُمْ اَلَمْ يَلْمِزْهُمْ اَشْرَافُهُمْ اَلَمْ يَلْمِزْهُمْ اَشْرَافُهُمْ  
 ذکر ہے اور جمع اہل اور جڑ ہے اور تفرقہ شاخ ہے اور جو جمع بلا تفرقہ ہے سوزندہ اور کفر ہے  
 یعنی مخلوق کو اللہ سے فرق نہ کرنا کفر ہے اور جو تفرقہ بلا جمع کے ہے سو تعطیل اور خالی چھوڑنا  
 ہے یعنی مخلوق ہی کو دیکھا اور جانا اور خالق کو نہ دیکھا اور اسکو خالق نہ جانا تو خالق کو بیگم اور  
 خالی سمجھا جنید نے کہا کہ وجد کے ساتھ قرب کا حاصل ہونا جمع ہے اور بشریت میں غائب جانا  
 اور بھولے رہنا تفرقہ ہے وجد کے معنی قریب سے معلوم ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ اور لوگوں نے  
 کہا ہے کہ معرفت میں غرق رہنا جمع اور احوال کا اترنا تفرقہ ہے اور جمع اتصال کا نام اور  
 اتصال کے یہ معنی کہ اتصال والا حق کی سوا نہ دیکھے سو جب تک حق کے سوا کو دیکھتا ہے تب تک  
 جمع کے مقام میں نہیں پہنچا اور تفرقہ نام ہے کسی چیز کو جدا کر کے دیکھنے کا اور ان لوگوں کی  
 عبارتیں اس جمع اور تفرقہ کے بیان میں بہت ہیں اور سبکی مطلب یہ ہے کہ حضرات صوفیہ  
 نے جمع کے ساتھ اشارہ کیا تجرید التوحید یعنی تری کے طرف اور تجرید التوحید کے معنی  
 تصوف کے ارکان کے بیان میں قریب ہی لکھ چکے یعنی تجرید التوحید کا پایا جانا جمع ہے  
 اور تفرقہ کے ساتھ اشارہ کیا کتاب کی طرف یعنی اعمال کے طرف کہ جب اعمال بجالیات  
 تفرقہ پایا گیا تو اس قول سے یہ بات ثابت ہوتی کہ جمع نہیں ثابت ہوتا مگر تفرقہ کے سبب  
 یعنی اعمال کے سبب مثلاً توحید کو تری کرنا اعمال میں داخل ہے تو جب تک یہ اعمال نہ ہوگا  
 تب تک جمع کس طرح پایا جاوے گا اور وہ لوگ بولتے ہیں کہ فلانا میں جمع میں ہے یعنی جمع  
 کی حقیقت اور ذات میں ہے اور ہر بات سے یہ مراد لیتے ہیں کہ فلانا کے باطن پر حق کا  
 مراقبہ غالب ہے یعنی وہ یہ جانتا ہے کہ حق مجھ کو دیکھتا ہے یہ جب وہ شخص کسی اعمال کی طرف  
 رجوع کرتا ہے تفرقہ کے طرف رجوع کرتا ہے یعنی جب تک حق کے طرف تک تہمت تک جمع میں تھا  
 اور جب اعمال کرنے لگا تب تفرقہ میں آیا تو صحیح ہونا جمع کا تفرقہ کے ساتھ ہوتا ہے اور صحیح ہونا

اور تامل اور اندیشہ کے ساتھ اُس چیز اور مضمون میں نظر کرنا اور سوچنا کہ جس میں نظر اور  
کرتے اور سوچنے سے اس پر سبب کی معرفت اور پہچان جو مطلوب ہے جو حاصل ہو جاوے اس مضمون  
کے بخوبی سمجھ میں آجانے کے واسطے ایک تقریر یاد رکھنا بہت ضرور ہے تاکہ عین العلم کا سارا  
مضمون آسانی سمجھ میں آجاوے وہ مضمون یہ ہے کہ حقیقت تفکر کی ایسے علم کی طلب اور  
نمائش کرنا ہے جس کا جاننا ضروری ہے اور وہ علم بدیہی اور محسوس چیزوں سے حاصل  
نہیں ہوتا سو ایسے علم اور دریافت کا حاصل ہونا ممکن نہیں ہے مگر جب اور بھی دوسرے  
دو مضمون کو جسکو خوب پہچانتا ہے اُس میں ملا دے اور اُس میں خوب سوچے تاکہ تیسرا مضمون  
جسکا دریافت کرنا اسکو مطلوب ہے سو ان دونوں مضمون میں سوچنے سے پیدا ہو جاسکے  
نرا اور مادہ سے بچ پیدا ہوتا ہے اور وہ دونوں مضمون دو اصل اور مقدمے کہلاتے  
ہیں اور تیسرا مضمون جو دونوں مقدموں سے پیدا ہوتا ہے اسکو نتیجہ کہتے ہیں اور  
ہر قسم کے مطلوب پہچانے کی واسطے ان کے مناسب دو اصل اور مقدمہ مقرر ہے  
جب تک کہ ان دونوں اصل اور مقدموں کا علم حاصل نہ ہوگا تب تک وہ تیسرا قسم مطلوب  
ظاہر نہ ہوگا اور جو شخص ان دونوں اصل اور مقدموں کو ملانے بجانتا ہوگا وہ شخص غور  
اور تفکر سے اپنا اصل مطلوب پہچانے کے گام بطورے جو شخص کہ پوچھتی نہیں رکھتا ہی  
وہ تجارت کس طرح کرے گا اب دونوں اصل اور مقدموں کو ملا کے اپنے مطلوب  
پہچاننے کی مثال سنو مثلاً کوئی شخص اس مضمون کا جاننا چاہے کہ آخرت دنیا سے  
بہتر ہے تو اس مضمون کو نہ جانے گا جب تک کہ دو مضمون کا علم حاصل نہ کر لیکے ایک یہ کہ  
باقی ثانی سے بہتر ہے دوسرے یہ کہ آخرت باقی ہے اور دنیا فانی جب یہ دونوں اصل  
مضمون کو جاننا تب وہ تیسرا علم کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے ضرور پیدا ہوگا تو بس ان  
دونوں اصل مضمون کا دل میں حاضر کرنا اور ان دونوں مضمون سے تیسرا مضمون  
کا پیدا ہونا اس سبب صحیح کو تفکر اور تامل اور تدبیر اور اعتبار کہتے ہیں اور جب تک

عبادت جکا ذکر اس آیت میں ہے کسی قسم ہے پہلی قسم نماز ہے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلق پر توحید قبول کرنے کے بعد فرض نہ کیا کوئی ایسا فرض کہ نماز سے زیادہ اُسکے نزدیک پیارا ہو دوسری قسم قرآن کی قرات یعنی قرآن مجید کا پڑھنا ہے اور حدیث میں وارد ہوا ہے تم لوگوں کا بہتر وہ شخص ہے جسے سیکھا قرآن کو اور اُسکو سکھلایا دوسری قسم کو تیسری قسم صلوة یعنی درود بیچنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ اس میں وعدہ فرمایا ہے آنحضرت نے کہ درود بیچنے والے آخرت میں اُن کی صحبت کی سعادت نصیب ہوگی اور قیامت میں درود بیچنے والے کی شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تیسری قسم اذکار مرویہ یعنی طح طرح کی ذکرین اللہ جل شانہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ کرام سے روایت کی گئی ہیں مثل لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اسم ذات یعنی لفظ اللہ کی اور مانند اُسکے کہ ان ذکر وں کے حق میں بہت سی فضیلتیں کتاب اور سنت میں مذکور ہیں اور پانچویں قسم دعا ہے کہ اسکی فضیلت میں آنحضرت نے فرمایا ہے اَللّٰهُ عَامٌّ مِّنْ الْعِبَادَةِ دعا جو ہر قسم کی عبادت کا اور کوئی نہ عبادت کی حقیقت اور اسکا خلا ظاہر کرنا اپنی عاجزی ورتدلیل بخیر و ذلیل ہوگا اور ہرگز ناسر کی عظمت کا ہے اور دونوں بات دعائیں بخوبی پوری پوری حاصل ہے چھتویں قسم تفکر یعنی فکر اور غور اور اندیشہ اور مراقبہ کرنا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو تھے سپارہ سورہ آل عمران میں وَتَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اَنْ تَرْجِعُوْنَ اِلَىٰ عِبَادَةِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ اور حدیث میں وارد ہوا ہے تَفَكَّرْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِينَ سَنَةً غور اور اندیشہ کرنا مخلوقات اور مصنوعات الہی میں اعتبار اور استدلال کی نظر سے ایک ساعت کا بہتر ہے ساٹھ برس کی بندگی سے یعنی بغیر تفکر اور غور کے جو ساٹھ برس بندگی ہوتی ہے اس بندگی سے ایک ساعت کا تفکر کرنا اور مخلوقات الہی اور اُسکے مصنوعات میں تفکر اور غور کر کے اُسکے خالق اور صانع کو سچا ناساٹھ برس کی بندگی سے بہتر ہے اور تفکر کیا ہے طلب کرنا اللہ کی معرفت کا ہے یعنی غور



حرام یا مکروہ میں سے ہو یا نہیں دوسری اس طور سے جب معلوم ہو جاوے کہ یہ کام شریعت سے حرام یا  
 مکروہ ثابت ہے اور یہ سب فقہ سے معلوم ہوگا اپنی عقل اور دوسو اس کا کچھ اعتبار نہیں تب تفکر اور  
 غور کرے کہ کیا یہ گناہ میرے بیچ میں پایا جاتا ہے یا نہیں قیسرے اس طور سے کہ جب معلوم ہو جاوے  
 کہ یہ گناہ مجھے سابق میں ہوا ہے یا اب بالفعل میں اس گناہ میں گرفتار ہوں یا آئندہ کو اس گناہ کی  
 ہو پڑنے کا ڈول معلوم ہوتا ہے تب تفکر اور غور کرے کہ اپنے اوپر اس گناہ کے دفع کرنی کیا  
 تدبیر ہے اور اس گناہ سے کس طرح خلاص ہونگے اور اس گناہ سے کس طرح بچینگے مثلاً غور کرے  
 اپنی زبان اور کان میں اور کہے کہ یہ سب جھوٹے اور غیبت اور جفا اور خود شنائی اور استہزا  
 اور ٹھٹھے بازی وغیرہ میں گرفتار ہیں اور یہ سب باتیں مکروہات الہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو  
 ناپسند اور ناخوش معلوم ہوتی ہیں یہ غور کرے کہ ان گناہوں سے پرہیز کرنا اور بچنا بغیر گوشہ  
 نشینی اور اکیلے رہنے سے اور بغیر صحبت صالحوں اور نیک لوگوں اور پرہیزگاروں کے  
 حاصل نہوگا کہ اگر کسی وقت مجھے یہ باتیں صادر ہونگی تو وہ لوگ اسپر انکار کرینگے  
 اور مجھ کو اتنے باز رکھینگے سبحان اللہ مرشد کا اور نیک لوگوں کا یہ بڑا توجہ ہے اس توجہ  
 سے محروم نہ ہونا چاہیے اور انکی نصیحت کو جان و دل سے قبول کرنا چاہیے اور  
 اگر نادانق اور لوگوں کے مرشد سے توجہ لیا اور فرض کیا کہ لطیفے جاری ہوئے اور پھر بیٹھ کر  
 مرید یا مرشد برٹار کے اور جھوٹے اور خود شنائی وغیرہ میں گرفتار ہو تو کیا فائدہ ملا سیر  
 اپنے پیٹ کے کام میں غور کرے کہ وہ اللہ کی گناہ حرام کھانے پینے میں گرفتار تو نہیں ہے  
 اگر شاید اسکو حرام لقمہ کھانے میں گرفتار پاوے تو جانے کہ حرام لقمہ کھا کے ساری عبادت  
 ضائع ہوتی ہے اور اکل حلال ساری عبادتوں کی بڑے اور بندے کے کپڑے کے آٹھوین  
 حصہ میں اگر ایک دم حرام چیرگی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی نماز قبول نہیں کرتا پھر غور کرے  
 کہ اسکا کھانا اور پینا اور اسکی کھائی کہان سے ہو اور حلال کی راہ کیا ہے اور حلال کھائی کھانے  
 اور حرام کھائی سے بچنے کی کیا راہ ہے تاکہ میں اسکو اختیار کروں یہ سب بھی فقہ سے

کہ تیسرا مضمون حاصل نہیں ہوتا تب تک مذکرہ کہلاتا ہے مصنف اسی معنی کا اشارہ کرتا ہے  
 اپنے اس قول میں اور شروع تفکر کا تذکرہ ہے کہ تذکرہ میں سے تفکر پیدا ہوتا ہے اور تذکرہ کیا  
 ہے دل میں اُن پہچانے ہوئے دو مضمون کا حاضر کرنا ہے جو تیسری مضمون مطلوب کا  
 مقدمہ اور اصل ہے اور اُن دونوں سے تیسرا مضمون مطلوب پیدا ہوتا ہے تو جب تک دل میں  
 دونوں مقدموں کو قائم تو کیا ہے مگر ابھی تک تیسرا مضمون پیدا نہیں ہوا ہے تب تک تذکرہ  
 کہلاتا ہے اور جب اُن دونوں مقدموں کا نتیجہ نکلا اور تیسرا مضمون پیدا ہوا تب اسکو  
 تفکر کہیں گے اور تفکر کا فائدہ اور نتیجہ جو تذکرہ اور تفکر کے بعد حاصل ہوتا ہے تین چیز  
 ہے علم اور حال اور عمل لیکن پہلے علم حاصل ہوتا ہے تب اس سے حال اور عمل ہوتا ہے  
 اور وہ علم کیا ہے کہ حاصل ہونا معرفت کا اور معرفت یعنی پہچان جانا یعنی ایک مضمون کے پہچان جانے  
 اور معلوم ہو جانے کو علم کہتے ہیں اور اس معرفت اور پہچان جانے سے حال پیدا ہوتا ہے  
 اور حال کیا ہے کہ اس معرفت کے نور کا دل میں اثر کرنا اور اس نور کے حاصل ہونے کے  
 سبب سے دل کے حال کا بدل جانا اور اس حال سے عمل پیدا ہوتا ہے یعنی یہ حال عمل کا باعث  
 ہوتا ہے اور وہ عمل کیا ہے قلب کی خدمت کرنا جو اج اور اعضا کا ہے یعنی معرفت کے  
 نور اثر کرنے کے سبب سے قلب کا حال جب بدل گیا تب قلب نے عمل کرنے چاہا تب  
 اعضا نے اسکی تابعداری کیا اور اعضا سے عمل ظاہر ہوا تو عمل حال کے تابع ہوا اور  
 حال معرفت کے تابع اور معرفت تفکر کے تابع تو بس تفکر اصل اور کنبی ساری نیکی کی ٹھہری  
 اور تفکر کے جاری ہونے کا مقام دین کے امور میں دو چیز سے خالی نہیں ہے یا تو (تفکر معاً  
 میں) یعنی ظاہری اور باطنی اعمال میں جاری ہوتا ہے کہ وہ اعمال سالک کے نفس کی صفات  
 اور اُسکے افعال اور کاموں سے علاوہ رکھتا ہے سو حق تفکر کا یعنی اُسکا طور اور طریقہ  
 معاملہ میں اسطرح ہے کہ پہلے تفکر کرنا شروع کرے ظاہری گناہوں میں اور یہ تفکر  
 تین طور سے ہوتا ہے ایک اس طور سے تفکر اور غور کرے کہ یہ کام شریعت کے ممنوعات

فائدہ دیر تک رہتا ہے پھر جب گناہ اور عبادت ظاہری کے تفکر اور اندیشہ سے فراغت ہوئی  
تب اسے طرح تفکر اور اندیشہ کرے باطن کے گناہ میں کہ وہ آدمی کی بری صفات ہیں اور بلا  
کر نیوالی ہیں انکو رد ازل کہتے ہیں اور اسکے دفع کی تدبیر کرے اور تفکر اور اندیشہ کرے اور باطن  
کی طاعات میں کہ وہ آدمی کی نیک خصلتیں ہیں جو نجات دینے والی اور ہلاکت سے بچا نیوالی ہیں  
اور انکو مضائل کہتے ہیں انکی بیان انشاء اللہ تعالیٰ جمعیتوں میں فصل میں ہوگا اور انہیں کو  
مقامات کہتے ہیں مثل تو بہ و رع تقویٰ زہد صبر وغیرہ کے اور انکے حاصل کرنیکی راہ تلاش  
کرے اور بری خصلتیں آدمی کی جو دس رذائل ہیں اور اس رباعی میں وہ سب جمع ہیں۔ رہا

خوہی کہ شود دل تو چون آئینہ	دہ چیز بردن کن از درون سینہ
حرص و طمع و بخل و حرام و غیبت	کذب و حسد و کبر و ریا و کینہ

سوان میں سے حرام اور غیبت اور کذب گناہ ظاہری ہے اور باقی باطنی اور نیک خصلتیں  
آدمی کی جو ظاہری عبادت ہیں سو ظاہری کہلاتی ہیں اور جو باطنی ہیں مثل تو بہ صبر اور شکر  
وغیرہ کے سو باطنی کہلاتی ہیں اور شرح فارسی عین العلم میں شیخ فخر الدین محب اللہ شہر قندھار  
فرماتے ہیں کہ باطنی گناہوں اور طاعتوں کی جڑ اور اصول میں چیز ہے کہ بعض شخص نے  
اسکو نظم میں جمع کیا ہے وہ یہ ہے۔

بیت

اصل اخلاق ذمیرہ یا حمیدہ بت دان	یاد گیر این را اگر ہستی ز مردان خدا
---------------------------------	-------------------------------------

کرد بخل و محب و حبت مال و حرص کل عملی بہت جاہ و شدت غضب و حسد دیکر صبر و شکر  
و زہد و اخلاص و خشوع و حسن خلق چ معتدل خوردن و جانم بحث یا رضا اور ان بطنی  
گناہوں کی علاج اسکے مقام پر تصوف کی کتابوں میں خصوصاً صراط مستقیم میں موجود ہے  
اور یا تو تفکر مکاشفہ میں جاری ہوتا ہے اور مکاشفہ جو ہے سو صفات اور حقائق الہی سے  
علاقہ رکھتا ہے اور مکاشفہ کیا ہے کہ اللہ سبحانہ کی توحید کا کھلجانا اور باقی مکاشفہ کے  
سے پچیسویں فصل میں یقین کے بیان میں معلوم ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ پھر صنف

معلوم ہوگا اور یہ تفکر اپنے حال میں کرے دوسری کی عیب جوئی میں نہ پڑا رہے کیونکہ یہ بات تو خود حرام ہی اسبطر سے اپنی ساری بدن کی تلاش کرے اور اپنی تین گناہ سے باز رکھے پھر گناہ ظاہری میں تفکر کرنے کے بعد ہر قسم کی ظاہری طاعت میں تفکر کرے کہ کیا یہ طاعت مندوب ہے یعنی شریعت میں ناپسند اور شریعت سے ثابت ہی یا نہیں یعنی فرض عبادتوں کو تو ہر حال میں ادا کرنا ہی ہے مگر فرض کے ادا کرنے میں جو عمل مستحب ہے اور بعضے عبادت جو مستحب ہی مثل تہجد اور اشراق اور ذکر وغیرہ کے انہیں تفکر کرے پھر جب ثابت ہو جاوے کہ یہ طاعت مندوب ہے تب تفکر کرے کہ کیا یہ مندوب میرے مقدور میں ہے اور اُسکے ادا کرنے کی اور اس طاعت کو نقصان اور تقصیر سے گاہ رکھنے کی طاقت اور قدرت مجھ میں ہے یا نہیں پھر جب معلوم کرے کہ اُسکے ادا کرنے کی طاقت مجھ میں ہے تب جو جو عضو کو عبادت سے علاقہ رکھتا ہے اُن ہر عضو میں تفکر کرے کہ اُسکے حاصل کرنے اور بجالانے کی تدبیر کیا ہے مثلاً تفکر اور غور کرے کہ زبان کو ذکر اور وعظ اور تعلیم اور مسلمانوں کو نیک بات کہہ کے راحت پہنچانے کی واسطے پیدا کیا ہے اور میں قادر ہوں کہ فلانی ذکر کروں اور فلانی بات کہوں کہ اُس سے مسلمان کو آرام اور چین ملے کیونکہ نیک بات بجای صدقے کے ہے بلکہ صدقہ سے بہتر ہے اور انکھ کو اس واسطے پیدا کیا کہ کہہ سکو حق تعالیٰ کی طاعت میں لگاؤن مثل تلاوت وغیرہ کے اور عالموں کو تنظیم کی نظر سے اور فاسقوں کو تحقیر کی نظر سے دیکھوں اور میں ان باتوں پر قادر ہوں ان باتوں کو اس واسطے چھوڑوں اور انکھ کا حق کیوں نہ ادا کروں اور کان کو اس واسطے پیدا کیا ہے کہ مظلوم کی فریاد سے اور اُسکی مدد کرے اور قرأت اور اشتر کی ذکر اور وعظ سے سو میں کا گوشے واسطے بیکار رکھوں اور کفرانِ نعمت کو اس واسطے کروں اسبطر سے اپنے بدن کے ساری عضو میں تفکر اور غور کرے بلکہ اپنے مال اور اولاد اور چار پائے اور خادموں میں بھی غور کرتا ہے کہ ایک عمت کے تفکر اور غور میں اُسکے سارے عمل درست ہو جائینگے اسی سبب سے حدیث میں وارد ہے کہ تفکر اور اندیشہ ایک ساعت کا بہتر ہے ساٹھ برس کی عبادت سے کیونکہ اُسکا

اور ذکر شامل ہے زبان کی ذکر اور دل کی ذکر، دونوں کو سوس دو نون طرح کا ذکر کرنا موجب التفاتِ مدرکہ کا طرف اُس سبحانہ و تعالیٰ شانہ کے ہے کہ دونوں طرح کے ذکر کرنے سے استدعا کی ذات پاک کے طرف عقل التفات کرتی اور متوجہ ہوتی ہے اور جب ذات اُس سبحانہ کی ملتفت الیہ ہوئی یعنی عقل نے اُسکے طرف التفات کیا تب وہ ذات حاضر ہوئی جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہو چکا اور یہ مشہود ذاتی اور حق یقین ہے اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ فکر اور غور نکر و استغالیٰ کی ذات میں یعنی اسکی ذات نہایت روشن ہے اور بصیرت آدمی کی ضعیف اور کمزور ہے اسکی ذات کے دریافت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی بلکہ مدہوش اور متحیر ہو جاتی ہے جیسا کہ مصنف فرماتے ہیں اور عقل انسان کی اُس سبحانہ کی ذات کے دریافت کرنے سے عاجز ہوتی ہے مثل عاجز ہونے خفاش یعنی چم گا در کے دن کی روشنی سے کہ اسکی آنکھ کی بصارت ضعیف اور کمزور ہے آفتاب کے نور کی طاقت نہیں رکھتی اور دریافت کرنا حقائق یعنی کد صفات اس سبحانہ و تعالیٰ کا بھی ویسا ہی ہے کہ تفکر کو انہیں راہ نہیں ہے کیونکہ اسکی صفات کے کنہ بھی بشر کے اور اک سے باہر ہیں سو نہیں طاقت رکھتے ہیں اسکے دریافت کرنے کی مگر خواص لوگ کسی سی وقت میں اور اُنکو بھی اسکی صفات کا کنہ یعنی بھید ہمیشہ دریافت نہیں ہوتا کیونکہ صفات کی اندک تجلی اور ظہور میں بے طاقت ہو جاتے ہیں جیسا کہ آدمی لوگ قرص آفتاب میں ہوشیہ نظر نہیں کر سکتے جیسا کہ تجلی اور ستار کے بیان میں مذکور ہو چھٹین فصل میں اور خواص لوگ حقائق یعنی کنہ اور بھید صفات کو عوام الناس سے ذکر نہیں کرتے ہیں مگر اُنکے فہم کے مقدار کیونکہ اُس سے زیادہ ذکر کرنا ممنوع ہے رخصت نہیں ہے کیونکہ اکثر عوام لوگوں کی عقل اس بھید کو نہ سمجھ سکیگی اسلئے اسلئے انبیاء علیہ السلام میں سے بعضے نبی کے پاس وحی آئی کہ میرے بندوں کو میری صفات میں سے ایسی چیز کی خبر دے دو کہ اس سے انکار کریں اُنسے وہی بات انوکھ سمجھ سکیں بات کرو لوگوں سے انکی عقل کے مقدار یہ مضمون شرح مذکور ہے

فرماتے ہیں اور تفکر اور غور کا جاری ہونا اور کشفی اور مکاشفہ میں منحصر اور موقوف ہے  
 اسما حسنی کے معانی میں کہ اسما حسنی کے معنوں میں غور کرے اسما حسنی کے معنی نامینِ خلاصہ  
 اور اسما حسنی سے وہی نامین مراد ہیں جو اُس سبحانہ تعالیٰ شانہ پر بولے جاتے ہیں مانند حمی اور  
 عالم اور مرید اور سمیع اور بصیر اور مستکلم وغیرہ کے اور اُس سبحانہ کے صفات برتر میں غور کرے  
 اور صفات سے مراد وہی صفات ہیں جو اُس سبحانہ کی واسطے ثابت ہیں مثل حیات اور علم اور قدرت  
 اور ارادہ اور سماعت اور بصارت اور کلام وغیرہ کے اور ملکوت یعنی عجائب و غرائب میں آسمانوں  
 اور زمین کے غور کرے کہ یہ سب اُسکی قدرت اور ربوبیت کے مظاہر اور آثار ہیں مگر سب سے ظاہر  
 ہونے کی جگہ جسطح آئینہ مظاہر اُسکی تج اور آثار معنی نشانیا یعنی آسمان اور جو کچھ کہ آسمان پر  
 ہے آفتاب اور ماہتاب اور ستارے اور زمین اور جو کچھ کہ زمین پر ہے پہاڑ اور بیابان  
 اور شہرین اور دریا وین اور جو اہر کی کھانین اور انواع اقسام کے نباتات اور حیوانات  
 اور جو کچھ کہ آسمان اور زمین کے درمیان میں ہے ابر اور باران اور برق اور رعد اور  
 برف اور اولاً اور قوس قزح اور دوسری نشانیاں کے یہ سب کے سب اُسکی قدرت  
 کے مظاہر ہیں اور ان سب میں تفکر اور غور کر کے اُسکے صلح اور پیدا کرنے والے کو  
 پہچان سکتا ہے کہ یہ سب اسکے بنانے اور پیدا کرنے کی دلیل ہیں اس واسطے کہ سوائے  
 ذات پاک اس سبحانہ کے جتنے موجود ہیں وہ سب اسکے مخلوق اور اُسکی کاریگری  
 کے عجائب اور غرائب میں داخل ہیں اور کوئی ذرے اور چیزیں آسمان اور زمین پر  
 اور انکے درمیان میں نہیں ہیں مگر اُسکی تسبیح اور تقدیس بولتے ہیں اور اُسکی پاکی بیان  
 کرتے ہیں اور لیکن ذات مقدس اُس سبحانہ کی سوائے معرفت کی طرف کیلکوراہ نہیں  
 ہے مگر اُسکے نام شریف کی ذکر کے ساتھ کیونکہ خلق کو اُسکی ذات کی معرفت اور اُسکی دریتا  
 کرینکی طاقت نہیں ہے مگر سید قدر کہ اسکے نام پاک کی ذکر کریں اور ذکر کے وقت  
 اس نام والے کے طرف عقل متوجہ ہو جاوے اور اُسکا خیال دل میں جم جاوے

یہ ہے عوارف میں سند کے ساتھ لکھا ہے کہ علقمہ ابن وقاص نے کہا کہ سنائیں نے  
 عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو ممبر پر کہتے تھے سنائیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو فرماتے تھے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْاِيْمَانِ وَ اِنَّمَا لِكُلِّ اَمْرٍ مَّا نُوِي فَمَنْ كَانَ مِنْ هِجْرَتِهِ اِلَى اللّٰهِ  
 وَرَسُوْلِهِ فَهَجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَنْ كَانَ مِنْ هِجْرَتِهِ اِلَى دُنْيَا يَصِلُ بِهَا وَ اِلَى اِمْسَاةٍ  
 سِيْنِكُمْ فَهَجْرَتُهُ اِلَى مَا تَهْتَجِرُ اِلَيْهِ بَات سِي سِي ہے کہ اعمال مینوں ہی کے ساتھ ہوتے ہیں  
 یعنی عمل کا ثواب نیت کے مطابق آدمی کو ملتا ہے اور اُسکے عمل کا اعتبار نیت ہی سے ہوتا ہے  
 اور مرد وہی پاتا ہے جو نیت کرتا ہے سو جسکا گھر سے نکلنا اللہ اور اُسکے رسول کی طرف ہے  
 پہر اُسکا نکلنا اللہ اور اُسکے رسول کی طرف ہے اور جسکا نکلنا دنیا کی طرف ہے کہ وہ اسکو  
 پاوسی یا کسی عورت کے واسطے ہے کہ وہ اُس سے نکاح کرے تو نکلنا اُسکا سی طرف ہی  
 جدھر وہ نکلا مشکوٰۃ میں بھی اس حدیث کو پہلے ہی لکھا ہے اس حدیث کو بخاری سلم  
 دونوں نے روایت کیا تو نیت جو ہے سو عمل کا شروع ہے اور نیت کے موافق عمل ہوتا ہے  
 اور صوفیہ کے طریق میں داخل ہونے کے شروع میں جو مرید کے واسطے اہم اور بہت ہے  
 کام ہے سو یہ کہ صوفیہ کے طریق میں داخل ہو اور انکی سی اپنی وضع بناوے اور اولی  
 گروہ کے ساتھ بیٹھے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُسکے قرب حاصل ہونکی نیت پر اسواسطے  
 کہ اسکا داخل ہونا صوفیہ کے طریق میں جو ہے سو اسکے حال اور وقت کی ہجرت ہے حدیث  
 شریف میں وارد ہوا ہے کہ ہاجر وہ شخص ہے کہ ہجرت کئے اور چھوڑے اُس چیز کو  
 جس چیز سے اسکو اللہ تعالیٰ نے منع کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے پانچویں سپارہ میں  
 سورہ نساء میں وَمَنْ تَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مَهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ تَقْرِيدًا يَرْكَبُ الْوُكُوفِ  
 فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ اور جو کوئی نخلی اپنے گھر سے وطن چھوڑ کر اسرا در رسول کے  
 طرف پہر اگیڑے اسکو موت سو ٹھہر چکا اُسکا ثواب اللہ پر تو مرید کو سزاوار ہے کہ قوم  
 صوفیہ کے طریق کی طرف نکلے اللہ کے واسطے اسواسطے کہ اگر مرید ان قوم کے نہایات

لکھا تو جب معلوم ہو کہ پیدائش آدمی کی عبادت اور معرفت کی واسطے ہے اور عبادت کے اقسام  
 معلوم ہو چکے تو اب لازم ہے بندے کو ہمیشہ عبادت میں لگا رہے ظاہر میں نماز اور تلاوت اور  
 درود اور ذکر اور دعا کے ساتھ اور باطن میں تفکر اور مکاشفہ کے ساتھ تاکہ ظاہری اور باطنی عبادت  
 کے سبب سے اُسکو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو اس واسطے کہ محبت بڑی ضروری اور مقصودِ اصلی  
 ہے بلکہ سارا مقصود وہی محبت ہے اس سبب بیان کے بعد صین العلم میں مستحب عبادتوں کا  
 بیان شروع کیا ہے مثل اشراق اور تہجد اور صلوة السبیح وغیرہ کے اور عوارف میں تین میسون  
 باب سے پچاسویں باب تک آداب طہارت اور وضوء اور کیفیت نماز اور آداب نماز کے  
 اور روزے کی فضیلت اور آداب اور کھانپکر آداب اور لباس کے آداب اور قیام اللیل  
 یعنی تہجد کی نماز کی فضیلت اور رات کے جاگنے کے آداب اور ونکی مستحب عبادتوں اور  
 مسبغات عشر وغیرہ مستحبات کا بیان کیا ہے اور یہ سب معاملہ کمالتے ہیں سو طول کے  
 سبب سے ان سب باتوں کا بیان نہ لکھا کیونکہ یہ سب مضمون فقہ کی کتابوں سے اور اکثر رسالوں  
 سے دریافت ہو جائینگے اور مبتدی سلوک الی اللہ کے اس بات سے شروع کرے اور کیا کیا ہفتیا  
 کرے اس مضمون کو ہدایات اور نہایات میں بیان کر کے تب اہل طریقت کے شغل اور  
 ذکر کے طریقوں لکھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور اسمین مسبغات عشر بھی مذکور ہو گا اور اہل  
 طریقت کا سلوک مشاہدہ تک تام ہوتا ہے بعد اسکے سلوک ثانی لکھینگے اسمین ایک معاملہ  
 مذکور کو بڑی خوبی کے ساتھ بطور اشاریہ کے لکھیں گے تیسرا فائدہ ہدایات اور نہایات  
 کے بیان میں تو اب جو چیز پہلے مرید کو اختیار کرنا ہوتا ہے اور جس چیز سے سلوک  
 شروع ہوتا ہے اُسکا بیان مختصر عوارف کے مضمون سے خلاصہ کر کے لکھتے ہیں سنو  
 اور پہلے شروع میں جو اختیار کرنا ہوتا ہے اُسکو ہدایت کہتے ہیں اور اخیر میں جو مقام  
 حاصل ہوتا ہے اُسکو نہایت کہتے ہیں اور ہدایات اور نہایات اُسکی جمع ہے عوارف کے  
 ترسٹھویں باب میں ہدایات اور نہایات کے صحیح ہونے کا جو ذکر کیا ہے اُسکا خلاصہ



تعلیم بغیر مرشد کی صحبت اختیار کرنے کے فقط کتاب دیکھنے سے ممکن نہیں کیونکہ کتاب اپنا مضمون بتا دیتی  
اسکی نیت کی پہلائی برائی کی خبر نہ دیگی اور اسکی فہم کا اختیار نہیں اسکی نیت برسی ہوگی اور یہ جائیگا  
کہ میری نیت خالص ہی اور یہ بھی ہے کہ مرشد کے سوا اگر دوسرا شخص کسی بات کی نصیحت کرتا ہے  
تو آدمی چڑھ جاتا ہے اور ہٹ کرتا ہے اور مرشد کے فرمانے کو بدل و جان قبول کر لیتا  
ہے اور یہ بات بڑی مجرب ہے اور سب پر ظاہر ہے اسلئے مرشد کی صحبت اختیار کر لینا  
فرمایا اور یہ بھی ہے کہ مرشد کتاب کے مضمون کا واقع اور عامل اور تجربہ کار ہے اسی کے  
موافق عمل تعلیم کرے گا اس مضمون سے اُن لوگوں کا شبہہ دفع ہو گیا جو کہتے تھے کہ تفسیر حدیث  
فقہ عقائد تصوف کی کتابوں میں سب کچھ موجود ہے وہ کون سی بات ہے جس میں مرشد کی صحبت  
ہوتی ہے سہل ابن عبداللہ تشہتی نے کہا کہ مرید مبتدی کو پہلے جس چیز کا حکم کیا جاوے وہ یہ ہی  
نزی یعنی بیزار ہونا برسی حرکات سے یعنی رذائل سے اور اسکو ترک کرنا اور وہ رذائل میں ہیں  
اور قریب ہی فائدہ عظیم میں مذکور ہوئے بعد اسکے انتقال یعنی نقل کرنا اور رجوع کرنا نیک حرکت  
کے طرف یعنی فضائل کو اختیار کرنا اور فضائل کا بیان پچیسویں فصل میں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور  
انہیں کو مقامات کہتے ہیں مثل توبہ و رع تقویٰ زہد صبر فقر شکر خوف رجا توکل رضا تو اضع خشوع  
اخلاص یقین ذکر کے رذیلہ کہتے ہیں برسی خصلت کو فیصلہ کہتے ہیں نیک خصلت کو رذائل اور فضائل  
انکی جمع ہیں بعد اسکے اللہ تعالیٰ کے امر کے بجالانے کے واسطے تفرق اختیار کرنا یعنی اکیلا بنجانا یعنی  
جس چیز کے سبب سے اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے میں قصور ہو اسکو چھوڑ کے اکیلا بنجا دے  
بعد اسکے توقف فی الرشد یعنی سیدھی راہ پانے کی واسطے توقف کرے یعنی جب تک سہا  
مسئلہ میں سیدھی راہ نپاوے تب تک توقف کری اور ہادی کی طرف رجوع کری جب تحقیق  
ہو جاوے تب اسپر عمل کرے بعد اسکے ثابت ہے یعنی ثابت رہنے اور استقامت کا حکم کیا جاوے  
کہ ساری مقام میں استقامت کری جس چیز کو اللہ کے واسطے پکڑا اسکو پکڑ رہو اور جبکہ اللہ  
کے واسطے چھوڑا اسکو چھوڑے رہو اور یہ بات اسطر سے حاصل ہوتی ہے کہ اپنے نفس و طبیعت

ایک پہنچ گیا تو منزل میں پہنچا اور اگر ان قوم کے نہایات تک پہنچنے کے قبل اسکو موت نے لیا تو  
 اسکی مزدوری اللہ کے پاس ملیگی اور جس شخص کا ہدایت مضبوط ہوگا اسکا نہایت پورا ہوگا بعض  
 خلدی کہتے ہیں کہ سنا میں نے جنید کو دے فرماتے تھے کہ نہایت میں پہنچنے کے منع کرنے والے  
 اور آڑ پڑنے والے اکثر ابتدا کے فساد کے سبب سے ہوتے ہیں سو مرید اس طریق کے سلوک  
 کے اول میں محتاج ہوتا ہے نیت کے مضبوط کرنے کا اور نیت مضبوط کرنا اس نیت کا پاک کرنا  
 ہے ہوا کی خواہشوں سے اور اس چیز سے جس میں نفس کے واسطے مزہ دنیاوی ملتی ہے تاکہ  
 اس پاک کرنے کے سبب سے اسکا ٹکنا اور ہجرت خالص اللہ تبارک و تعالیٰ کے واسطے  
 ہو اور رسالہ ابن عبد اللہ عمر بن عبد الغزیز کے پاس لکھا جان تو اسی عمر مقرر اللہ کی مدد  
 بندے کے واسطے بقدر اسکی نیت کے ہے سو جس شخص کی نیت پوری ہوئی اکثر کی مدد اسکی  
 واسطے پوری ہوئی اور جس شخص کی نیت کوتاہ ہوئی اسکے واسطے بقدر اسکی نیت کی کوتاہی  
 کے اللہ کی مدد کم ہوئی اور بعضے صاحبین نے اپنی بہائی کے پاس لکھا کہ اپنے اعمال میں نیت  
 کو خالص کر یعنی ریا اور سمعہ یعنی اس عمل کے دکھلانے اور سنانے کے خیال سے تیرے عمل  
 کی نیت پاک ہو تو تجھکو تھوڑا سا عمل کفایت کرے اور جو شخص نیت درست کرنے  
 کی راہ جانے تو وہ شخص اس شخص کی صحبت اختیار کرے جو اسکو نیت کی خوبی تعلیم  
 کرے یعنی ایسے شخص کو اپنا مرشد مقرر کرے اور ایسے شخص کی صحبت اختیار کرے  
 عرب کے محاورے میں خصوصاً حضرات صوفیہ کے محاورے میں کہتے ہیں صحبت فلان اختیار  
 کیا ملنے فلانے کی یعنی اعتقاد کے ساتھ مجھکو اسکی صحبت نصیب ہوئی اور ملنے مرید کو  
 اسکی صحبت کا فائدہ حاصل کیا اسی معنی کی راہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب  
 کہلاتے ہیں اور جیسا کہ اعتقاد کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکیدم یادیت  
 دراز یا زندگی بھر کی صحبت بابرکت سے صحابہ کو فائدہ ہوتا تھا ویسا ہی اس مرشد  
 کی صحبت سے جو اتباع کے سبب سے رسول کا نائب ہے مرید کو فائدہ ہوتا ہے اور یہ

کہ غائب ہو جاوے، قرب سے قرب کے سبب یعنی قرب کا ہوش زہے، پر جب قرب کے سبب سے  
 قرب کا دیکھنا جاتا رہتا ہے یہ قرب ہی بعد اسکے مناجات ہی اور وہ یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے  
 عاجزی اور مسکینی کے ساتھ مناجات کرے اور جیسا کوئی کسی سے کان میں بات کرتا ہے ویسا  
 اپنے رب کو قریب سمجھ کے اس سے مناجات کرے بعد اسکے مصافات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی دوستی  
 یا اخص رکھنا اور صاف ہو جانا بعد اسکے موالات ہے یعنی درجہ ولایت کا ہی اور ولایت کے  
 معنی بیسویں فصل میں بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ اور رضا اور تسلیم یعنی ہر حال میں اللہ سے  
 خوش رہنا اور اسکے ساری حکم کو مان لینا اسکی مراد ہو اور تفویض اور توکل یعنی سارا کام اسکو  
 سونپ دینا اور اسی پر بہرہ و سار کرنا اسکا حال ہو جاوے بعد اسکے یعنی رضا تسلیم تفویض توکل  
 کی نعمت دینے کے بعد احسان رکھے گا اللہ تعالیٰ اپنی معرفت دے کے یعنی اللہ تعالیٰ  
 اسکو اپنی معرفت عطا کرے گا تب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مقام اون  
 لوگوں کا مقام ہوگا جو اپنی توانائی اور قوت سے بیزار ہیں یعنی اپنی توانائی اور قوت پر  
 کچھ اعتماد نہیں رکھتے اور ہر عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کا مقام ہے اور اسکے بعد کوئی مقام  
 نہیں یعنی سلوک الی اللہ کے نہایت کا یہ مقام ہے یہ سبہل ابن عبد اللہ کا کلام ہے ہدایت  
 اور نہایت میں جو کچھ ہوتا ہے سوسب اس میں جمع کیا ہے اور جب مرید صدق اور اخلاق کو جنگ  
 سے مضبوط کر کے پکڑے گا تب مردوں کے مقام میں پہنچے گا اور اسکا صدق اور اخلاص ثابت  
 اور قائم نہوگا مگر دو چیز کے ساتھ ایک شریع کے حکم کی تابعداری دوسرے خلق سے قطع نظر  
 کرنا اور اپنے بھروسہ کرنا اور انکی آسرا نہ ٹکنا اور ضمنی آفتیں اہل بدایات پر اترتی ہیں سو  
 سب خلق پر انکے اسرار کرنے کے سبب سے آتی ہیں اور ہر کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مرد کا ایمان کامل اور پورا نہیں ہوتا یہاں تک کہ  
 آدمی لوگ اسکے نزدیک لید اور میٹکنی کے مانڈ ہو جاوے سببات میں اشارہ فرمایا خلق سے  
 قطع نظر کا اور انہیں سے نخل انے کا اور انکی عادتوں اور رسموں کے قید کو ترک کرنے کا

الکی سے باہر نکل آوے اور جب ما نفس اور طبیعت کا تابع رہے گا تب تک استقامت نہ ہو سکیگی مثلاً ایک  
 نیک چیز کو اسد کی واسطے کرتا رہا ہوگا پھر جب اسکی طبیعت اور خواہش نفسانی بجا ہوگی تب چھوڑ دے گا اور ایک  
 چیز کو اسد کی واسطے چھوڑے رہا ہوگا پھر جب اسکی طبیعت اور خواہش نفسانی کرنا چاہے گی تب گریہ کرے گا اور مدت  
 کی کٹائی اور تقویٰ کو کہو بیٹو گا اسد واسطے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ استقامت کا درجہ کہ اس سے بڑھ کر کسی اور انسان  
 کو انبی رسول مقبول کو استقامت کا حکم دیا ہے جیسا کہ کیسوں فضل میں معلوم ہوگا انشاء اللہ بعد اسکی بیان ہے  
 اسکو حکم کیا جاوے اللہ تعالیٰ جو اسے قربت کو کہو لے دیا، اسکو خلق سے بیان کرے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۃ  
 والصحنیٰ میں وَآتَاکُمْ نِعْمَةً رَّیْبَکُمْ تَحْتِہَا اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر بعد اسکے  
 قرب ہے یعنی قرب کے معنی سمجھا دیئے جاوے کہ عرف میں ہے کہ سرہی منقطی سے لوگوں نے  
 قرب کے معنی پوچھا تب کہا ہے قرب ہی عبادت ہے اور اسکے سوا دوسروں کے کہا کہ قرب ہے کہ اس پر ناز کرے اور اسکے آگے ذلیل بنا ہے  
 موافق فرمایا اللہ تعالیٰ کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۃ اور امین و اسجد و اقرب اور سجدہ اور زور دیکھئے تو سجدہ کرنا  
 ذلیل بنانا ہے اور اس سے قرب حاصل ہوتا ہے اور قرب پر ناز کرتا ہے اور رویم سے قرب کے  
 معنی پوچھا تب کہا قرب کیا ہے جو آگے آوے اسکا دور کرنا اور اسکے سوا دوسروں سے قرب کے  
 معنی پوچھا تب کہا یہ کہ دیکھئے تو اسکے افعال کو جو تیرے ساتھ کرتا ہے اسکے یہ معنی کہ تو اسکی  
 کاریگریوں اور احسانوں کو جو تجھ پر کرتا ہے دیکھو پھر اس دیکھنے میں اپنے افعال اور مجاہدات  
 کے دیکھنے سے غائب ہو جاوے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ اپنی تین فاعل نہ دیکھے موافق فرمایا  
 اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وَمَا مِیَّتَ اِذْ رَمِیْتَ وَلَکِنَّ اللہَ رَحِیْمٌ اور تو نے نہیں  
 پھینکی تھی خاک جسوقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی یہ آیت لوہن سپارہ افعال میں ہے  
 اور موافق فرمانے اللہ تعالیٰ کے جو اسی آیت کے شروع میں مومنوں کے حق میں فرمایا فَمَنْ  
 قَتَلُوْهُمْ وَلَکِنَّ اللہَ قَتَلَهُمْ سوتھے انکو نہیں مارا لیکن اللہ نے مارا عرف کا مضمون تمام  
 ہوا عرف کے استخوان باب میں لکھا ہے کہ ابو یوسف سوسی نے کہا کہ جب تک بندہ قرب کے  
 ساتھ ہوتا ہے یعنی قرب کا خیال باقی رہتا ہے کہ میں قرب ہوں تب تک قریب نہیں ہو سکتا

کرنے کو اُس نے کہا تب عابد نے کہا کہ میرے واسطے خالی مکان میں پانی رکھو اور وہ میں اس سے  
 غسل کروں اور پاک صاف ہو جاؤں بعد اُسکے وہ عابد اس محل کے ایک بلند مکان پر چڑھ گیا اور  
 اپنی تعین گریا تب اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے پاس جو ہوا پر تعینات ہے حکم بھیجا کہ روک لے میری  
 بندے کو تب اُس فرشتے نے اسکو روک لیا اور اسکو زمین پر پھلکے سے رکھ دیا پھر ابلیس کو  
 کہا گیا کہ بھلا اسکو کیوں نہ بہکایا تب ابلیس نے کہا کہ مجھ کو اس شخص پر قابو نہیں ہے جس نے  
 اپنی خواہش نفسانی کی مخالفت کیا ہے اور اپنے جی کو اس عجز و جل کی راہ میں دحر دیا ہے  
 اور سزاوار اور لائق ہے مرید کو یہ کہ ہر چیز میں اسکی نیت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو گیا  
 کہ اُسکے کہانے میں اور اسکے پینے میں اور اُسکے لباس پہنے میں کہ نہ پہنے مگر اللہ کے واسطے  
 اور نکھاوے مگر اللہ کے واسطے اور نہ پیوے مگر اللہ کے واسطے اور نہ سوے مگر اللہ کے  
 واسطے اس واسطے کہ یہ سب چیزیں فائدہ پہنچانکی ہیں کہ اسکا فائدہ مرید نے نفس پر پہنچا یا کہ  
 سو جب یہ سب چیزیں اللہ کو واسطے ہونگی تب نفس نافرمانی نکرے گا اور جو کچھ نفس سے  
 اللہ کے واسطے معاملہ اور اخلاص چاہئے سو بمان لیکھا اور قبول کر لیکھا اور جب نفس کے  
 فائدے کی چیزوں میں سے کوئی چیز نفس کو پہنچا دیکھا اور یہ فائدہ پہنچانا اللہ کے واسطے  
 نہ ہوگا اور نہ نیک نیت پر ہوگا تو یہ فائدہ پہنچانا یعنی پہرنا کھانا پینا سونا اس مرید پر وبال  
 ہوگا اور بیشک حدیث میں وارد ہوا ہے جو شخص کہ خوشبو لگاویگا اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے  
 آویگا قیامت کے روز اس حال سے کہ خوشبو اُسکی پاکیزہ زیادہ ہوگی مشک از فر سے یعنی  
 مشک تیز بو سے اور جو شخص کہ خوشبو لگاویگا اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری رضا کو واسطے  
 آویگا قیامت کیدن اس حال سے کہ بدبو اسکی مردار کی بدبو سے زیادہ گندی ہوگی اور کہا گیا  
 ہے کہ انس ابن مالک کہتے تھے کہ میری جھیلی کو مشک سے خوشبودار کرو اسواسطے کہ مجھے  
 دوسرا شخص مصافحہ کرے گا اور میرے ہاتھوں کو چومے گا اور بیشک صحابہ لوگ اچھا لباس  
 بناتے تھے نازکیواسطے اور اپنی نیک نیت کے سبب سے اچھے لباس پہنے سے اللہ کریم کی

اور ان شخصوں کو کہ جس شخص دوست رکھے سہبات لو کہ اللہ اسکے ساتھ ہو ہر حال میں تو  
 اسکو چاہیے کہ لازم پکڑے صدق کو اس واسطے کہ تحقیق اللہ صادقین کے ساتھ ہے اور مقرر و اڑ  
 ہوا ہے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ صدق یعنی سچائی راہ دکھاتی ہے نیکی کی طرف  
 اور نیکی راہ دکھاتی ہے جنت کی طرف اب جن باتوں سے صدق حاصل ہوتا ہے مصنف اُنکو بیان  
 کرتا ہے اور صدق معنی سچائی یعنی سب کام میں اللہ کے واسطے سچی نیت رکھنا اور ضرور ہے  
 مرید کو مال اور جاہ سے نکل آنا اور خلق سے نکل آنا اُن سے قطع نظر کر کے یعنی اُنکی آست اور  
 اُنکا بھروسہ چھوڑ کے یہاں تک کہ اپنے سلوک کی نیتوں کو مضبوط اور مستوار کرے اور  
 جان جاوے بار کیسے ہو اے نفسانی اور پوشیدہ گنہگار خوارش نفسانی کو اس واسطے کہ مرید کے  
 واسطے بڑی فائدہ مند چیز نفس کی معرفت ہی جکا بیان بائیسویں فصل میں ہوگا اور نفس کی  
 معرفت کا حق واجب وہ شخص نہ ادا کر سکیگا جسکو دنیا میں کوئی حاجت باقی ہے فضول اور حجاب  
 سے زیادہ چیزوں کے طلب کرنیکی اور اُسکے ذمہ پر تقویٰ حاصل ہونے سے کچھ باقی رہ گیا ہے زید  
 ابن اسلم نے کہا کہ دو خصلتیں ہیں کہ وے دونوں تیری امر کی یعنی صدق کی کمال ہیں کہ اُن سے  
 صدق کامل ہوتا ہے وے دونوں یہ ہیں صبح کرے تو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے کسی گناہ  
 کا قصد نہ کرے اور شام کرے تو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے کسی گناہ کا قصد نہ کرے اور یہ بات  
 عین زہد اور تقویٰ ہے پہر جب زہد اور تقویٰ کو مضبوط کرتا ہے تب اُسپر نفس کا حال کھل جاتا  
 ہے اور نفس اپنے پردوں سے باہر نکل آتا ہے اور سالک نفس کے حرکت کرنیکی طریق کو اور نفس  
 کی پوشیدہ خواہشوں کو اور اسکے پوشیدہ مگر اور حیلہ کو اور اُسکے فریب دینے کو پہچان  
 جاتا ہے اور جس شخص نے صدق پر چنگل مارا بیشک اُسے مضبوط دستاویز پر چنگل مارا ڈالو  
 نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک تلوار ہے اُسکی زمین پر نہیں رکھی جاتی ہے کسی چیز پر مگر اُسکو  
 کاٹ ڈالتی ہے اور تلوار کون ہے صدق ہے اور صدق کے بیان میں نقل کیا گیا ہے کہ ایک عابد  
 تہا نبی اسرائیل میں سے اسکو ایک بادشاہ عورت نے اپنے نفس کے طرف پھسلا یا یعنی بگرام

اسی کا باطن بدل جانا اور بگڑ جاتا ہے اور اثر قبول کر لیتا ہے احوال مختلفہ سے اور جو شخص کہ نہ چاہتا  
اپنی زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی کے کمال اور تقویٰ کی حقیقتوں پر اپنے چنگل مارنیکو وہ شخص اپنی  
حقیقت کو نہ پہچانے گا ہمیشہ یعنی یہ نہ پہچانے گا کہ محکو عبادت اور تقویٰ کی واسطے پیدا کیا ہے اور  
یہی میری حقیقت ہے اور بیشک اس کا صرف اپنی تین پہچاننا کہ میں ایک چیز ہوں اور اسکو  
نیکی کا پہل نہ دیکھا اور اہل ابتدا یعنی مبتدی کا باطن موم کے مانند ہے کہ ہر نفس کو قبول  
کر لیتا ہے اور اکثر مبتدی ضرور پاتا ہے صرف لوگوں کی طرف دیکھنے سے اور ضرر کرتا ہے مبتدی کو  
فضول نظر کرنا بھی فضول یعنی حاجت سے زیادہ یعنی جس چیز کے دیکھنے کی حاجت اور ضرورت  
نہیں ہے اسکا دیکھنا فضول ہے اور فضول چلنا بھی ضرر کرتا ہے پہر بالکل ساری چیزوں  
سے آکے ضرورت پر ٹھہرے اور جب دیکھنے کی ضرورت آپڑے تب دیکھے یہاں تک کہ اگر  
چلے بعضے راہ میں تو کوشش کرے کہ اسکی نظر اس راہ کی طرف ہوے جس میں چلتا ہے دماغ  
بائیں التفات نہ کرے اور نکلیاں نہ دیکھے پہر کوشش اور پرہیزگاری میں ایسے طور اور  
چال اور وضع سے بچا رہے جسکی سبب سے سبکی نگاہ اسکے اوپر پڑے اور لوگ اسکی طرف  
دیکھے کہ اسکی اس محافظت اور پرہیزگاری کو دریافت کر جا دیں کیونکہ اسکی اس پرہیزگاری  
اور محافظت کو لوگوں کا جان جانا اسکے واسطے مضر زیادہ ہے اسکے فعل سے یعنی جس فعل  
سے یہ پرہیز کرتا ہے اس فعل کے کرنے سے بس تقوا کا جانا اور دکھانا مضر زیادہ ہے کیونکہ غرور  
اور ریا کا خوف ہے اور صدق کے خلاف ہے اور فضول چلنے کو حقیر نہ جانے اس واسطے کہ یہ سب  
قول اور فعل اور دیکھنا اور سنا جب ضرورت کے حد سے باہر ہوتا ہے تب فضول کی طرف پہنچتا ہے  
بعد اسکے اصول کے ضائع کرنے کی طرف ہی پہنچتا ہے یعنی جب فضول میں گرفتار ہوتا ہے  
تب اسکی اصل باتیں یعنی قرینہ اور فضیلہ یعنی فرض اور فعل عبادت میں چھوٹ جاتی ہیں  
سفیان نے کہا کہ لوگ جو دھول سے یعنی اللہ کے ملنے سے محروم رہے تو اپنے دھول کے  
ضائع کرنے ہی کے سبب سے محروم رہے ہیں اور جو شخص کہ اپنے بات کرنے اور کام کرنے میں ضرورت

نزدیک ڈھونڈتے تھے سومرید کو سزاوار ہے کہ اپنے ساری اقوال اور افعال کی تلاش میں لگا رہے  
 اور اپنی نفس کو چھوڑ کر کوئی حرکت کرے یا کوئی بات بولے مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا کی واسطے  
 اور مقرر ہونے اپنے مرشد کے یاروں میں دیکھا اس شخص کو کہ ہر لغو کے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت کرتا  
 تھا اور اپنی زبان سے ہی کہتا تھا کہ میں کہتا ہوں اس لغو کو اللہ عز و جل کی رضا کے واسطے اور  
 زبانی بات فائدہ نہیں کرتی جب کہ دل میں اس کام کی نیت نہ ہو اس واسطے کہ نیت دل کا کام  
 ہے اور اسکی سوانین ہے کہ زبان ترجمان اور دو بھاسیہ اور دل کی نیت کی بیان کرنیوالی ہے  
 سو جب تک زبان کی بات پر اللہ کی رضا کی واسطے دل کا قصد شامل نہ ہوگا تب تک نیت نہ ہوگی  
 اور ایک مرد نے اپنی عورت کو اپنے بال میں لگھی کرتے وقت پچارا اور پچار کے کہا کہ سلامتی  
 لا سلامتی اس واسطے مانگا کہ اس سے سر کی مانگ نکلے تب اسکی عورت نے کہا کہ آئینہ لاؤں تب  
 مرد چپ رہا اور آئینہ مانگنے میں توقف کیا بعد اسکے کہا کہ ہاں تب جس شخص نے اسکی بات سنا  
 تھا اُس نے کہا کہ تو چپ رہا اور آئینہ مانگنے میں توقف کیا بعد اسکے کہا کہ ہاں تو اسکا کیا سبب ہے  
 تب اُس مرد نے کہا کہ میں نے اسکو کہا کہ سلامتی لا اور سلامتی کی نیت میرے دل میں تھی سو جب اُس  
 کہا اور آئینہ لاؤں تب میرے دل میں آئینہ کی نیت نہ تھی اس واسطے میں نے توقف کیا یہاں تک  
 کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں آئینہ کی نیت کو موجود کیا تب میں نے کہا کہ ہاں اور جو بتدی  
 کہ اپنے ہدایت یعنی شروع کی نیتوں کو مضبوط نہ کر گیا اپنے میل کے لوگوں اور دوستوں اور  
 جان پہچان والوں کو چھوڑ کے اور وحدت یعنی اکیلے رہنے کو مضبوطی کے ساتھ اختیار  
 کر گیا تب تک اسکی ہدایت قرار نہ پکڑے گی اور مقرر کہا گیا ہے کہ صدق کی کمی کی نشانی ہے  
 ہر طرح کے لوگوں میں ملا جلا رہنا یعنی ہمت کی صحبت میں رہنا یا اکیلے رہنا مفید ہے اور  
 ہر طرح کے لوگوں کی صحبت سے اسکی نیت بگڑتی ہے اور ہادیوں کو ہر طرح کی لوگوں کی صحبت سے  
 نقصان نہیں ہوتا بلکہ ہر طرح کے لوگ ہدایت پا جاتے ہیں اور مرید کو سزاوار ہے کہ اپنے  
 کان میں لوگوں کا کلام نہ ڈالے یعنی سب طرح کے لوگوں کی بہت سی باتیں نہ سنے اس واسطے کہ





کو چنگل سے نہ پکڑا دیا۔ اس بات پر قادر نہ ہوگا کہ توقف کرے اور شمار ہی اور کفایت کرے بقدر حاجت کے کھانے اور پینے اور فیض پر اور جب ضرورت کے حد سے تجاوز کرے گا تب اسکے دل کے قصد و ن کی دیوار گرتی جاوے گی ایک کے بعد ایک ایک اور مدین جو نیک قصدوں کو رکھتا ہے اور اسپر مضبوط گڑھین لگا رکھا ہے سو ایک کے بعد ایک کہلتی جاوے گی اس خاکسار نے خوب تجربہ کیا ہے جب فضول میں آدمی گرفتار ہوتا ہے تب اسکی سابق کی پرہیزگاری بھی جاتی رہتی ہے سو آدمی سے جب کوئی فضول کام ہو پڑے تب فی الفور تو بکرے اور پیر فضول کے پاس نہ جاوے اور سہل ابن عبدالسدر نے کہا کہ جو شخص کہ اللہ کی عبادت اپنی اختیار سے نہ کرے گا تو وہ شخص خلق کی بندگی کرے گا بے اختیار ہو کے یعنی اللہ کی عبادت اور فریاد کی جو ضروری چیز ہے اسکو جب چھوڑے گا اور کہانے پینے وغیرہ گذرانے کی چیزوں پر بقدر ضرورت کے قناعت نہ کرے گا تب فضول میں گرفتار ہوگا اور خلق کی خوشامد کرتا پھرے گا اور اس بندے پر رخصتوں یعنی زرمیوں اور اتباع یعنی کشادگیوں کے دروازے کشادہ ہونگے اور ہلاک ہوگا ہلاک ہوئیوں کے ساتھ یعنی جو بات نفس پر زرم معلوم ہوگی سو گر پڑے گا اور شرع کے قید سے نکل کے کھلی بند چارے لگا سو کرے گا اور جیسا کہ بے شرع لوگ ہلاک ہونگے ویسا یہ بھی ہلاک ہوگا اور عذاب میں گرفتار ہوگا اور سزاوار اور لائق نہیں ہے مبتدی مرید کو یہ کہ انبائے دنیا میں سے کسیکو پہچانے اسواسطے کہ مرید کا اٹلوگون کو پہچاننا نہ ہر قاتل ہی اور بیشک حدیث میں وارد ہوا کہ دنیا اللہ تعالیٰ کی مغبوضہ یعنی دشمن رکھی گئی ہے جو شخص کہ اسکی کسی رسی کو چنگل سے پکڑے گا وہ رسی اسکو آگ کی طرف کینچ کے لیجاوے گی اور اسکی رسیوں میں سے کوئی رسی نہیں ہے مانند انبائے دنیا اور طالب دنیا اور محبت دنیا کے یعنی برائی میں اور آگ کی طرف کینچنے میں مانند انبائے دنیا اور طالب دنیا اور محبت دنیا کے کوئی رسی نہیں ہے سو جو شخص انکو پہچانے گا وہ دنیا کے طرف کینچ جاوے گا دنیا کی خواہش رکھے گا یا اس سے انکار کرے گا اور پرہیز کرے گا مبتدی ان فقیروں کی صحبت

قرآن کی تلاوت کا کچھ حصہ مقرر ہو یعنی اپنے دن رات کے ساری وقتوں میں سے ایک وقت قرآن کی تلاوت کی واسطے مقرر کر لی اور جسے قرآن کو حفظ کیا ہے وہ شخص قرآن کے ساتویں حصے سے یکے ساری قرآن تک یا ساتویں حصے سے توڑا یا زیادہ جیسا کہ مقرر ہو چڑھے اور اس شخص کی بات نہ سنے جو کہتا ہے کہ ایک ذکر کو ہمیشہ کیا کرتا قرآن کی تلاوت سے افضل ہے اس واسطے کہ قرآن سے اور اسکی تلاوت سے جو نماز میں یا نماز کے سوا تلاوت کرے گا جس سینڈی آرزو اور خواہش کرے گا سو سب کچھ پاویگا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور مشائخ میں سے جو بعض نے مسبات کو اختیار اور پسند کیا ہے کہ مرہمہ ہمیشہ ایک ہی ذکر کیا کرے تو واسطے کہ مرید کے دل کا قصد جمع ہو جاوے یعنی دل کی پائیدگی دفع ہونے کی واسطے دعا کے طور پر یہ بات تجویز کیا ہے اور جو شخص تلاوت اکیلے مکان میں ہمیشہ کیا کرے گا اور اکیلی اس تلاوت کو چنگل سے پکڑے گا تو جو فائدہ اسکو لیا کر دے گی اس سے بڑھ کے تلاوت اور نماز فائدہ دے گی یہ جب بعض وقت قرآن کی تلاوت سے جی گھبراوے تب آسانی کے واسطے نفس سے ذکر کا کام لے اور نفس کو تلاوت سے ذکر کی طرف اتارے اس واسطے کہ ذکر کرنا نفس پر ہلکا زیادہ ہے اور مبتدیان کو لائق ہے اسبات کا جاننا کہ اعتبار دل کے کام کا ہوتا ہے۔ سو تلاوت اور نماز اور ذکر میں سے جو عمل کہ اس میں دل اور زبان کو اکٹھا کرے اور موافق نہ کرے گا تو وہ عمل صحیح کہ جائیے ویسا شمار میں لانے کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہ عمل ناقص اور ادھوڑا ہے اور وسواسوں اور حدیث النفس یعنی جی کے خیالات اور منسوبوں کو حقیر اور چھوٹا نہ جانے کیونکہ انکو چھوٹا اور حقیر جاننا ضرر کر نیوالا اور راء اعضاء یعنی سخت بیماری ہے بلکہ اپنے نفس سے اسبات کا مطالعہ کرے کہ اسکی تلاوت میں قرآن کے معنی اسکے باطن میں حدیث النفس کی جگہ پر ہو جاوے جیسا کہ تلاوت جب زبان پر ہوتی ہے تب زبان تلاوت میں مشغول ہوتی ہے اور تلاوت میں دوسرا کلام نہیں ملتا

سبھی میں یعنی درود پڑھنے میں اس واسطے کہ بیشک وہ بندہ ان کاموں کی برکت پاتا رہیگا  
 اس جمعہ کے ساری ہفتہ بھر اور بیشک صادقین میں سے بعض ایسے لوگ تھے کہ اپنے احوال  
 اور اقوال اور افعال کو ساری ہفتہ بھر ضبط رکھتے تھے تاکہ اس کام کا ثمرہ اور فائدہ  
 جمعہ کے روز پاویں کیونکہ یہ صادق کے واسطے زیادتی ثواب کا مان ہیں اور تاکہ جو کچھ  
 برکت جمعہ کی دن پاویں سو محکم اور کسوٹی ٹھہرے کہ اس سے ساری ہفتے جو گزرے  
 ہیں ان کے کام اور خیرہ کو کسی اور تولے اور انکا حال دریافت کرے اس واسطے کہ جب  
 سارا ہفتہ صحیح سلامت اور بھلا چکا ہوا تب جمعہ کے روز میں انوار برکات زیادہ حال ہوگا اور جو  
 روز میں جو کچھ تاریکی اور نفوس کی ہولی اور خیرہ کی اور قلت اشراج یعنی ملکی کشادگی اور خوشگلی کی ہوا  
 تو دریافت کرے اور تول کے معلوم کرے کہ یہ اسی سبب سے ہے جو ہفتوں میں اپنے اعمال کو ضائع کیا ہے  
 اور کوشش کے ساتھ اس بات سے پرہیز کرے کہ لوگوں کے واسطے لباس پہننے یعنی لوگوں  
 کے دکھانے اور لوگوں کے نزدیک قدر منزلت زیادہ ہونے کی نیت پر لباس نہ پہننے خواہ  
 لباس مرتفع یعنی عمدہ ہو خواہ لباس ان لوگوں کا ہو جو تھوڑے کھانے اور کپڑے  
 پر قناعت کرتے ہیں تاکہ انکو لوگ زاہد معلوم کرے اس واسطے کہ عمدہ لباس لوگوں کی  
 دکھانے کی واسطے پہننے میں خواہش نفسانی ہے اور موٹے کپڑے پہننے میں ریا ہے  
 تو کپڑا نہ پہنے مگر اللہ کی رضا کی نیت پر یعنی موٹا کپڑا ہو یا عمدہ ہر طرح کے لباس میں  
 اللہ تعالیٰ کی رضا منظور ہو صاحب عمارت کہتے ہیں کہ ہکو خبر پہنچی ہے کہ سفیان نے  
 اٹھا کر پہنا اور اسکو اسبات کی خبر نہ تھی یہاں تک کہ دن ہوا اور بعض لوگوں نے  
 اسکو اسبات کی خبر دیا تب اُس نے یہ قصد کیا کہ کرتے کو اتارے اور سیدھا کر کے  
 پہنے پہر باز رہا اور کہا کہ میں نے اسکو اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت پر پہنا تھا سو اب میں  
 اسکو سیدھا کر کے آدمیوں کے دکھانے کی نیت پر پہنوں گا سو چاہیے کہ بندہ اسبات کو  
 سمجھنے اور اسی پر اپنے سب کام کو قیاس کرے اور ضروری ہی مقبہ می کو کہ اُسکے واسطے

قریب اور پاس معلوم ہوتا ہے پیر جو گیارہویں فصل کے دوسری فائدہ میں کم فرصت لوگوں  
 کے واسطے ایک ساعت میں فائدہ ہونے کے ضمنوں کا ذکر ہو اسویہ بھی ویسا ہی مضمون  
 بے مالک نے کہا کہ صدیقین کا دل جب قرآن سننا ہے تب خوش ہوتا ہے اور آخرت کی طرف  
 خواہش کرتا ہے سو چاہیے کہ میری اس وصول کو یعنی قرآن کی تلاوت کر کے اللہ سے ملنے  
 کو چنگل سے پکڑے اور اس بات میں مدد لے اللہ کے پاس دوام افتقار یعنی ہمیشہ محتاج بنی  
 رہنے سے کیونکہ اس بات سے اس کا قدم ثابت رہے گا سہل نے کہا کہ التجار اور افتقار کے لازم  
 کر لینے کے اندازے پر یعنی ہر وقت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لینے اور محتاج بنے رہنے  
 کے اندازے پر بلا لینے آزمائش کو بچا جاتا ہے اور اپنی معرفت اور پہچان نے کے انداز  
 پر اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا محتاج نہ رہنا ہوتا ہے یعنی جب قدر اللہ تعالیٰ کو اور اس کی  
 آزمائش کو بچا جاتا ہے اور ساری آفتوں اور کمزوریاں اور نعمت دینے کو ایسی آزمائش  
 جانتا ہے اس قدر اللہ تعالیٰ کا محتاج بنا رہتا ہے تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا بنا رہنا اصل اور جڑ ہے  
 ساری نیکی کی اور کبھی بے صوفیہ کے سارے باریک علم کی اور اس افتقار کو ہر سالس کے  
 ساتھ جو لازم کر لیتا ہے وہ شخص آپ اکیلے کوئی حرکت نہیں کرتا اور نہ کوئی بات بولتا  
 ہے بغیر اللہ کی مرضی پائے اور اس حرکت اور بات میں بغیر اپنی محتاج ظاہر کرنے کے  
 اللہ کے پاس اور جو بات اور جو حرکت اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اس کے پاس محتاج ہونے  
 خالی ہوتی ہے اس کے پیچھے خیر اور بھلائی ہرگز نہیں آتی اس بات کو ہنسنے جان لیا اور تحقیق  
 کر رکھا ہے اور سہل نے کہا کہ جس شخص نے ایک سالس کے بعد دوسری سالس لیا بغیر  
 ذکر کے تو بیشک اس نے اپنے حال کو ضائع کیا اور جس شخص نے اپنے حال کو ضائع کیا  
 اس پر جو نقصان داخل ہوتا ہے اس میں کا ادنیٰ نقصان یہ ہے کہ وہ شخص لایعنی میں یعنی  
 جو چیز اس کو کچھ فائدہ نہیں دیتی اس میں وہ داخل ہوتا ہے اور جو چیز اس کو فائدہ دیتی  
 ہے اس کو ترک کرتا ہے اور ہلکے خبر پہنچی ہے کہ بیشک مسان ابن کسان نے کہا

سوا سیطح قرآن کے معنی دل میں رہیں اس میں حدیث النفس کو نہ ملا دے اور اگر اجمعی ہو یعنی عرب کے سوا دوسری ملک کا ہو کہ قرآن کے معنی نہیں جانا ہے تو مراقبہ اسکے باطن کا لباس ہو اس طرح اسد تعالیٰ کی نظر جو اس بندے کی طرف ہے سو بندے کا باطن بجا سے حدیث النفس کے اُس نظر اور نگاہ دیکھنے میں مشغول ہو تو ہیشک وہ یہ مراقبہ ہمیشہ کرنے سے ارباب مشاہدہ میں سے ہو جاوے گا جیسا کہ مقدمہ میں اور نویں فصل میں معلوم ہو چکا اور شاہد کی حقیقت بارہویں فصل میں معلوم ہوگی انشاء اسد تعالیٰ اس خاکسار نے خوب آزمایا ہے کہ اس طور سے جو مذکور ہو اقرآن شریف کی تلاوت کیوقت خصوصاً نماز میں بلاشبہ مشاہدہ ہوتا ہے اور جب اسد تعالیٰ کی تعریف یا اس سے کچھ عرض کرنے کا مضمون آتا ہے جس طرح مَالِكُ يَعْلَمُ الدِّينَ - مالک انصاف کے دن کا اَيُّهَا النَّبِيُّ الْعَبْدُ اَيُّهَا الْكَسْبِيُّ تَجِي كُوْهُم بِنْدِكِي كَرْتِي هِيْن اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں تو بلاشبہ آسانی اور بڑی لذت کے ساتھ اسد تعالیٰ سامنے معلوم ہوتا ہے اور جب اسد تعالیٰ کے کچھ حکم کرنے کا مضمون آتا ہے جس طرح يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ لَوْ بَدَّلْتُمْ اٰيَاتِكُمْ اِىْ اِيْمَانٍ وَالْوَتُوْبَةُ كَرَامَةُ اللّٰهِ كَرْتِي هِيْن اور اس حکم کو اللہ سے سنتا ہے اپنی آواز اور زبان کا حکم مطلق پوٹ نہیں رہتا اور دل اور جان سے اس حکم کو لذت کے ساتھ قبول کر لیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے خبر دینے کا مضمون آتا ہے جس طرح اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ اللہ کو خوش آتے ہیں تو بہ کرنے والے تب بڑی لذت پاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہکو یہ خبر سناتا ہے اور اس حالت میں اللہ تعالیٰ نہایت قریب اور پاس معلوم ہوتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس سارے قرآن کی تلاوت میں یہی حال ہوتا ہے اور جو شخص قرآن کے معنی نہیں سمجھتا ہے تو اسکو بھی مراقبہ مذکور کے سبب سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور وہ سبب نہایت

اشتر سبحانہ کی ذکر اور یاد کا اڑنہین پڑتا اور صدیق اپنے نفس کو چاہتا ہے کہ اس کی رضا کے کام میں لگا رہے اور نبوت کے احوال سے بہت نزدیک صدیقیت ہے ابو یزید نے کہا کہ صدیق کے مراتب کے نہایت کا آخر جو ہے سو نبیوں کے درجات کا اول ہے جیسا کہ نوین فصل کے آخر میں تفصیل کے ساتھ معلوم ہوا صاحب عوارف فرماتے ہیں اور جان تو کہ بے شک ار باب النہایات یعنی منتہی لوگ جو ہیں سو انکا باطن اور ظاہر اللہ کی رضا سندی لی راہ میں مستقیم اور ٹھیک اور مضبوط ہوا اور انکی ارواح نفس کی تاریکی سے خلاص پائی ہے اور اللہ کے قرب کے مجھونے پر چلتی ہے اور انکا نفس فرمان برداری اور اطاعت کرنے والا اور صلح اور موافقت کرنے والا ہے دل کے ساتھ جس چیز کو دل قبول کرتا ہے اسکو قبول کرنے والا ہے اور انکی ارواح مقام اعلیٰ میں یعنی توجہ الی اللہ میں لگی ہوئی ہے ہو احرص اور خواہش نفسانی کے شعلے اُنکے اندر بجھ گئے ہیں انکے باطن میں صریح علم یعنی کمال اور ظاہر علم میں مل گیا ہے اور انہر اخرتہ کھل گئی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا جو شخص چاہے کہ ایسے مردے کو دیکھے جو زمین پر چلتا ہے تو چاہیے کہ دیکھے ابو بکر کی طرف آنحضرت علیہ السلام نے اس فرمانے میں اشارہ کیا اس حال کی طرف جسکے سبب سے اپنی صریح علم کھولا گیا تھا وہ صریح علم جسکی طرف عوام مومنین نہیں پہنچتے ہیں مگر بعد موت کے یعنی آخرت کے سارے احوال جیسا کہ مرنے کے بعد عوام مومنون پر بھی کھل جاتے ہیں ویسا حضرت ابو بکر صدیق پر زندگی میں کھل گئے تھے اور مرد کی طرح دنیا کا علاقہ اُنسے ٹوٹ گیا تھا جیسا کہ فرمایا اللہ نے چھبیسویں س پارہ سورہ ق میں فَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ تَبْصُرَ الْيَوْمَ حَسْبًا اب لکھو لدھی یعنی تجھ پر سے تیری اندھیری اب تیری نگاہ آج تیز ہے سو ار باب النہایات جو ہیں سو انکی خواہش نفسانی مر گئی ہے اور انکی ارواح نے خواہش نفسانی سے خلاص پایا ہے فائدہ اس امر جو ہم میں نام مقرر کر کے حضرت ابو بکر صدیق کو صدیق کہنا ثابت ہوا ہے

یہ کس کا گھر ہے بعد اسکے اپنے جی میں سوچنا اور کہا کہ مجھ کو اس سوال سے کیا حاصل ہوا ہے اور کچھ نہیں مگر میرے نفس کا غلبہ اور اسکا بے ادب ہونا ہے اور اپنے اوپر یہ قسم کہا یا کہ روزہ رکھے ایک برس اسبات کے کفارہ کی واسطے جو لوگوں نے صدق یعنی سچی نیت کے سبب سے پایا ہے جو کچھ پایا ہے اور اپنے عزم یعنی دل کے قصد اور سچی نیت کی قوت سے نیک مردوں کے عزم اور قصد پر پہنچے ہیں جو کچھ پہنچے ہیں جنید فرماتے تھے کہ اگر کوئی صادق یعنی سچی نیت والا ہزار برس اندر کی طرف توجہ رہا پھر اندر کی طرف ایک لمحہ منہ نہیں لیا تو بیشک ایک لفظ کو منہ نہیں کی برائی اس ہزار برس کے متوجہ رہنے کی بہلائی سے بہت زیادہ ہے اور یہ سب باتیں جو بیان ہوئیں سو مبتدی ان سب باتوں کے مضبوط کرنے کا محتاج ہے اور منتہی ان سب باتوں کا عالم ہے اور انکی حقیقتوں پر عمل کرنا والا ہے تو مبتدی صادق ہے اور منتہی صادق ابو عبد اللہ شرفی نے کہا کہ صادق وہ شخص ہے کہ اسکا ظاہر ستقیم اور سیدھا اور ٹھیک اور مضبوط ہے اور اسکا باطن کسی وقت نفس کی خواہش کی طرف جھکتا ہے اور صادق کی نشانی یہ ہے کہ بعض طاعت میں حلاوت پاتا ہے اور بعض طاعت میں حلاوت نہیں پاتا اور جب ذکر میں مشغول ہوتا ہے تب اسکی روح روشن ہو جاتی ہے اور نفس کی خواہش میں مشغول ہوتا ہے تب ذکر کی حلاوت اور روشنی سے روح پر پردہ پڑ جاتا ہے اور صدیق وہ شخص ہے کہ اسکا ظاہر مضبوط ہوتا ہے اور اسکا باطن اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا ہے حال کی تلویں کے ساتھ یعنی حال کے بدلنے کے ساتھ کہ کبھی بقیہ ارمی اور بے چینی ہوتی ہے آنسو گرنا ہے خوف غالب ہونا ہے اور کبھی آنکھ کو ٹھنڈا حک اور دل میں روشنی اور خوشی حاصل ہوتی ہے اور یہ تلویں اور حال کا بدلنا ارباب قلوب کے کیواسطے ہے جن پر اللہ سبحانہ کی صفت کہلی جاتی ہے اور وہ مشاہدہ والے لوگ ہیں کہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریا میں غرق رہتے ہیں جیسا کہ چھٹین فضل میں معلوم ہوا اور مشاہدہ والے منتہی کہلاتے ہیں پھر آگے جہاں تک بڑھ جاویں اور انکو کہانا اور سونا اور پتھر



واقف ہونے اور حق مذہب میں طرح طرح کے شبہے دفع ہوجانے کے واسطے یہ ایک حدیث کفایت ہے  
امام کی حدیث کے مقابل میں جھوٹے جھوٹے قصہ کہانی اور کسی کے بہتان اور انفراکا کیا اعتبار یہ بھی  
ابن معاذ سے لوگوں نے عارف کی صفت پوچھا تب کہا عارف ایک مرد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ہے اور  
ان سب سے جدا ہے اور ایک مرتبہ کہا کہ ایک بندہ تھا پہر جدا ہو گیا یعنی اسی بات چیت کرتا تھا اور سب  
میں ملا جلا تھا پہر مشاہدہ میں غرق ہو گیا ایسا حال ہو گیا کہ گویا اس سے کبھی کی جان پہچان نہیں ہیز  
یہ وہی تجلی اور ستار کی حالت کا بیان ہے چھٹیں فصل میں معلوم ہوا سو اربا بال نہایات جوہن سو  
وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں انہی حقیقت کے ساتھ موت کی وقت معین کرنے کے سببے باز رکھے  
گئے ہیں یعنی انکو ایسا قرب کا مقام حاصل ہے کہ اگر موت کا وقت معین نہوتا تو مارے شوق کے انکی  
روح بھی اللہ کے پاس جا پہنچتی اللہ تعالیٰ نے اپنے خلق میں انکو اپنا شکر مقرر کیا ہے ان کے  
وسیلہ سے ہدایت کرتا ہے اور ان کے وسیلہ سے بیدھی راہ بتاتا ہے اور ان کے وسیلہ سے  
اہل ارادت اور اعتقاد والوں کو کہینچ لیتا ہے انکا کلام پائیں کو بجاتا ہے اور انکی نظر شفا ہے  
کہ اُس سے ظاہری اور باطنی مرض دفع ہوتے ہیں انکا ظاہر محفوظ ہے شریعت کے حکم سے  
یعنی شریعت کے حکم پر ایسا قائم ہیں کہ ساری خلاف شرع کام سے محفوظ ہیں اور بالکل کامیاب عالم  
سے ذوالنون نے کہا کہ نشانی عارف کی تین ہے ایک یہ کہ اسکی معرفت کا نور اسکی پرہیزگاری کے  
نور کو نہ بچاوی یعنی جو بیضے جاہل اور مکار روزہ نماز چھوڑے ہیں اور گانجے بھانگ وغیرہ نشانی  
کی چیزوں کے پیئے میں گرفتار ہیں یا خلاف شرع لباس پہنتے ہیں یا بدعت میں گرفتار ہیں اور  
تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں کرتے اور وہ آپ کہتے ہیں یا نادان لوگ جانتے ہیں کہ وہ  
معرفت میں غرق ہیں انکو روزہ نماز حرام حلال تقویٰ طہارت کا ہوش نہیں سو جھوٹے ہے  
اور عارف کی نشانی کے خلاف ہے اور دوسری یہ کہ ایسے علم باطن کا معتقد نہو کہ جس سے شریعت کے  
ظاہر حکم کے بجالانے میں نقصان آوے اور تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ نعمت دینے اور  
بزرگی دینے سے اللہ تعالیٰ کے محارم کے پردوں کے پھاڑنے پر مستعد نہو یعنی اللہ تعالیٰ نے

یہاں تک کہ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب سے بھی یہ بات ثابت ہو چنانچہ شیخ عثمان عشریہ مذہب کی معتبر کتاب کشف الغمہ میں جو علی بن عیسیٰ اردوبیل کی تصنیف ہے یوں منقول ہے **سُئِلَ الْأَمَامُ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَوْلَ الشَّيْبِ هَلْ يُجُوزُ فَقَالَ لَعَمْرُكَ دَخَلِي أَبُو بَكْرٍ نِ الصِّدِّيقِ سَيِّدُ فَقَالَ الْوَالِيَةُ الْقَوْلُ هَكَذَا أَفَوَسَّيْنَا الْأَمَامَ عَنْ مَكَانَهُ فَقَالَ لَعَمْرُكَ الصِّدِّيقُ لَعَمْرُكَ الصِّدِّيقُ لَعَمْرُكَ الصِّدِّيقُ فَمَنْ كَرِهَ لِمَا الصِّدِّيقُ فَلَا صَدَقَ اللَّهُ قَوْلَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ** سوال کئے گئے امام ابو جعفر یعنی امام جعفر صادق کے باب امام محمد باقر علیہ السلام تلوار کے زیور سے کہ کیا جایز ہے تب کہا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ہاں جایز اور درست ہے کیونکہ بے شک ابو بکر صدیق نے اپنی تلوار کو زیور سے آراستہ کیا تھا تب راوی نے کہا کہ کیا آپ بھی کہتے ہیں ایسا یعنی آپ بھی انکو صدیق فرماتے ہیں تب اچھلے امام اپنی جگہ سے اور فرمایا ہاں میں کہتا ہوں صدیق ہاں میں کہتا ہوں صدیق ہاں میں کہتا ہوں صدیق ہوں جو بولوی نہ کہے ابو بکر صدیق کو صدیق نہ سچا کیجیو اس کی بات کو دنیا اور آخرت میں انتہی اس روایت ثابت ہوا کہ امام محمد باقر علیہ السلام ابو بکر صدیق کو اپنا پیشوا اور مقتدا اعتقاد کرتے تھے اور ان کے فضل کو فقہی مسئلہ کا ماخذ اعتقاد کرتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ایسے مذہب کے لوگ اس امام برحق کے وقت میں کہیں کہیں تھے کہ جو حضرت ابو بکر صدیق سے بد اعتقاد تھے وہ لوگ اپنی زعم میں جانتے تھے کہ ان لوگ بھی حضرت ابو بکر صدیق بد اعتقاد ہیں اور حضرت امام ہی ایسے مذہب والو کو کمال سے واقف تھے اور ان مذہب والوں سے تندر دل ناراض تھے اسی سبب سے جب پہچانا کہ ایسی مذہب کا آدمی ہی سخت غصہ فرمایا یہاں تک کہ اپنی جگہ سے اچھلے اور ایسے مذہب والے کے حق میں جو ابو بکر صدیق کو صدیق نہ کہے برد عافریا (فائدہ) شیعہ مذہب کی معتبر کتاب کی اس حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق کو صدیق بخانا اور انکی صدیقیت کا اقرار نکرنا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی مخالفت کرتا ہے اور اس مومن کو جو بار ہوا مومنوں سے محبت رکھتا ہے اور انکو دین محمدی کا پیشوا اعتقاد کرتا ہے اپنے اعتقاد درست کرنے اور اپنے مذہب پر مضبوط رہنے اور بار ہوا مومنوں کے اعتقاد اور مذہب سے

اور رات کے قیام اور طرح طرح کی نیکی کے حصہ لینے سے اور تحقیق اس بات میں بہت لوگوں نے غلطی کیا اور گمان کیا کہ منستی زیادات اور نوافل سے مستغنی اور بے پروا ہوتا ہے سو منستی کو کچھ دہشت نہیں ہے لذت اور شہوات یعنی لذت کی چیزوں اور خواہش نفسانی کی چیزوں کے لینے میں خوگر ہونا اور عادت کرنا یعنی لذات اور شہوات کی خواہش اور عادت کر لیں تو ہمیشہ نفسیں کھانے پینے وغیرہ لذات کی عادت پر جاوسی ہیں منستی کو کچھ دہشت نہیں اور یہ گمان کرنا خطا ہی اس راہ سے خطا نہیں کہ یہ بات عارف کو اسکی معرفت سے پردہ میں ڈال دیگی اور اسکی معرفت جاتی رہیگی و لیکن اس راہ سے خطا ہو کہ یہ بات عارف کو معرفت کے زیادہ ہونے کے مقام سے باز رہیگی سو ایک گروہ نے جب دیکھا کہ بے لذت اور خواہش نفسانی کی چیزیں انہیں سستی کا نشان نہیں چھوڑتیں یعنی ان چیزوں سے ان میں سستی نہیں آتی اور یہ چیزیں ان پر پردہ نہیں ڈالتیں تب ان چیزوں کی طرف میل کیا اور جھکے اور نہیں خوگر ہوئے اور فرضوں کے ادا کرنے پر قناعت کیا اور کسانے اور پینے کی چیزوں میں کشتاگی کیا اور یہ کشتاگی جو وہی لوگ کرتے ہیں تو یہ ان میں احوال کے سکر کا باقی رہنا ہی یعنی انکو حال نے دبا لیا ہے اور نشتے والوں کے طرح سے بھوش اور متوالا کر دیا ہے اور حال کے نور میں اُنکا یہ قید رہنا ہے اور حال کے نور سے بالکل خلاص پانے کے اور چھوٹ کے حق کے نور کے طرف اُنکا یہ نہ آنا ہی اور جو شخص کہ حال کے نور سے چھوٹ کے حق کے نور کی طرف پہنچتا ہے تو سکر کا بقا یا اس سے نکل جاتا ہے اور اسکا نفس بندہ بنے رہنے کے مقام میں عوام مومنوں میں سے ایک عوام مومن کے مانند ہو جاتا ہے اور اللہ کی نزدیکی ہو نہ موصفا ہے نماز اور روزہ کے ساتھ اور ساری قسم کی نیکی کے ساتھ یہاں تک کہ راہ میں سے ایذا دینے والی چیز کے دور کرنے کے ساتھ شکل کاٹنے اور ڈھیلے اور پتھر کے اوٹے نگر نہیں کرتا اور ننگ نہیں رکھتا ہی اس بات سے کہ عوام مومنوں کی صورت میں پھر ہر اکے ہو جاویں ہر قسم کی نیکی اور صلہ رحمی یعنی اقربا کے ساتھ احسان کرنے کے ارادے کی

حرام پر اپنے منہ کے پردے لگا دیا ہو اور فرما دیا ہو کہ پردے کے اس پار کوئی نہ جاوے اور حکامین گرفتار نہوے سو مال دولت صحت تندرستی قوت زور عزت بزرگی پا کے اس کو مجبور کے حرام میں گرفتار نہونا اور حرام سے بچنا اور خوف کرنا عارف کی نشانی ہے اور عارف اور ارباب مشاہدہ اور فنار اور بقار کے مقام والی یہ سب سنتی اور ارباب النہایات میں سوار ہیں جب نعمت زیادہ پاتے ہیں تب عبودیت کا حق زیادہ ادا کرتے ہیں اور جب دنیا زیادہ پاتے ہیں تب زیادہ قرب حاصل کرتے ہیں اور جب جاہ اور مرتبہ بلند زیادہ پاتے ہیں تب تو مع اور ذلت یعنی اپنی تینیں ذلیل جانا اور نرم دلی زیادہ کرتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنتیں سپارہ سورہ مائدہ میں - اذَلَّ عَلٰی لُؤْمٍ مِّنْہِمْ اَعْرَۃٌ عَلٰی الْکَافِرِیْنَ - نرم دل ہیں مسلمانوں پر اور زبردست ہیں کافروں پر اور جب وہی لوگ نفس کی خواہشوں میں سے کسی خواہش کو پاتی ہیں تب ان سے صاف اور خالص شکر نکلتا ہے اور نفس کی خواہش کی چیزوں کو لیتے ہیں ایک بال نفس پر نرمی کرنے کی واسطے کیونکہ نفس ان کے ساتھ اس لٹکے کے مانند ہے کہ اسپر کسی چیز کے ساتھ لطف اور مہربانی کیجاتی ہے اور اسکو کوئی چیز تحفہ دینا جاتی ہے اسواسطے کہ وہ لٹکا اسکے حکم کا تابع ہے اور اسکی حفاظت اور نگہبانی میں رہتا ہے اور اسپر رحم اور مہربانی کیجاتی ہے اور ایک بار اپنے نفس کو دیلوگ خواہش نفسانی سے منہ کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام کی پردے کی واسطے اور اسواسطے کہ دنیاوی خواہش کے کم کرنے کو ان لوگوں نے اختیار اور پسند کیا ہے اور کہا ہے یحییٰ بن معاذ نے کہ دنیا دلہن ہے اور جو شخص اسکو طلب کرتا وہ اسکو گنگھی کرتا ہے اور جو شخص دنیا میں زاہد ہے یعنی جو شخص دنیا کا تارک ہے اور دنیا میں رغبت نہیں کرتا ہے وہ اس دلہن کے منہ کو سیاہ کرتا ہے اور اسکے بال کو اکھاڑ ڈالتا ہے اور اسکے کپڑے کو پھاڑ ڈالتا ہے اور جو شخص عارف باشریعیے اس کا پہچان نے والا ہے وہ اپنے مولائے مشغول ہے اس دلہن کی طرف التفات نہیں کرتا اور جان تو کہ بیشک سنتی جو ہے سو باوجود اپنے کمال حال کے بے پردہ نہیں رہتا ہے نفس کی سیاست اور نگہبانی سے اور اسکو خواہش نفسانی سے منع کرنے سے اور زیادتی رو

کرنے کے واسطے ایک چیز کے لینے میں اور دوسری بار نفس کی سیاست کے واسطے اسی چیز  
 کے چھوڑنے میں اسکو علم سیاست کے حامل ہونے کے سبب اختیار اور پسند کرنا حاصل  
 ہے اور جب یہ بات حاصل ہوتی ہے منہتی کو ضرور ہر اعمال کا اور حظوظ یعنی نفس کے حصہ کی  
 چیز کا لینا اور چھوڑنا اور اعمال میں اخذ اور ترک ایسے لینا اور چھوڑنا چونکہ منہتی کی واسطے  
 ضرور ہے اسواسطے منہتی ایک بار اعمال کو بجالاتا ہے صدیقین کے مانند اور ایک بار نفل  
 اعمال کو چھوڑ دیتا ہے نفس پر نرمی کر کے واسطے اور ایک بار حظوظ، شہوات لیتا ہے نفس پر نرمی کر کے واسطے اور  
 حظوظ اور شہوات چھوڑ دیتا ہے نفس کے حال کی تلاش کی واسطے علم کی سیاست کی خوبی کے ساتھ اور  
 منہتی ان سب بات میں مختار ہوتا ہے سو جو منہتی کہ حظوظ کے چھوڑنے میں بالکل لگا رہا  
 تو وہ زاہد اور تارک ہے بالکل یعنی پورا زاہد ہے زاہد معنی دنیا سے بے رغبتی کرنا والا  
 اور جو شخص حظوظ کے لینے میں خوگر ہوا ہے وہ شخص راغب یعنی دنیا کی خواہش کرنا والا  
 ہے بالکل اور منہتی نے دونوں بات کے کنارے کو یعنی لینے اور چھوڑنے کے کنارے  
 کو پکڑ لیتا ہے اور وہ نہایت اعتدال یعنی میانی اور اندازے کی چال پر ہے افراط  
 اور تفریط کے درمیان درمیان جو راہ ہے اسپر وہ کھڑا ہے افراط معنی حد سے گزر جانا  
 یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دین کا کام ثابت ہے اسپر زیادتی کرنا اور تفریط معنی  
 تعصیر اور کوتاہی کرنا یعنی دین کے احکام اور اعمال کے بجالانے میں کوتاہی کرنا سو منہتی  
 نہ زیادتی کرتا ہے نہ کمی بلکہ میانی راہ پر کھڑا رہتا ہے سو جو شخص کہ نہایت میں پہنچ کے  
 ان قسم کی چیزوں کو جو ابتدا میں زہد کی وقت دیتا ہے پھر لیتا ہے مثلاً نفس کی خواہش کی چیزوں کو ابتدا میں زہد کی  
 راہ سے چھوڑ دیتا تھا اور اب نہایت میں پہنچ کے پھر ان چیزوں کو نفس پر نرمی کر کے واسطے لیتا ہے تو یہ اسکا ان  
 چیزوں کو لینا جو ہر سوز ہد میں زہد کرنے کی راہ ہے یعنی اسکے دل میں دنیا کی خواہش ایسا  
 نکل گئی ہے اور اسکو ایسا حقیر جانا ہے کہ اسکے چھوڑنے میں جو زہد کرتا تھا سو اس زہد  
 کے چھوڑنے میں زہد کرنے لگا یعنی یہ سمجھا کہ اسکے چھوڑنے کا اگر خیال کرونگا تو وہ بھی کچھ

ظاہر کرنی میں یعنی پہلے عوام مومنوں کی صورت میں تقاضا سلوک الی اللہ کا طریقہ اختیار کیا اور صوفیہ کے گروہ میں داخل ہوا تب خواص مومنوں کی صورت اور وضع کو اختیار کیا تھا اور اب جب منہتی ہوا تب پھر دہرا کے عوام مومنوں کی صورت بنجانے اور نیکی اور صلہ رحم کے ارادے کے ظاہر کرنے میں تکبر نہیں کرتا ہی اور اس بات میں ننگ نہیں رکھتا ہی کیونکہ اب بناوٹ بالکل نخل گئی اور ریا اور سمعہ یعنی مطلق کے دکھانے سنانے کے واسطے نیکی کرنا اب دور ہو گیا اور سارا عمل فقط اللہ کی رضا کے واسطے کرنے لگا اور اخلاص کا مرتبہ حاصل ہوا ہے سو ایسا شخص شہوات یعنی خواہش نفسانی کی چیزوں کو ایک وقت لیتا ہی نفس پر نرمی کرنے کے واسطے کہ اسکا نفس پاک صاف اور تابعدار اور اطاعت کرنے والا ہی اس واسطے کہ وہ نفس اسکا قیدی اور اسیر ہو اور ایک وقت شہوات کے لینے سے نفس کو منع کرتا ہی اس واسطے کہ اس بات میں نفس کی بہتری ہے اور اس بات کو ٹھکے کے حال پر برابر اور ٹھیک ٹھیک قیاس کرو کیونکہ لڑکے کی خواہش چیزوں کے ایک وقت دینے اور ایک وقت منع کرنے میں اگر اعتدال اور انداز یکے حد سے تجاوز کر گیا تو اسکی طبیعت خراب ہو جاوے گی اس واسطے کہ آدمی کی جبلت جو ہی سو اسکا ٹوڑنا علم کی سیاست یعنی محافظت اور نگہبانی کے ساتھ ضرور ہے یعنی علم جس وقت میں جس طرح سے حکم دے اس طرح سے اپنی جبلت کے آہستہ ہوئی تدبیر کرے اور اپنے نفس کو تربیت کر ہی اپنی اسٹل سے تربیت کرنے سے نفس اور بھی بگڑ جاوے گا سو یہ بات یعنی علم کی سیاست کا مضمون پوشیدہ ہی اسکی پوشیدگی کے سبب سے اور اس بات کے دریافت ہونے کے سبب سے منہتی لوگوں پر نفس کا آثار یعنی شہوات اور لذات میں غرق رہنا داخل ہو جاتا ہے اور وی اس طرف جھک پڑتے ہیں اور اس جھک پڑنے سے معرفت کے زیادہ ہونے کا دروازہ بند ہو جاتا ہی یعنی جو منہتی علم کی سیاست کا مضمون نہیں جانتا اسکا یہ حال ہوتا ہی جیسا کہ اوپر قریب ہی معلوم ہوا تو منہتی جو ہے سو اختیار کی پیشانی کا مالک ہوا ہی اخذ اور ترک یعنی اور چھوڑنے میں یعنی ایک بار نفس پر نرمی

اور مباح کے لینے اور چھوڑنے میں تو شرع سے سبکو اختیار دیا گیا ہے مگر صاحب نہایت  
 جوہر سو وقت اور موقع سمجھتا ہے اور یہ اُسکا وقت اور موقع سمجھ کے لینا اور چھوڑنا جو  
 سو صحیح اور درست اور ٹھیک ہے اور یہ نہایت نہایت ہے یعنی نہایت کا نہایت ہے  
 یعنی سلوک میں اس سے بڑھ کے کوئی مرتبہ اور حال نہیں ہے اور جو حال کہ مستقر اور  
 مضبوط اور مستقیم اور سیدھی راہ پر ہوتا ہے وہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 حال کے مشابہ ہوتا ہے اور اسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ رات میں قیام کرتے  
 تھے اور تمام رات بھر قیام نہیں کرتے تھے اور روزہ رکھتے تھے کچھ مہینے میں سے اور تمام  
 مہینے بھر روزہ نہیں رکھتے تھے سو اسی رمضان کے اور خواہش نفسانی کی چیزوں کو  
 لیتے تھے اور جب ایک شخص نے آنحضرت کے حضور میں کہا کہ میں نے قصد کیا ہے کہ گوشت  
 نہ کھاؤں حضرت نے فرمایا گوشت کھا سو اسطرح میں گوشت کھاتا ہوں اور گوشت کو دو  
 رکھتا ہوں اور اگر میں سوال کرتا اپنے رب کے کہ مجکو ہر روز گوشت کھلا دی تو بیشک  
 مجکو ہر روز کھلاتا اور یہ آنحضرت کا فرمانا تیرے واسطے دلیل ہے اس بات پر کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم اس بات میں یعنی گوشت کھانے میں مختار تھے چاہتے کھاتے اور چاہتے  
 نہ کھاتے اور بیشک ایک قوم پر فتنہ داخل ہوا ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تب کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے  
 بانی اور نکالنے والے تھے اور یہ بات جو اس معنی کی راہ سے کہتے ہیں کہ آنحضرت شریعت  
 کے بانی تھے اور انکا بڑا عالی مقام تھا وہ جو کرتے تھے سو کون کر سکتا ہے ان کے  
 فعل کی پیروی کرنا ہمیں لازم نہیں ہے تو یہ نرمی جہل اور نادانی ہے اسواسطے کہ رخصت  
 جو ہے سو آنحضرت کے قول اور فرمانے کے حد پر کھڑا رہنا ہے یعنی جس بات میں حضرت  
 کا قول موجود ہو اس بات میں حضرت کے فرمانے سے نہ زیادہ کرے نہ کم اسواسطے  
 کہ رخصت کے معنی رخصت دنیا اور آسانی کرنا سو حضرت نے امت پر آسانی کی واسطے

چیز معلوم ہو گئی سو وہ تو کچھ چیز ہی نہیں ہے وہ تو آپ ہی چھوٹی چھوٹی ہے اور جو شخص  
کہ زہد میں زہد کرتا ہے اسکے نزدیک دنیا کا ہونا اور ہونا برابر ہوتا ہے وہ اگر دنیا کو چھوڑتا  
ہے تو اللہ کے واسطے اور اللہ کے حکم سے اور اگر دنیا کو لیتا ہے تو اللہ کے واسطے اور اسکے  
حکم سے کچھ اپنے اختیار سے نہیں اور ایسا شخص اختیار کے چھوڑنے میں اپنے حال کے  
دباؤ کے تلک و بانہیں رہتا مثلاً نفس کی خواہش کی چیزوں کے چھوڑنے کو اختیار کرنا اسکا حال  
ہو گیا ہے سو اس اختیار کے چھوڑنے میں اپنے حال کا تابع نہیں ہے بلکہ اللہ کی مرضی کے  
تابع ہے اور یہ شخص اپنے اختیار کا ترک کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فعل پر ٹھہرا ہے  
اور اللہ تعالیٰ کے فعل پر ٹھہرنا اسکا حال ہو گیا ہے تو اس حال کا البتہ وہ مقید ہے  
اور جیسا کہ زہد مقید ہے ترک کے ساتھ یعنی اسکو جیسا کہ دنیا اور خواہش نفسانی کی ترک کر لینے کی قید ہو گیا  
اپنا اختیار کا ترک کرنا لازماً زہد میں اخذ یعنی لینے والا ہے لذات دنیا میں سے  
استقدر جسقدر اسکی قسمت میں لکھ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فعل اور مرضی اور کارخانے  
کو چونکہ وہ دیکھتا ہے اس سبب اخذ کا مقید ہے خلاصہ یہ کہ جیسا کہ زہد ترک کا مقید  
ہے یعنی اسکو لذات دنیا کے ترک کا خیال لگا ہے ویسا اپنے اختیار کا ترک کرنا  
حق سبحانہ کے کارخانے کو سمجھ کے اسکی مباح اور حلال کے لینے کا مقید ہے یعنی اسکے لینے کا  
خیال اسکو لگا ہے اور جانتا ہے کہ دنیا کی طبیعت اور ستھری لذیذ چیزوں کے لینے سے  
تبدل سے سچا شکر ادا ہوگا اور جب نہایت قرار پکڑتا اور مضبوط ہوتا ہے تب نہ مقید ہوتا  
ہے اخذ کا اور نہ ترک کا بلکہ ترک کرتا ہے ایک وقت اور اختیار اسکا اللہ تعالیٰ کے  
اختیار سے ہوتا ہے اور لیتا ہے ایک وقت اور اختیار اسکا اللہ تعالیٰ کے اختیار سے  
ہوتا ہے اور اسی طرح اسکا نفل روزہ اور نفل نماز ہوتی ہے ایک وقت اسکو ادا کرتا ہے  
اور ایک وقت نفس کو چھوڑ دیتا ہے سو اسطے کہ وہ اختیار دیا گیا ہے اور درست  
اور ٹھیک ہے اختیار میں دونوں حالت میں یعنی نفل عبادت کے ادا کرنے اور چھوڑنے



اور بزدگی کر اپنے رب کی جب تک پہنچے تجکو یقین یہ اس واسطے اپنے رسول کو فرمایا کہ حضرت  
اس مستحب عبادت کو ادا کر کے درگاہ الہی سے مدد مانگتے تھے اور کریم کے دروازے  
کو ٹھونکتے تھے تاکہ انکو معرفت اور یقین کی زیادتی ملے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
اللہ تعالیٰ کے زیادہ دینے کے محتاج تھے اور اس زیادتی کے سوال کرنے سے  
بے پروا نہ تھے پھر آنحضرت کے اس زائد قیام اور صیام اور کریم کے دروازے کے  
ٹھونکنے اور زیادتی کے محتاج بنے رہنے میں ایک بعید بہت نادر ہے وہ یہ ہے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفس کی جنسیت کے رابطہ اور علاقہ کے سبب سے یعنی  
اس سید البشر کے نفس نفیس کو آدم کے فرزند ہونے کے سبب سے سارے نبی آدم سے ایک  
علاقہ جنسیت کا تھا اس سبب سے خلق کو حق کے طرف دعوت کرتے اور بلاتے تھے اور اگر  
رابطہ جنسیت کا نہ ہوتا تو آنحضرت تک لوگ نہ پہنچتے اور اُن سے فائدہ نہ پاتے اور آنحضرت  
نفس ظاہرہ اور انکی تابعداری اور پیروی کرنے والوں کو نفسوں کے درمیان میں ایک انظر اور علاقہ تالیف  
اور موافقت اور میل کا جیسا کہ انکی پیروی کرنے والوں کی ارواح درمیان رابطہ تالیف اور موافقت اور علاقہ کا اور انکی  
تالیف اور موافقت کا اس طرح ہوا کہ پیروی کرنے والوں کو نفسوں اب موافقت کیا ہے یعنی دنیا میں سبب  
پیروی کے موافقت کیا ہے جیسا کہ ساری ارواح نے پہلے عالم ارواح میں موافقت  
کیا تھا اور ہر روح کو آنحضرت کے نفس پاک کے ساتھ ایک موافقت خاص حاصل  
ہے اور آپس میں چین پانا اور مل جانا ارواح اور نفوس کے درمیان میں واقع ہے  
جیسا کہ بائیسویں فصل میں معلوم ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ یعنی ہر روح کو آنحضرت کی روح  
سے ایک موافقت خاص تو پہلے ہی سے حاصل تھی پھر جب پیروی کرنے والوں کے  
نفس نے آنحضرت کے نفس پاک کے ساتھ موافقت کیا تب اس طرف سے نفس اور  
روح میں چونکہ موافقت اور میل ہی اس سبب سے روح اس نفس تابعدار کی طرف جھکی اور زمین  
ملگنی اور اس طرف سے اسی موافقت اور میل کے سبب سے یہ نفس تابعدار آنحضرت کی

ان کے دین اور دنیا کے فائدے کی بات فرمادیا ہے اس میں کمی کرے گا تو فائدے سے محروم رہے گا اور زیادتی کرے گا تو بدعت میں گرفتار ہوگا اور عزیمت جو ہے سو ان کے فعل کی پیروی کرنا ہے اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارباب خاص کیواسطے یعنی آسانی چاہنے والوں کیواسطے ہی اور انکا فعل ارباب عزیمت کی واسطے یعنی عزیمت والوں کے واسطے ہی جو معرفت کے علم اور یقین کی زیادتی کے واسطے زائد عبادتیں یعنی نفل روزے نماز ادا کیا کرتے ہیں بعد اسکے منتهی جو ہے سورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال مشابہ ہوتا ہے نفل کو حق کے طرف بلانے میں اور جس چیز کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصد کرتے تھے سزاوار اور لائق ہے کہ منتهی ساری ان سب چیز کا قصد کرے سورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اور صیام جو زائد یعنی نفل تھا سو اس بات سے خالی نہیں ہے کہ یا تو وہ اس واسطے تھا کہ لوگ اس میں پیروی کریں اور یا تو معرفت کے علم کی زیادتی کے واسطے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے معرفت کے علم میں زیادتی پاتے تھے سو اگر وہ قیام اور صیام اس واسطے تھا کہ لوگ اس میں انکی پیروی کریں تو منتهی بھی آنحضرت کی اقتدا کرنے والا ہے اسکو لائق ہے کہ آنحضرت کے قیام اور صیام کے مانند آپ بھی بجالاوی اور صحیح اور حق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مستحب عبادت کو زری لوگوں کی اقتدا ہی کیواسطہ نہیں کرتے تھے بلکہ اس مستحب عبادت سے معرفت کے علم زیادتی پاتے تھے اور حقیقت حق یقین کی انکو حاصل ہوتی تھی اور حقیقت حق یقین آنحضرت کے واسطے خاص کئی گئی تھی جیسا کہ چھٹین فصل میں مذکور ہوا اور یہ وہی بات ہے جو پہلے قریب ہی اُپر جلت کے آراستہ کر نیکی بیان میں ذکر کیا ہے یعنی اس مستحب عبادت سے جلت آراستہ ہوتی ہے اور یقین میں زیادتی ہوتی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو وہی ہے سپارہ سورہ حجر میں اپنے رسول کی طرف خطاب کر کے وَاَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ

احوال سے پردے میں نہیں کرتا اور نہ احوال اعمال سے پردے میں کرتا اور یہ اللہ  
 کا فضل بڑا ہے اور جنید سے لوگوں نے نہایت کا حال پوچھا تب کہا کہ نہایت جو ہے  
 سو پہرہ دھرا کے بدایت میں آتا ہے اور جنید کے اس قول کی بعضے صوفیہ نے تفسیر کیا  
 اور کہا کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ سالک اپنے شروع کام میں جہل میں مبتلا بعد اسکے معرفت میں  
 پہنچا بعد اسکے جب انتہا میں پہنچتا تب پھر وہ ہر کے تیر اور جہل کی طرف لایا گیا یعنی  
 حیران ہو گیا اور اپنی تین معرفت میں جاہل اور نادان جاننے لگا اور یہ مضمون ظہوریت  
 اور لڑکاپن کے مانند ہے کہ پہلے جہل اور نادانی ہوتی ہے پھر بالغ ہونے سے علم اور  
 دانائی ہوتی ہے پھر نادانی ہوتی ہے یعنی جب بڑھا ہوتا ہے تب پھر عقل میں فتور  
 آجاتا ہے اور سٹھیا جاتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ستر ہون سپارہ سورہ حج میں۔  
 وَمِنْكُمْ مَّن يُرَدُّ اِلَى اَرْدَلِ الْعَمْرِ لِيَلْمُكَ مِنْ بَعْدِ عَلْمِهِ شَيْئًا ؕ اور کوئی تم میں پھر  
 پہنچتا ہے حکمی عمر تک تا سمجھ کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے اور بعضے صوفیہ نے کہا کہ خلق اللہ  
 میں سے اللہ کا بڑا پہچا نیوالا وہ شخص ہے جو اللہ کی معرفت میں بہت حیران رہتا ہے  
 اور جاز ہے کہ جنید کے قول کے یہ معنی ہوں جو ہم نے قریب ہی ذکر کیا ہے کہ سالک پہلے  
 اعمال سے شروع کرتا ہے پھر احوال تک پہنچتا ہے پھر اسکو اعمال اور احوال دونوں  
 ملتے ہیں اور یہ حال منتهی مراد کی واسطے ہوتا ہے جو محبوبین کے طریق پر پیدا کیا گیا ہے  
 جسکا بیان چود ہون فضل میں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اسکی۔ روح اللہ کی درگاہ اور حضور  
 کی طرف کھینچتی ہے اور قلب سے پیروی کرنے چاہتی ہے اور قلب نفس سے پیروی  
 کرنے چاہتا ہے اور نفس قالب سے پیروی کرنا چاہتا ہے یہ شخص اپنی روح اور قلب  
 اور نفس اور قالب بالکل اللہ کے حکم اور عبادت پر قائم ہو جاتا ہے اور اللہ کے  
 سامنے اپنے بالکل سے سجدہ کرتا ہے جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ  
 کیا تیرے واسطے میرے دل کے دانے یعنی سویدانے اور میرے خیال نے اور

تابعداری اور پیروی کی نعمت لئے ہوئے روح کی طرف جمعاً اور ملکیت آنحضرت کے  
 نفس پاک کے ساتھ روح کو جو رابطہ قدیم حال تھا سو نفس میں اثر کر گیا اور بعین گیب  
 اور نفس کو جو رابطہ پیروی کا اب حاصل ہوا ہے سو روح میں اثر کر گیا اور بعین گیب  
 اتباع اور پیروی لوگ روح اور نفس کے ساتھ آنحضرت کے پیرونگئے اور رسول شریعت  
 علیہ وسلم ہمیشہ عمل کیا کرتے تھے اپنے نفس کے تصفیہ یعنی صاف پاک کرنے اور اپنے  
 اتباع کے نفس کے صاف پاک کر نیو واسطے تب نفس آنحضرت کا اُس عمل میں سے مستفاد  
 کہ محتاج ہوتا اس میں سے استفادہ فائدہ لے لیتا اور جو اُس عمل میں سے بچ رہتا سو امت کے  
 نفوس کو ملتا یعنی آنحضرت کے عمل کی برکت اور تاثیر امت کو ملتی ہے اور اُسے ان کے  
 نفس کا تصفیہ ہو جاتا ہے اور اس پر حصہ وہ برکت اور تاثیر منتی کو اُس کے اصحاب  
 اور اتباع سمیت ملتی ہے اسی پیروی کے سبب سے تب منتی زیادات اور نوافل سے  
 پیچھے نہیں ہٹتا یعنی آنحضرت کے عمل کی تاثیر اور برکت کے سبب سے اسکو نیک عمل مذکور  
 میں استقامت حاصل ہوتی ہے اور شہوات اور لذات میں خوگر نہیں ہوتا ہے مگر صرف نفس  
 کی دلات اور راہ دکھانے کے سبب سے اور شہوات اور لذات کے لینے اور چھوڑنے  
 کے اندازے کا حق بجانب نہیں لاسکتا ہے مگر اس کی مدد اور حکمت کے نور سے یعنی علم اور  
 معرفت کے نور سے اور جو شخص کہ معرفت میں پورا ہوتا ہے وہ شخص استقامت میں پورا  
 ہوتا ہے تو استقامت ارباب النہایات کی پوری ہوتی ہے اور بندہ ابتداء میں اعمال میں  
 لگایا جاتا ہے اور اعمال میں لگے رہنے کے سبب سے احوال سے پردے میں ہوتا کہ  
 یعنی ظاہری اعمال میں لگا رہتا ہے اُس پر دل کے احوال مثل عین الیقین اور قبض لسط  
 فناء بقاء وغیرہ کے نہیں کھلتے اور توسط میں یعنی درمیان میں خوش رہتا ہے احوال  
 سے اور کبھی احوال کے سبب سے اعمال سے پردے میں ہوتا ہے یعنی مشاہدہ کی لذت  
 میں غرق رہنے کے سبب سے نفل اعمال کبھی کم ادا کرتا ہے اور انتہا میں اسکو اعمال

ہو ابدایات اور نہایات کی حقیقت اس مضمون سے بخوبی ذہن نشین ہوگی۔  
**(فائدہ)** اب ایک مضمون بہت ہی مفید یاد رکھنا ضرور ہے وہ یہ ہے کہ قبہ کی  
 کو ضرور ہو کہ جو بائیں مبتدی کی واسطے اس بدایات اور نہایات کربان میں عوارف میں لکھا ہے۔  
 ان سبکی محافظت کرے اور عمل اور اشغال اور اذکار کو ان باتوں کی محافظت کے ساتھ بجلاو اور اپنے  
 حال میں غور کرتا رہے کہ ہمسے ان باتوں کی محافظت ہوتی ہے یا نہیں اور ہم نہایت  
 کے مقام میں پہنچے ہیں یا مبتدی ہیں اور جو اشغال کہ بعضے طریقت کے شیواؤ  
 نے مشاہدہ حاصل ہوئیگی آسانی کے واسطے اپنے اجتہاد سے مقرر کیا ہے مثل  
 چھوٹوں لطیفوں کی ذکر اور جس دم کے ساتھ نفی اثبات کی ذکر اور دوائر کی سیر  
 اور ضرب کے ساتھ اسد تعالیٰ کے نام پاک کی ذکر کے جیسا کہ ذکر کی فضل  
 میں معلوم ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ سو وہ سب چونکہ مشاہدہ اور یقین اور ایمان  
 تحقیقی کے حاصل ہونے کے آلہ اور ہتھیار اور وسیلہ ہیں اس واسطے وہ سب  
 درست ہیں اور بدعت نہیں ہیں جیسا کہ تیرہویں فصل میں اس بات کی حقیقت  
 معلوم ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ تو سالک کو لائق ہے کہ ان اشغال کو اصل  
 مقصد جو مشاہدہ ہے اسکے حاصل ہونیکا ہتھیار اور وسیلہ سمجھے کہ ان میں  
 مشغول ہو اور اگر کوئی شخص ان اشغال مذکور کو اصل مقصد اعتقاد کرے  
 اور مشاہدہ حاصل ہونے کی خواہش نہ رکھے اور اسکی حقیقت کو دریافت نہ کرے  
 اور فقط انہیں اشغال پر قناعت کرے مثلاً لطیفوں کے جاری ہونے اور  
 اس میں دل لگنے پر قناعت کرے اور اسی پر مغرور ہو اور اپنی تین کامل اور شریک  
 کے رتبہ میں سمجھے تو وہ شخص ناقص ہے اور شیطان کا قریب کہا گیا ہے اور رفتہ  
 میں گرفتار ہے اور اگر کوئی شخص ان اشغال میں مشغول نہ ہو اور مشاہدہ کی حقیقت  
 کو خوب ذہن نشین کر کے حضور دل اور مراقبہ کے ساتھ نماز اور تلاوت اور

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرہویں سپارہ سورہ رعد میں: **وَاللّٰهُ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ  
وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلًا لِّمُحَمَّدٍ بِالْغَدُوِّ وَالْاَصْحٰلِ** اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے  
جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں خوشی اور زور سے اور انکی پرچھائیاں صبح اور شام  
ترجمہ ہندی میں اسکا فائدہ یوں لکھا ہے جو اللہ پر یقین لایا خوشی سے سر رکھتا ہی  
اسکے حکم پر اور جو زیقین لایا آخر اسپر بھی اسی کا حکم جاری ہے اور پرچھائیاں  
صبح اور شام زمین پر بسر جاتی ہیں یہی ہے انکا سجدہ صاحب عوارف فرماتے ہیں  
کہ طلال یعنی پرچھائیاں قابین ہیں کہ ارواح کے سجدہ کرنے سے دے بھی سجدہ کرتے  
ہیں اور اس حالت میں محبت کی روح انکے سارے اجزا اور ٹکروں میں جاری ہوتی  
اور ساقی اور بھین جاتی ہے تب لذت اور خوشی پاتے ہیں اللہ کی ذکر اور اسکے کلام  
کی تلاوت میں محبت اور دوستی کے سبب سے تب اسرائلکے دوست رکھتا ہے اور پھر  
خلق کے نزدیک اُن کو دوست بنا دیتا ہے اُن پر اپنی نعمت دینے اور فضل کرنے  
کے سبب سے اس مضمون کی دلیل کیواسطے صاحب عوارف نے سند کے ساتھ یہ حدیث  
لکھا ہے روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسنے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نَبِيَّ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِذَا احَبَّ عَبْدًا اَنَادَمِي جِبْرٰئِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدَ احَبَّ  
فَلَا تَا فَاحْبِبْ فَيَحْبِبُ جِبْرٰئِيْلَ ثُمَّ يَنْادِي جِبْرٰئِيْلَ فِي السَّمٰوٰتِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدَ احَبَّ  
فَاَحْبِبْ فَيَا اَهْلَ السَّمٰوٰتِ فَيُضَعُّ لَهٗ الْقُلُوْبَ فِي الْاَرْضِ ۝ بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ  
جب دوست رکھتا ہے کسی بندے کو تب پکارتا ہے جبرئیل کو کہ بیشک اللہ تعالیٰ  
نے دوست رکھا فلانے کو سو تو دوست رکھ اسکو تب دوست رکھتا ہے اسکو جبرئیل  
پہر پکارتا ہے جبرئیل آسمان میں کہ بیشک اللہ تعالیٰ دوست رکھا فلانے کو سو دوست  
رکھو تم سب اسکو دوست رکھتے ہیں اسکو آسمان والے پھر رکھا جاتا ہے اسکو واسطے  
قبول زمین میں یعنی زمین کے لوگوں میں وہ مقبول ہوتا ہے عوارف کا مضمون تمام

کیونکہ ابھی پہلا سلوک تمام ہو ہی اور شاہدہ جو ہی سو پہلے سلوک یعنی ہدایات کا  
 اصل مقصد اور انتہا ہے اور ابھی دوسرا سلوک یعنی نہایات کا طے کرنا باقی ہی  
 اور دوسرے سلوک یعنی نہایات کا اصل مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 پوری پوری اتباع کا حاصل ہو جانا ہے روح اور نفس اور قلب اور قالب سے جیسا کہ  
 قریب ہی معلوم ہوا اور اس دوسرے سلوک کو سیر فی اللہ کہتے ہیں یعنی اللہ سبحانہ  
 کی رضا کے واسطے اتباع اور عزیمت میں سیر کرنا اور لگے رہنا اور جب یہ دوسرا سلوک  
 بھی تمام ہو جاوے گا تب بندہ اللہ سبحانہ کا محب اور محبوب بنے گا اور مقبول  
 حضرت سبحانہ و تعالیٰ شانہ کا ہوگا اور جو جو فضیلت اور باب نہایات کی واسطے اوپر  
 قریب ہی مذکور ہوئی سو سب حاصل ہوگی تب انسان کامل ہوگا اور مرشدی  
 کا رتبہ پاوے گا اور حق تعالیٰ کی طرف سے اسکو خدائیں سپرد ہوگی مثل اولیای  
 عظام حضرت غوث الاعظم اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت خواجہ  
 قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند اور حضرت شیخ  
 احمد مجدد الف ثانی وغیر ہم کے قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اب ایک مضمون  
 کارآمدنی پہلے اس مقام میں سمجھنا ضرور ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ نقیصت کی  
 کتابوں میں دونوں سلوک کو جدا جدا نہیں بیان کیا ہے اس سبب سے  
 لوگوں کو امتیاز نہیں ہوتی کہ یہ دونوں سلوک ہیں مگر صاحب عوارف نے  
 جو ایک ہی باب میں ہدایات اور نہایات دونوں کا بیان کیا ہے اُس سے  
 دونوں سلوک دریافت ہو گئے ہیں بھی ہر کوئی اس سے دونوں سلوک کو جدا جدا  
 نہیں سمجھتا تھا اس واسطے صراط المستقیم میں دونوں سلوک کو الگ الگ  
 لکھا تو دونوں کتابوں کے مضمون سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں سلوک  
 کے تمام ہونے سے انسان کامل ہوتا ہے فقط پہلے سلوک کے تمام ہونے

اذکار مرویہ میں مثل سبحان اللہ والحمد للہ واللا الہ الا اللہ والہد اکبر اور سبحان اللہ  
 عشر کے اور درود اور دعائیں مشغول رہنے اور مراقبہ مذکور کے سبب سے مشاہدہ تک  
 پہنچ جاوے تو وہ شخص بلا مشہدہ کامل ہے بلکہ ایسا شخص مشاہدہ حاصل ہونے کے  
 قبل ہی اُس پہلے شخص سے افضل ہے کیونکہ اس نے سنت کے موافق سلوک  
 شروع کیا ہے اور سنت پر عمل کرنے کے ثواب کا مستحق شروع ہی سے ہوا ہے اور  
 اشغال مذکور مشاہدہ حاصل ہونے اور نماز اور تلاوت اور درود اور ذکر اور دعائیں  
 لذت پانے کے ہتیار ہیں تو جب تک اُنکو مسبات کا ہتیار اعتقاد کر کے اُن میں مشغول  
 رہے گا تب تک وہ اشغال مذکور عمل نیک کے وسیلہ میں شمار کئے جاویں گے اور انہیں  
 ثواب ملنے کی امید ہوگی اور جب انہیں کو اصل مقصد اعتقاد کرے گا تب وہ اشغال  
 بدعت میں شمار کئے جاویں گے اور یہ مضمون اُن لوگوں کے ہوشیار کرنے کی واسطہ  
 لکھا گیا جو بسبب ناواقفی کے ان اشغال مذکور کو اصل مقصد سمجھتے ہیں اور عبادت  
 اور تلاوت سے افضل جانتے ہیں اور اُن اشغال میں مشغول رہنے کے سبب  
 سو مسجد اور جمہ اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور مسائل فقہی اور تصوف کی  
 تحقیق نہیں کرتے اور وعظ اور نصیحت نہیں سنتے اور علماء آخر کے پاس جانے  
 اور اُن سے طریقت کے مسائل کی تحقیق کرنے سے عار رکھتے ہیں اور اُنکو حقیر جانتے  
 ہیں بلکہ کبھی بسبب جہالت کے انکی حقارت کا کلمہ بول اُٹھتے ہیں اگرچہ ایسے جاہل  
 لوگ کچھ گنتی شمار کے قابل نہیں مگر چونکہ ہدایت عام منظور ہے اس واسطہ  
 یہ مضمون بیان ہوا تاکہ وہ لوگ ہوشیار کریں اور دوسرے لوگ اُن کے  
 اعتقاد سے محفوظ رہیں پھر ایک مضمون اور بھی یاد رہے کہ جب مشاہدہ حاصل  
 ہوتی ہے اس پر بھی قناعت کر کے بیٹھ نہ جیسا کہ اوپر قریب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے زیادتی طلب کرنے اور کریم کے دروازے کو ٹھونکتے رہنے سے ظاہر ہوا



باتین جو سنی سنائی اور کتاب کے باہر ہیں ان سے کچھ غرض نہ رکھے کیونکہ سالک  
 کے حال میں جتنی خرابی آتی ہیں وہ سب کتاب کے باہر سے سنا کے قصہ کہا نی کی فکر  
 میں پڑے رہنے سے آتی ہیں اور شروع کتاب میں ابو النجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ  
 کے رسالہ سے جیسے جموٹے دعویٰ کرنے والوں کا ذکر ہوا ہے اگرچہ ویسے لوگ  
 دن رات کسی شغل میں مشغول رہ کر مگرین اور حکینی چکینی باتیں کیا کریں انکی طرف  
 ہرگز التفات نہ کرے اور انکی صحبت سے پرہیز کرے اور ان جموٹھوں میں بھی دو  
 قسم کے لوگ ہیں ایک قسم وہ ہیں کہ مایخو لیا کے مرصن میں گرفتار ہیں اور اپنے  
 ولی اور قطب ہونیکا خیال دل میں آتا ہے اور اسکو سچ جانکے لوگون سے بیان  
 کرتے ہیں اور انکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے طرح طرح کی خرق عادت اور کرامت  
 ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے قسم کے لوگ نہایت ہوشیار اور چالاک اور فریب  
 دینے والے ہوتے ہیں جب ان کے پاس لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان سے  
 اپنی اپنی حاجت بیان کرتے ہیں تب اپنے دیوانہ پن میں نہایت ہوشیاری کے  
 ساتھ ایسی برتاتے ہیں کہ اپنی اپنی حاجت کا لوگ جواب سمجھ جاتے ہیں اور ان  
 دونوں قسم کے معتقد جو لوگ ہوتے ہیں وہ بھی مایخو لیا کے مرصن میں گرفتار  
**ہیں فائدہ** اب سلوک اول اور سلوک ثانی کی حقیقت سمجھ میں آجانے کی واسطے  
 ایک مثال ہم لکھتے ہیں وہ یہ کہ مثلاً ایک شخص قاضی زادہ بنگالے کے ملک  
 شہر جہانگیر نگر کا رہنے والا بادشاہ دہلی کے حضور سے ہزار ہا روپے ماہواری  
 کی معافی پانے ہوئے بہت ہی خوش گذران اپنے ملک میں رہا کرتا تھا ایک  
 شخص دشمن سفد نے طرح طرح کے فریب دے کے اسکی ساری معافی پر قبضہ  
 کر کے اس قاضی زادے کو نرابلے دخل کر دیا اور طرح طرح کے جعلی مقدمے  
 لڑکے قاضی زادے کو نرافلہس کر دیا یہاں تک کہ وہ کہانے کپڑے کا

یعنی مشاہدہ حاصل ہونے سے بغیر اتباع کے انسان کامل نہیں ہوتا لیونکہ مشاہدہ تو برعتی اور فاسق بلکہ کافر کو بھی مراقبہ کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے مگر اسکا مشاہدہ اتباع نہ کرنے کے سبب ویسا ہی ہوتا ہے جیسا چور کا دیکھنا بادشاہ کو یعنی چور جو بادشاہ کو دیکھتا ہے تو اس سبب سے کہ اُس نے بادشاہ کی ائین کو نہیں مانا ہے بادشاہ کے حضور سے اُسکی سزا کا حکم ہوتا ہے بخلاف بادشاہ کے فرمان بردار اور مرضی موافق کام کرنے والے کے کہ اُسکو بادشاہ کی ملاقات سے خلعت اور انعام ملتا ہے اور کوئی خدمت اور منصب اسکے سپرد ہوتا ہے جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب جو شخص کہ مشاہدہ تک بھی نہیں پہنچا اور رستے ہی کے درمیان میں بھنسا رہا وہ کس گنتی شمار میں ہے بلکہ اتنا ہے کہ مشاہدہ کے رستے میں ہے سو بھی کب جب اُن باتوں کو محافظت کے ساتھ جو مبتدی کے واسطے بدایات میں مذکور ہوئیں سلوک اختیار کرے گا اور کسی شغل میں مشغول ہوگا اور جو شخص ان باتوں کی محافظت نہ کرے کسی شغل کو اختیار کرے گا وہ تو سیدھے رستے پر بھی نہیں اور سلوک کی راہ کا مبتدی بھی نہیں اس مضمون کو سالک یا در کھے اور اپنے حال میں اخلاص کے ساتھ انصاف کی نگاہ سے دیکھے اور غور کرے اور خوب تلاش کے ساتھ دریافت کرے کہ میں سلوک کی راہ کا مبتدی ہوں یا نہیں پھر اگر مبتدی ہوں تو مشاہدہ تک پہنچا ہوں اور میرا پہلا سلوک تمام ہو گیا ہے یا نہیں پھر اگر پہلا سلوک تمام ہو گیا ہے تو دوسرا سلوک میں نے شروع کیا ہے یا نہیں پھر اگر دوسرا سلوک میں نے شروع کیا ہے تو اس میں یوں اتر رہا ہوں یا نہیں اور اس بات کا غور کرے کہ جو حالات اور مقامات کہ تصوف کی معتبر کتابوں میں شرح کے ساتھ مذکور ہیں اُن میں سے کچھ مجھ کو حاصل ہوئے ہیں یا نہیں اور میں اُن کے حامل کریشی فکر میں ہوں یا نہیں اور اُن حالات اور مقامات کے سوا دوسرے

چیزیں تیار کرو اور ایک کشتی کرایا کرو تب قاضی زادے نے یہ سب سامان  
 جتیا کر کے استاد سے کہا کہ میں نے سارا سامان میا کیا اب کشتی کھلو ادیکھے تب  
 استاد نے کہا کہ میان کچھ خیر ہے ابھی تم سفر کے قابل نہیں ہوے اگر تم کشتی کھول  
 دو گے اور جسکا تمہارے ذمہ پر کچھ قرصن پانا ہے وہ آگے کشتی روک دیکھا تو یہ  
 سب محنت راجھان ہوگی سو پہلے تم تمام شہر کے لوگوں میں سے جسکا جسکا کچھ  
 دینا پانا ہو سب سے رخصت ہو اور سب سے دہلی کے سفر کا حکم لے لو تب قاضی زادے  
 نے سب سے رخصت ہو کے استاد سے کہا کہ اب کشتی کھلو ادیکھے پھر استاد نے کہا  
 میان تلو کچھ خیر ہے ابھی تم سفر کے قابل نہیں ہوئے جاؤ اپنے گھر کے سارے  
 لوگوں سے رخصت ہو کے آؤ تب کشتی کھلے پھر قاضی زادے اپنے گھر کے سارے  
 لوگوں سے رخصت ہوئے ایک دو دھ پیتا بچہ گو دین لیکر آیا اور اوستاد سے  
 کہا کہ اب کشتی کھلو ادیکھے تب استاد نے کہا کہ میان کچھ خیر ہے ابھی ایک گھڑی کے  
 بعد یہ بچہ دو دھ کیواسطے روٹیکھا تو پھر تلو پھر کے آنا ہوگا تو تم اسکو بھی رخصت  
 کر آؤ تب قاضی زادہ اس بچے کو بھی رخصت کر کے آیا تب استاد نے کہا کہ بلان اب  
 تم سفر کے قابل ہوئے غرض کہ قاضی زادہ یہ سامان میا کرنے اور سبکو رخصت  
 کرنے کے بعد سفر کے قابل ہوا تھا ابھی تک سفر شروع نہیں ہوا تھا پھر جب استاد  
 نے کشتی کھلو ادیا تب سفر شروع ہوا پھر جب کشتی روانہ ہوئی اب دہم شہر جاگیر  
 نگر دور ہونے لگا اور دہلی نزدیک اور سیکڑون گاؤں اور شہر طے ہونے لگے  
 پھر کہسی کوئی عمدہ شہر اور اسکی عمارات عالیشان کو دیکھ کے استاد سے قاضی  
 زادے نے کہا کہ کیا یہی دہلی ہے استاد نے کہا کہ میان یہ تو فلانا شہر ہے ابی  
 دہلی دور ہے دہلی کی کچھ اور ہی رونق ہے اور کہسی ایسا اتفاق ہوا کہ دہلی کی راہ  
 کے دہنے بائیں کوئی بازار یا شہر عجیب و غریب نظر پڑا قاضی زادہ کشتی سے

محتاج ہو گیا اور بس بازار اور راہ میں ہاتھی گھوڑے پاکی پر سوار ہو کے نکلتا  
 تھا اس میں ننگے پانوں پہرنے لگا آخر کو میانک نوبت پہنچی کہ وہ دشمن مقصد  
 قاضی زادے کو اُسکے رہنے کے مکان سے بھی لگانے لگا تب وہ حیران ہو کے  
 اپنی بہتری اور اپنے دن پہرنے اور اپنی عزت بچانے کی راہ دوستون آشناؤں  
 سے پوچھنے لگا تب سب داناؤں نے کہا کہ اب تمہارے بھلے کی کوئی راہ  
 نہیں ہے ہاں اگر تم بادشاہ تک پہنچو تو تمہارا اہلہا ہو سکتا ہے تب قاضی زادے  
 نے کہا کہ میں نے کبھی سفر نہیں کیا ہے اور مجھ کو دہلی کی راہ بھی نہیں معلوم میں بادشاہ  
 کے حضور میں کس طرح پہنچ سکو نکاتب اُن لوگوں نے کہا کہ تم ایسے شخص کو تلاش  
 کرو جو دہلی گیا ہو اور بادشاہ کے حضور میں پہنچا ہو اور بادشاہی دربار کے  
 قاعدوں اور ادا بے سے واقف ہو اور وہاں کے ارکان دولت سے اُسے  
 موافقت ہو بس اسی شخص کو اپنا استاد مقرر کرو اور اُسکے ساتھ ہو کے بادشاہ  
 تک پہنچ جاؤ آخر کو اُس قاضی زادے کو ایک ایسا شخص ملا جو ہمیشہ بادشاہ کے  
 حضور میں حاضر ہو کرتا تھا اور ملک بنگالے کا تحفہ تحائف بادشاہ کے حضور میں  
 پہنچا کرتا تھا تب قاضی زادے نے اپنی ساری مصیبت کا حال اور اپنا دلی  
 مقصد اس شخص سے بیان کیا اور کہا کہ میں نے اپنا استاد اور ہادی اور راہ بر  
 شکو مقرر کیا تم مجھ کو بادشاہ تک پہنچا دو اور ایسی راہ بنا دو کہ میں بادشاہ کی نظر  
 میں مقبول ہوں اور مجھ کو جاہ اور عزت اسکے جناب سے حاصل ہو اور میں اپنے  
 دلی مقصد کو پہنچوں تب اس استاد نے کہا کہ میں نے تم کو اپنا شاگرد بنایا اب میں  
 جو جو باتیں تم کو بتاتا جاؤں اُسکو تم ماننے جاؤ اور اس سفر کو بطور شایستہ پورا کرو  
 سو اب پہلے تم سفر کا سامان آٹا، آل و چانول، نمک، تیل، گھی، مہدی، دھیا، لہسن، پانی،  
 لکڑی، کونٹاری، سوئی، دہاگا، چھوڑی، مقرر آہن وغینہ حاجت ضروری کی

دیوان خاص میں پہنچایا وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ مرصع تخت پر زدی ذر بفت کا جو اہرا  
شکا فرش جھکا جھکا بچھا ہے اور جھکا جھکا سند تکیہ لگا ہے اور سارے  
ارکان دولت با ادب نمناٹے کے ساتھ منظر کھڑے ہیں یہ سب حال دیکھ کر  
قاضی زادے کے دل میں یقین ہوا کہ یہ بادشاہ کے نشست کا مقام ہے  
اب کوئی دم میں بادشاہ کی لیدار نصیب ہوتی ہے آخر کو حضرت ظل سبحانی برآمد  
ہوے اور سارے مجرا یون کا سلام قبول ہوا اور قاضی زادہ بھی دیدار  
اور سلام بادشاہی سے مشرف ہوا اور ایک لحظہ از خود رفتہ ہو گیا اور نہایت  
حیرت سے دلیں کہنے لگا کہ ابھی یہ قرب تکم سچ حاصل ہوا ہے یا ہم خواب  
دیکھتے ہیں غرض جب ہوش حواس درست ہوا تب استاد نے کہا کہ میان سمنے  
بیان تاک تمکو پہنچایا اور ایک منزل تمھاری تمام ہوئی مگر تمھارا مقصد دلی فقط  
دیدار شاہی سے پورا نہو گا اب تمکو ہم دوسری منزل کی جو بات تعلیم کرتے  
ہیں اسکو بجالاً و تاکہ تمھارا دلی مقصد حاصل ہو اب خبردار اس مقام میں حاضر ہو کے  
بادشاہ کے چہرے پر ٹک لگائے رہنا اور بادشاہ کے چہرے کو دیکھنے کے بادشاہ  
کی خوشی اور رنج پہچانا کرنا اور اس کام کو پہچان رکھنا جس سے بادشاہ کو  
خوشی یا رنج ہوتا ہے پھر خوشی اور رنج کی زیادتی اور کمی کے مرتبہ  
کو پہچان رکھنا اور بادشاہ کے خوش کرنے کے سارے کام چھوٹی اور  
بڑی خوشی کے کیا کرنا اور رنج دینے کے سارے کام چھوٹے رنج کے  
ہون یا بڑے رنج کے کیسکے پاس بخانا اور کچا لہسن اور کچی پیاز کھا کے اور کپڑے  
میں کوئی آلودگی لگا کے دربار میں ہرگز نہ آنا کہیں بادشاہ بدبو پا کے یا کپڑے  
گندگی دیکھ کے بے ادب اور بے تمیز جان کے اپنے دربار سے نکلوا دیا تو  
پھر کسی کام کے نہ ہو گے اور اپنے ملک میں پھر جائیکے قابل نہ ہو گے اور

اترے وہاں کے عجائبات اور تماشا دیکھنے میں مشغول ہو کیا جب بہت تاخیر ہوئی تب  
استاد قاضی زادے کو بلا لایا اور کہا کہ میان ایسے ایسے خیالات اور سیر تماشے  
سے باز رہو کہ ایسے ایسے سیر تماشے سے دہلی میں پہنچنے سے باز رہو گے اگر اسی  
سیر تماشے میں رہ جاؤ گے تو دہلی سے بالکل محروم رہ جاؤ گے اور اگر دہلی  
جانے کا قصد کرو گے تو بھی بعد مدت دراز کے بھولتے بھولتے دہلی میں پہنچو گے  
غرض قاضی زادے کو استاد لایا اور دہلی کی راہ پکڑا اور شہر ون اور مقاموں  
کی سیر کرتے کرتے پوچھتے پوچھتے ایک روز دہلی شہر کی جامع مسجد کا منارہ نظر  
آیا اور استاد نے کہا کہ میان یہ دیکھو دہلی کا منارہ نظر آیا یہ سننے کے ساتھ ہی  
دہلی کا منارہ دیکھ کے قاضی زادہ مارے خوشی کے دل میں کہنے لگا کہ الحمد للہ  
کہ دہلی دہلی سنتے تھے سو آنکھ سے دیکھا اور مدت کی آرزو برآئی اب معلوم  
نہیں کہ یہ ہم خواب دیکھتے ہیں یا جاگتے ہیں دہلی کا منارہ نظر آیا پھر جب دہلی شہر  
میں کشتی پہنچی اور استاد نے کہا کہ اب دہلی شہر کے اندر داخل ہو گے  
تب مارے خوشی کے قاضی زادہ بے اختیار ہو کے کہنے لگا کہ یہ بیداریت  
یارب یا بخواب است آخر کو استاد ایک مکان میں مقام کر کے قاضی زادے کو  
ساتھ لیکے بادشاہ کے دربار کے طرف روانہ ہوا اور راہ میں بادشاہی شہر خانہ  
فیصل خانہ اسطبل جو ملتا گیا اسکو بتا گیا اور قاضی زادے کو ان سب آثار کے  
دیکھنے سے بادشاہی دربار کے قریب پہنچنے کا یقین ہوتا گیا اور دل کو نہایت  
خوشی اور تسلی حاصل ہوتی گئی یہاں تک کہ خاص دولت شاہی پر پہنچے اور استاد  
نے اپنی قدیم ملاقات اور دوستی کے سبب سے قاضی زادے کو دربان کے  
سپر دیکھا اور کہا کہ بہائی یہ تمہارا بھتیجا ہے جب یہ حاضر ہو تب اسکو اندر داخل  
ہونے کی اجازت ملے پھر استاد وہاں سے قاضی زادے کو ساتھ لئے ہوئے

خوشی ہوئی اس خوشی کے چہرے کو قاضی زادے نے پہچان لیا کسی نے خبر دیا کہ پیر و مرشد ہزار جوان ٹھگ جو فلا نے جگل اور پہاڑ میں چھپے رہا کرتے تھے اور سوداگروں اور رعایا کو لوٹا مارا کرتے تھے سوسب کے سب آج گرفتار آئے بادشاہ کو کچھ زیادہ خوشی ہوئی اس خوشی کے چہرے کو بھی قاضی زادے نے پہچان لیا کسی نے خبر دیا کہ سہنشاہ سلیمان جاہ آج آپ کے فلا نے غنیم کی شکست فاش ہوئی اور فوج جرات شاہی نے اُسکو بھگا کے اُسکے سرحد تک پہنچا دیا بادشاہ کو پہلی خوشی سے بہت زیادہ یہ خوشی ہوئی اس خوشی کے چہرے کو بھی قاضی زادے نے پہچان لیا کسی نے خبر دیا کہ صاحب عالم و عالمیان سلامت آج حضور کا فلانا غنیم جیسے حضور کا اوصالک دبا لیا تھا اُسکی شکست ہوئی اور وہ قید کر کے حضور میں روانہ کیا گیا اور اُسکے سارے ملک میں حکام اور صوبہ شاہی بیٹھ گئے بادشاہ کو ان تینوں خوشیوں سے بڑھ چڑھ کے خوشی ہوئی اس خوشی کے چہرے کو بھی قاضی زادے نے پہچان لیا اور نہایت صفائی اور لطافت کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں حاضر رہا کرتا تھا اور وقت پا کے سارے ارکان دولت کی ملاقات بھی کرتا تھا اور ہر ایک کو ایسا خوش کیا کہ سب کے سب اسکی حاضر باشی اور خوش مزاجی کے احسان مند ہو کے وقت کے منتظر رہے کہ وقت پا کے قاضی زادے کے حق میں کلمہ خیر بولیں اور سارے شاگرد پیشوں دربان خدمتگار باورچی سبکدہ وغیرہ سے ایسا بھائی چارا اور دوستی پیدا کیا کہ وہ سب بھی اسکے احسان سے نہال ہو کے وقت کو تکتے رہے آخر کو ایک روز بادشاہ پوچھ بیٹھا کہ یہ کون شخص ہے اسنے کبھی کچھ اپنا حال عرض کیا یہ سنتے ہی وزیر اعظم نے عرض کیا کہ جہاں یہ شخص ملک بنگالے کا قاضی زادہ معافیدار مرد عالم اور دیندار نہایت منظم اور ہوشیار ہے اس خوبی کا آدمی خود ہی نے کبھی دربار شاہی میں نہ دیکھا وزیر اعظم

آگے سے بھی بڑھنے کے ذلیل اور بے عزت ہو جاؤ گے پھر دربار کے سارے ارکان دولت اور بڑے درجے کے لوگ وزیر اعظم سے لیکے بخشی ناظر محترم تک اور چھوٹے درجے کے لوگ نقیب چوہدری سے لیکے خدا شکار خانسا مان باورچی دربان سائیس تک سے ملاقات رکھنا اور سب سے دوستی اور بھائی چارہ پیدا کرنا اور ایسا سبکو راضی رکھنا کہ وقت پر سب تمہاری سفارش کریں اور شہر کے سارے رعایا بننے بقال تیلی تنبولی کو راضی رکھنا اور کسی اعلیٰ اور ادنیٰ سے ایسے چال نہ چلنا کہ کوئی بادشاہ کے حضور میں فریاد کرے نہیں تو پھر کسی کام کے نہ ہو گے اور مقصد دلی کے حاصل ہونے سے محروم رہو گے اور ساری محنت برباد ہو جاوے گی الغرض اس قسم کی بہت سی بات استاد نے قاضی زادے کو سمجھا دیا تب قاضی زادے نے بھی استاد کے حکم کو خوب مان لیا اور بادشاہ کے چہرے پر ٹک لگا کے رہنے لگا کسی نے آگے خبر دیا کہ جہان پناہ حضور کے رتھ کا ہیل مر گیا بادشاہ کو تھوڑا سا رنج ہوا اس وقت کے چہرے کو قاضی زادے نے پہچان لیا کسی نے خبر دیا کہ پیر و مرشد حضور کی سواری کا خاصا گھوڑا فوت ہو گیا بادشاہ کو پہلے رنج سے کچھ تھوڑا سا زیادہ رنج ہوا اس رنج کے چہرے کو قاضی زادے نے پہچان لیا پھر کسی نے خبر دیا کہ کرامات حضور کے فلانے صوبے کا انتقال ہوا بادشاہ کو ان دونوں رنجوں سے کچھ زیادہ بڑھ کے رنج ہوا اس رنج کے چہرے کو بھی قاضی زادے نے پہچان لیا کسی نے خبر دیا کہ شاہنشاہ حضور کے وزیر اعظم کا آج انتقال ہوا بادشاہ کو ان سب رنج سے بڑا رنج ہوا اس رنج کے چہرے کو بھی قاضی زادے نے پہچان لیا اب یہ چھوٹا بڑا چار قسم کا رنج ہوا یا درہے کسی نے خبر دیا کہ جہان پناہ فلانا نامی چور حضور کے اقبال سے آج گرفتار ہوا بادشاہ کو تھوڑی سی



سنت کے ساتھ پورا طے کرنا ہے اور چھپوٹوں لطیفوں کا الگ الگ ذکر کرنا اور ایک میں ملانا اور جس دم کے ساتھ نفی اثبات کا ذکر کرنا اور سلطان الذکر کرنا یہ سب بجای سفر کے سامان لہدی و حنیان لہسن پیاز وغیرہ کے ہے اور تمام عالم کی نفی کا مراقبہ بجائے شہر کے لوگوں سے رخصت ہونیکے ہے اور اپنے بدن کی نفی کا مراقبہ بجائے گھر کے لوگوں کے رخصت کرنے کے ہے اور نفی النفی کا مراقبہ بجائے اُس بچے کے رخصت کر نیکنے ہے اور نور کے پردوں کا طلی کرنا بجائے کشتی کھلجانے اور سفر کرنے کے ہے اور جیسا کہ کوئی عمدہ شہر دیکھے کے قاضی زادے نے سمجھا تھا کہ یہی دہلی ہے پھر استاد نے سمجھا دیا کہ ابھی وہی دور ہے ویسا نور کے پردوں کی سیر میں جو کبھی ایسا نور نظر پڑتا ہے کہ سکو مبتدی گمان کرتا ہے کہ یہ نور ذات بحت کا ہے اور سکو مشاہدہ حاصل ہوا پھر مرشد سمجھا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس بات سے اسکا نور سیکو نظر پڑے اور نور کے پردوں کی سیر کو چھوڑ کے توحید صفاتی میں مشغول ہونا اور دور دراز شہر و نکل سیر کرنا اور وہاں کے حالات کا فی الواقع دریافت ہو جانا بجائے دھلی کی راہ کے دہنے بائین کی بازاء اور عجیب وغریب شہروں کے عجائبات دیکھنے اور تماشا دیکھنے کے ہے اور یہ راہ شاہدہ سے محروم رہنے یا شاہدہ حاصل ہونے میں تاخیر کی موجب ہے اور توحید صفاتی کے معنی قریب ہی نقشبندیہ طریقہ کے اشغال کے بیان میں معلوم ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ پھر نور کے پردوں کے طے کرتے کرتے نسبت بزرگی تک پہنچا بجای بادشاہ کے تخت دیکھنے کے ہے پھر شاہدہ کا حاصل ہونا بجائے بادشاہ کی دیدار اور ایک منزل تمام ہونے کے ہے اور حقیقت میں شاہدہ ایمان تحقیقی ہے پھر جیسا کہ وہاں استاد نے پہلی کنزل تمام ہونیکو بعد مقصد دلی حاصل ہونیکو واسطے دوسری منزل کی بت تعلیم کیا تھا ویسا یہاں شاہدہ حاصل ہونیکے بعد دوسرا سلوک شروع ہوتا ہے اسکو سلوک ثانی اور سیر فی اللہ اور نہایات کہتے ہیں اور حقیقت میں یہ تقویٰ اختیار کرنا ہے اور وہاں جیسا

کا یہ عرض کرنا کہ سارے ارکان دولت یہی بات بولے پھر جب بادشاہ ہوا کھانے کو  
 سوار ہونے لگے تو سائیس نے رکاب تمام کے عرض کیا کہ جہاں پناہ حضور نے جسکا  
 آج حال پوچھا فدوی تو محض جھوٹا ہے فدوی کیا جانتا ہے مگر ایسا خوبی والا دربار  
 شاہی میں فدوی کو کبھی نظر نہ پڑا پھر جب سواری در دولت پر جا پہنچی دربان  
 بولا جہاں پناہ سلامت جسکا آج دربار میں چرچا تھا ایسا آدمی کبھی فدوی نے اس  
 دروازے میں داخل ہوتے نہ دیکھا پھر جب بادشاہ خاصہ نوش فرمانے بیٹھے تب  
 خدمتگار باورچی رکابدار سارے متفق ہو کے بولے کہ کرامات جسکا آج دربار شاہی  
 میں شور ہو رہا ہے اس خوبی اور لیاقت کا آدمی جان نثاروں نے کبھی نہ دیکھا جب  
 بادشاہ سبکی زبان سے قاضی زادے کی صفت اور تعریف سننے قاضی زادے سے  
 نہایت راضی ہوا اور قاضی زادہ بادشاہ کی نظر میں مقبول ہوا تب قاضی زادے کو  
 تخلیہ میں بلا کے اس کا سارا حال سنا اور اسپر رحم کر کے اور اسکو نہایت منتظم  
 اور امین دریافت کر کے اس معافی قدیم کو بھی زیادہ کیا اور نیک بنکالے کا صوبہ  
 بھی اسکے سپرد کیا عرض جب قاضی زادہ دونوں منزل میں پورا اتر اتوا اسکا  
 دلی مقصد حاصل ہوا اور منصب شاہی اسکے سپرد ہوا اور وہ دشمن روسیہ  
 ہو کے قاضی زادگی بالکل معافی چھوڑ چھاڑ کے خدا جانے کہاں بھاگا اب اس  
 مثل سے طریقت والوں کے دونوں سلوک کے اختیار کرنے اور چلنے کی راہ اور  
 مرشد پکڑنے کا اور نقشبندیہ طریقہ کا ذکر اور مراقبہ کا بیان کر کے ہم سمجھاتے  
 ہیں وہ یہ ہے کہ سارے مسلمانوں کے لئے بطور آدم علیہ السلام کی معافی اور  
 سیراٹ کے بہشت میں حصہ مقرر ہے شیطان دغا اور فریب دیکے ایسے عمل کرتا  
 ہے کہ وہ اس مکان کے قابل نہیں رہتا پھر دغا اور فریب سے اصل ایمان بھی لینے  
 چاہتا ہے سو اسکی علاج مرشد کا پکڑنا اور دونوں سلوک بطور شایستہ یعنی اتباع

زکوٰۃ حج و ضوعسل تیمم وغیرہ کے اور اسیطرح مسنن اور مستحبات کو قیاس کر کے مثل  
 تنجید اور اشراق اور چاشت اور تلاوت کے اور مثل سواک اور وضو کے بعد کی دعا  
 اور اذان کے بعد کی دعا وغیرہ کے اور وہاں جو شہر کے سارے رعایا کو راضی رکھے  
 اور اُن سے بری حال نہ چلنے کا مضمون بیان کیا یہاں بھی ہر قسم کے مسائل بیع  
 شراہین نكاح نفقہ طلاق وغیرہ پر عمل کرے اور کسی مسائل کے خلاف نہ کرے  
 جب اس طرح سلوک ثانی کو خوبی کے ساتھ تمام کریگا اور سارے عمل صلح اُسکے شفیع  
 ہونگے تب حق سبحانہ کا مقبول اور خاص بندہ بن جاوے گا اور اسکو خدمتین سپرد ہوگی  
 اور شیطان کو اسپر زور نہ ہوگا فرمایا اللہ تعالیٰ نے پندرہویں سپارہ سورہ نبی اہل  
 مین ان عبادہ لیس لک علیکم سلطان۔ وہ جو میرے بندے ہیں اُن پر نہیں تیری حکومت  
 تو اسکی حقیقت یہ ہے کہ مشاہدہ تو ایمان تحقیقی ہو اور سلوک ثانی تقویٰ اور اتباع سنت  
 ہو اور ان دونوں چیزوں کے حاصل ہونے سے آدمی ولی ہوتا ہے جیسا کہ گیارہویں  
 سپارہ سورہ یونس میں ولی کی شناخت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا  
 وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ اَہ جو لوگ یقین لائے اور رب پر ہنر کرتے ہدایات اور  
 نہایات کے بیان سے اور اس مثال سے دونوں سلوک کا حال بخوبی سمجھ میں آگیا

اب کچھ ذکر کا بیان سنو +

بارہویں فصل ذکر کی فضیلت اور ذکر کی تاثیر اور فائدہ اور  
 ذکر کے بعض طریق اور مشاہدہ کی حقیقت اور اسکے حاصل  
 ہونے نہونے کی شناخت اور اسکے حاصل ہونے

کی راہ کے بیان میں

بادشاہ کے چہرے پر لگا کے بادشاہ کی خوشی اور رنج کو پہچاننے کہا تھا ویسا یہاں بھی  
 واما شاہدہ بین غرق ہو کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بموجب انگی پیرومی روح  
 اور نفس اور قلب اور قالب سے کرتے ہیں اور حق سبحانہ کی مرادھی نامرضی اور خوشی کا کام  
 اور غضب کا کام پہچانتے ہیں اور اس مرضی نامرضی پہچاننے کا بیان قرآن اور حدیث سے  
 نکال کے فقہ میں خوب لکھا گیا ہے وہاں جو کچا لہسن پیاز کھا کے اور گندگی آلودہ کپڑا  
 پہرے دربار میں جانے سے منع کیا یہاں بھی کچی پیاز کچا لہسن کھا کے مسجد میں جانا اور نماز  
 پڑھنا منع ہے اور حرام کمائی کا کپڑا پہنا اور مرد کو ریشمی کپڑا پہنا منع ہے اور نماز کے  
 مکروہ ہونیکا موجب پھر وہاں چار قسم کا چھوٹا بڑا رنج بیان کیا یہاں بھی حق سبحانہ  
 کی خوشی کے کام چار قسم ہیں مکروہ حرام شرک کفر ایک سے ایک بڑھ کے وہاں  
 چھوٹی بڑی چار قسم کی خوشی بیان کیا ہے یہاں حق سبحانہ کی خوشی کے کام چار  
 قسم ہیں مستحب سنت مکروہ واجب فرض ایک سے ایک بڑھ کے تو حق سبحانہ کو نہ غمنا  
 ناخوش کرے نہ بہت نہ مکروہ اور حرام کے پاس جاوے نہ شرک اور کفر کے اور  
 حق سبحانہ کے خوش کرنے کے واسطے اسکی چھوٹی خوشی کا اور بڑی خوشی کا سارا کام بجلاوے  
 اور مستحب سنت مکروہ واجب فرض سب کو ادا کرے اور وہاں دربار کے سارے  
 ارکان دولت وزیر اعظم سے لیکے سائیس تک کی ملاقات اور دوستی کو اور سب کو راضی  
 رکھنے کو کہا یہاں بادشاہ حقیقی مالک الملک کے دربار کا بڑا ارکان دولت پانچ وقت  
 کی نماز ہے اسکو ایسا محافظت کے ساتھ ادا کرے کہ حق سبحانہ کے دربار میں نماز اسکی  
 شفاعت کرے نماز کو ایذا نہ دے اسکو نگرہی لولی نہ کرے کہ حق سبحانہ کے دربار  
 میں اسکی شکایت کر کے اسکو روسیہ کر اوے مثلاً اسکے کسی امکان اور شرایط  
 اور وجوہ اور سنتوں کو خراب نہ کرے جماعت کے ہوتے اکیلے نہ پڑھے مسجد کے ہوتی  
 گھر میں نہ پڑھے اور اسیطر سے سارے فرضیں اسلام کو قیاس کرے مثل روزی

کہ ہر چیز کیو اسطی ایک صفتیل ہے اور صفتیل دلونکی ذرا اللہ تعالیٰ اور کوئی چیز اللہ کے عبادت نجات دیروالی  
 زیادہ نہیں ہے اللہ کی ذکر کو لوگوں نے عرض کیا کہ کیا اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں اللہ کی ذکر کی برابری کا تا فرمایا اور میں  
 اللہ کی ذکر کی برابری کرتا ہے یہ کام کہ مرد مجاہدہ اپنی ستمیہ سے اس قدر مارے کہ  
 ستمیہ ٹوٹ جاوے ذکر کی فضیلت اور فائدے کے بیان میں حدیث میں بیشمار ہیں بطور  
 نمونہ کے اس قدر لکھا ذکر سے بندیکے پاس اللہ تعالیٰ کا حاضر ہونا اور معلوم ہو چکا اور عقید  
 سے ثابت ہوا کہ ذکر سے دل کی صفتیل ہوتی ہے اور دل صاف ہوتا ہے۔ اب ذکر کی  
**تاثر کے بیان کی**۔ ایک آیت اور ایک حدیث سنو فرمایا اللہ سبحانہ و تعالیٰ  
 شانہ کے پچیسویں پارہ سورہ زمر میں۔ وَمَنْ لَقِيَ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ نَقِيضًا لَهٗ شَيْطَانًا  
 كَهَوَاكِدِّ قَرْيَةٍ. وَأَنْتُمْ لَيَسَّرُ اللَّهُ لَهُ السَّيْلَ وَيَجْهَبُ عَنْكُمْ مَرَدُّكَ. اور جو کوئی اللہ سے  
 چر اوے رحمن کی یاد سے ہم اسپر تعین کر لیں شیطان پھر وہ رہے اسکا ساتھی اور وہ انکو  
 روکتے ہیں راہ سے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں اور شکوۃ مصالیح میں باب ذکر اللہ  
 غر جبل و التقرب الیہ کی تیسری فصل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے  
 اُسنے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ الشَّيْطَانُ جَاءَتْهُ عَلَى قَلْبِ ابْنِ  
 آدَمَ فَإِذَا ذَكَرَ اللَّهُ حَسَنًا وَآذَى عَقْلًا وَسُوسَ الشَّيْطَانَ يَبْغِيهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ  
 آدمی کے دل پر سوجب آدمی ذکر کرتا ہے اللہ کی تب شیطان پیچھے جاتا ہے اور جدا  
 ہو جاتا ہے اور جب اللہ کی ذکر سے غافل اور بے خبر ہوتا ہے تب وسوسا دلاتا ہے  
 انتہی سوجو لوگ سلوک الی اللہ یعنی اللہ کی راہ میں چلنے کا ارادہ کرتے ہیں انکے واسطے  
 اللہ کی ذکر کا اختیار کرنا ضرور ہے اور ذکر دو قسم ہے ذکر سانی یعنی اللہ کو زبان سے  
 یاد کرنا اور ذکر قلبی یعنی اللہ کو دل سے یاد کرنا اور اسکی مراقبہ کہتے ہیں سو دونوں قسم  
 کے ذکر سے اللہ کی راہ ملتی ہے اور ذکر کے طریقوں کا کچھ حد مقرر نہیں ہے جس طرح  
 ذکر کر گیا اللہ کی راہ پاویگا اور ذکر میں جو ضرب مقرر کیا ہے اور اللہ کے نام



باز رہتے ہیں سو سب ذکر ٹھہرے اور شرع کے خلاف فاسق اور بدعتی غافل ٹھہرے  
اگرچہ دن رات کسی ذکر اور شغل میں مشغول ہوں (فائدہ) چشتیہ قادر یہ نقشبندیہ  
وغیرہ اشغال سے یہی غرض ہوتی ہے کہ وہی ملکہ جسکو نسبت اور بصیرت اور سکینہ کہتی  
ہیں حاصل ہو جاوے اور وہ ملکہ مشاہدہ تک پہنچاوے تو بس اُن شیطان میں برابر  
لگا رہے اور ہمیشہ اُن میں غرق رہے تاکہ اُسکے سبب سے نفس ناطقہ خوب چکا ملکہ حاصل  
کرے غرض جس شغل کو اختیار کرے اسکو ترک نہ کرے اُس میں برابر ہمیشہ لگا رہے اور اُس میں  
غرق رہے بلاشبہ سکینہ اور مشاہدہ حاصل ہوگا کیونکہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ہے لَا يَعْقِلُ قَوْمٌ يَدْرُكُونَ اللَّهَ تَعَالَى إِلَّا أَحْفَتَهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَعَشِيَتْهُمُ النَّحْمَةُ  
وَتَوَلَّتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عَمِلَا سَرًا وَآلًا مُسْلِمِينَ نہین بیٹھتے ہیں کوئی گرو  
اور جماعت اللہ تعالیٰ کی ذکر کرنے کو مگر گھیر لیتے ہیں انکو اور ان کے گرد بگرد پھرتے  
ہیں فرشتے اور چھپا لیتی ہے انکو اللہ کی رحمت اور اترتی ہے ان پر سکینہ یعنی آرام  
باطن کا اور اطمینان اور تسلی دل کی کہ اسکے سبب سے شہوات دنیا کی خواہش اور شہر  
کے سوا کا خوف دل سے نکل جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حضور ہی حاصل ہوتی ہے اور  
صفات نورانیت کی ظاہر ہوتی ہے اور سکینہ ایک چیز ہے مخلوقات الہی سے اُس میں  
طمانیت یعنی چین اور آرام اور رحمت ہے اور اسکے ساتھ فرشتے ہیں اور کبھی ایک  
ابر کی صورت میں اترتی ہے اسوقت میں نورانیت اور آرام اور حضور قلب اور  
عاطر جمعی اور عبادت میں لذت جو حاصل ہوتی ہے سو سکینہ کا اثر ہے اور یاد کرتا ہے  
انکو اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں جو اسکے پاس ہیں یعنی حق تعالیٰ اپنے حضور کے مقرب  
فرشتوں میں انکی خوبی بیان کرتا ہے اور فخر کرتا ہے اور فرشتے لوگ جو دعویٰ  
کرتے تھے کہ ہم لوگ تیری تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں اور آدمی لوگ خون اور فساد  
کریں گے سو ان لوگوں پر آدمی کی فضیلت اور کرامت ظاہر کرتا ہے روایت کیا ہے

کو سختی کے ساتھ نکالنا مقرر کیا ہے اور ذکر کے مکان مثل چھوٹے لٹنے وغیرہ عضو کے  
 نگاہ رکھنے کو جو مقرر کیا ہے تو اس میں یہ حکمت ہے کہ آدمی کی خلقت اسطور پر پیدا ہوئی ہے  
 کہ وہ چھوٹے کی طرف متوجہ رہتا ہے یعنی پچھم پورب اتر دکھن نیچے اُپر یا گوناگون دکھتا  
 رہتا ہے اور آوازوں کی طرف کان لگا کے سنے پر متوجہ رہتا ہے اور اُس کے جی میں  
 باتیں اور خیالات گھومنا کرتے ہیں سو طریقت کے مجتہدوں نے ذکر کی ان مذکور  
 وضعوں کو مقرر کیا ہے اپنی تین اپنی ذات کے سوا ہی دوسری کی طرف متوجہ ہونے  
 سے روکنے کی واسطے تاکہ ذکر کی وقت اپنے ذکر کے مکان کے سوا ہی ذکر دوسرے  
 کیسی طرف متوجہ نہ ہو اور انواع اقسام کے خیالات اور وسوسوں جو دل میں باہر  
 سے آیا کرتے ہیں انکے روکنے کی واسطے اور یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جب ذکر ذکر  
 میں مشغول ہوگا اور لطیفوں کی ذکر دریافت کرین یا جس دم کے ساتھ نفی اثبات کی  
 ذکر کے کینچے اور ضرب کرنے اور طاق عدد کے نگاہ رکھنے میں یا زانو اور قلب وغیرہ  
 میں ذکر کے ضرب کرنے میں مشغول ہوگا تب دوسرا خیال کہاں سے آوے گا سو یہ وضع  
 اور طریقہ اس واسطے مقرر کیا ہے تاکہ اہستہ اہستہ بتدریج اپنی ذات کی طرف متوجہ رہنے  
 کو بھی چھوڑ کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کے کوٹھے پر چڑھ جاوے یعنی جب سیکڑوں  
 آوازوں اور ساری جہتوں اور انواع اقسام کے خیالات کو چھوڑ کے فقط ایک  
 اپنی ذات کی طرف متوجہ رہنے کا ڈھب آگیا تب اہستہ اہستہ اس کو بھی چھوڑ کے  
 فقط اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا سہل معلوم ہوگا یہ مضمون قول کھیل کا سے  
 اور مقدمہ میں جو تفسیر فتح العزیز سے فاذا ذکرنا ذکر کرم کی تفسیر لکھا ہے اُسکے مفت  
 جو شخص زبان یا دل یا جوارح سے ذکر کرے اور اپنی معاش کے کام میں مشغول رہے  
 سو ذکر میں داخل ہوگا اور شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہے گا سبحان اللہ میں  
 کیا آسانی ہے اب اس صورت میں سارے مسلمان جو حکم کو بجاتے ہیں اور نہایت سے



دل کو حاصل ہو یعنی اگرچہ اسکی توحید کی دلیلین بے شمار ہیں مگر مومن کا محتاج نہیں اور روز میثاق کے اقرار اور سوال جواب کی لذت میں ڈوبا ہے جیسا کہ حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے صادق عاشقوں کے حال کو بیان فرمایا ہے:

الست از ازل ہجمنان بگوش | بفریاد متالوا لہی درخوش

یعنی اللہ کے لیے عاشقوں کا یہ حال ہے کہ قول قرار السنت بر بکم کا ازل کے روز سے آج تک ویسا ہی انکی تینوں دل کے کان میں باقی ہے اور اب تک قائل ہے

کی فریاد کے ساتھ چلاتے ہیں ویسا ہی حال مشاہدہ کا ہے **خلاصہ** یہ کہ حق جل و علیٰ کی ذات پاک کا خاصہ ہے کہ اپنے یاد کر نیوالے کی طرف نزول فرماتا ہے اور دنو اور تدلی فرماتا ہے یعنی خوب نزدیک ہوتا ہے اور اسکے مدرسے کو

پر کرتا ہے کہ پھر دوسری چیز کی جگہ باقی نہیں رہتی اور باطنی لطیفوں یعنی قلب روح عقل وغیرہ پر غالب ہوتا ہے اور اونکو اپنے قابو میں کر لیتا ہے یعنی اسکے باطن میں اللہ کا نور خیمیا جاتا ہے اور اسکو اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے اور اس تدلی و اتقی اور

حقیقی کے سبب اللہ تعالیٰ آدمی کی روح کی روح کا حکم کیڑتا ہے اور جو علاقہ کہ روح کو بدن کے ساتھ ہے وہی علاقہ اس تدلی کو روح کے ساتھ ہوتا ہے اور روح اسکو پاس ہونیکو پہچانتی ہے جس طرح سے نفس اور قالب روح کو پہچانتا ہے باوجودیکہ

سامہ باصرہ شامہ ذائقہ لامہ سے روح محسوس نہیں ہوتی یعنی روح کو کوئی رستنا ہے نہ دیکھتا نہ سونگھتا ہے نہ چمکتا نہ ٹوٹتا ہے مگر اپنی روح کے قرب اور معیت اور موجود اور حاضر ہونے کا یقین اور اسکی دلی محبت ہر کیسکو حاصل ہے بس اسی طرح روح اللہ تعالیٰ کو پہچانتی ہے غرض مراقبہ اصل ہے اسکو لازم کرے اور اسے

غافل بنو اور جیسا کہ پانچویں فصل میں لکھا ہے ویسا ہی اپنے حال میں غور کرتا ہے یہ سب تقریر جو اس خاکسار نے طبع سے بیان کیا ہے سو فائدہ سے خالی نہیں

حدیث کو مسلم نے یہ حدیث مشکوٰۃ کے باب ذکر اللہ عزوجل والتقریب الیہ کی پہلی فصل میں ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہو اس حدیث کا ترجمہ اشعۃ اللغات شرح مشکوٰۃ سے لکھا قائدہ اب ایک مضمون بڑے کام کا سنو وہ یہ ہے کہ اوپر جو ہے مرتبہ کا بیان لکھا ہے اسی طرح سے مراقبہ کرتا رہے خود بخود وہ سبحانہ اپنی طرف کھینچ لیکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مشاہدہ حاصل ہو گا اور مشاہدہ کی لذت اور مزہ کوئی کسی کو سمجھا نہیں سکتا اور یہ بات ظاہر ہے جس طرح کسی شخص نے کہی نہک یا شکر یا دودھ نہ چکھا ہو اسکو کوئی شخص دلیل اور تقریر سے ان چیزوں کی مزہ سمجھا نہیں سکتا مگر کھینے والا آپ خوب سمجھتا ہے اگرچہ تقریر نہ کر سکے یا اندھا آدمی اپنے اُسنے سامنے کے آدمی جسے بات کرتا ہے تب اسکو آدمی کے موجود اور مخاطب اور سامنے ہونے کا یقین دل میں خوب مضبوط ہوتا ہے اگرچہ دلیل اور تقریر سے دوسرے کو سمجھا نہیں سکتا اور جب مومن کو **ایاک نعبد و ایاک نستعین** کے بولتے وقت اس اندھے کا یقین ہو تب بھی کفایت ہے بلکہ یہی مشاہدہ ہے اور جب تک ایسا ہی نہ ہو تب تک جانے کہ ابھی مجھکو مشاہدہ نہیں حاصل ہوا اور سمجھانے کی واسطے یہ مثال لکھا باقی جب شاہہ حاصل ہو گا تب اس سے زیادہ لذت پاؤ گا غرض یہ کہ زیادہ کبھی اُتکرے اور شک شبہ کے پاس نجاوسی بلکہ جیسا کہ قدیم سے سنتا آیا ہے کہ وہ سبحانہ بیچون اور بیچون اور بے شبہ اور بے نمون اور بے مثل ہے اور رنگ روپ صورت شکل جہت سب سے پاک ہے اور اسکی ذات کے بھید کو عقل دریافت نہیں کرتی اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کے سوا کسی آنکھ دنیا کی زندگی میں اسکو دیکھ نہیں سکتی ویسا ہی صرف اُس ذات بحت کا جو اللہ کی لفظ کا مفہوم ہے مراقبہ کرتا رہے جسکو ہر ایک شخص اللہ کی لفظ سے سمجھ جاتا ہے اور جیسا کہ اُس سبحانہ کی توحید ہر مومن کی سمجھ میں بغیر دلیل کے آگئی ہے اور اسکی توحید کا ذوق

ہوتا ہوا چلا آیا ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے اگرچہ اس نسبت کے رنگ اور اس کے  
 حاصل کرنے کے طریقے مختلف ہیں یہاں تک قول بحمیل کا مضمون ہے جب یہ بات  
 دہن نشین ہو گئی تو اب اس نسبت کے حاصل ہونے کی واسطے اشغال مذکورہ کے ساتھ  
 صحابہ اور تابعین کے طور مذکور کے ساتھ محنت اور کوشش کرنا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی اتباع میں داخل ہے۔ **فائدہ** ایک طریقہ ذکر کا سارے مشائخ کے طریقہ  
 کے موافق عوارف کے پچاسویں باب کے مضمون کا خلاصہ کر کے لکھتے ہیں وہ یہ ہے  
 کہ فجر کی نماز کے بعد جس مقام میں نماز پڑھا ہے اسی مقام میں قبلہ رخ بیٹھا رہے اور  
 اگر وہاں سے ہٹ کر ایک گوشہ میں بیٹھنے میں اُس کے دین کا فائدہ ہو تو وہاں سے  
 ہٹ کر ایک گوشہ میں بیٹھے تاکہ کسی سے بات نہ کرنا پڑے اور کس طرف دیکھنا نہ پڑے  
 کیونکہ اس وقت میں چین سے چپ چاپ بیٹھنے اور بات نہ کرنے میں صاف صاف کھلا کھلا  
 اثر ہے اور اس اثر کو اہل معاملہ اور اہل دل لوگ دریافت کرتے ہیں اور رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی عوارف میں اسکے بعد قرآن شریف کی جا بجا کی  
 الٰہی آیتیں متفرق لکھا ہے کہ انکو پڑھے بعد اسکے سبحان اللہ الحمد اللہ اللہ اکبر لکھا ہے  
 سو چونکہ اُن آیتوں کا پڑھنا ضروری نہیں ہے اور ہر شخص کو اُن کا یاد کرنا میرے نہیں  
 اور اصل غرض اس وقت میں تلاوت اور اللہ کی ذکر سے ہے سو ہم لکھتے ہیں پھر آتی  
 نماز کے مقام پر یا گوشہ میں جہاں موقع ہو قبلہ رخ بیٹھ کے پڑھے سبحان اللہ تین  
 بار الحمد لله تینتیس بار اللہ اکبر تینتیس بار اور ایجا رب لا الہ الا اللہ وحده لا شریک  
 لہ کہ الملک والحمد للہمعی ولیمیت و هو علیٰ کل شیء قَدیر کہ کے پورا سو تمام  
 کرے بعد اسکے قرآن مجید کی تلاوت میں حفظ یا صحف دیکھ کے یا جطر حکلی ذکر ہو  
 اس میں مشغول رہے بغیر خلل اور قصور اور نیند کے کیونکہ اس وقت میں نیند مکر وہ ہے  
 یقینی اور اگر نیند غالب ہو تو اپنے مصلے پر قبلہ رخ بیٹھا ہو جاوے پھر اگر اس میں

انہیں غور کرنے سے مشاہدہ کی حقیقت البتہ سمجھ میں آجاو گی اور مشاہدہ حاصل ہونے کی راہ نمود ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ قول انجمیل میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اب کوئی یہ خیال نہ کرے کہ بغیر ان اشغال مذکورہ کے یہ نسبت حاصل نہیں ہوتی بلکہ یوں جانا چاہیے کہ یہ اشغال بھی اُس نسبت کے حامل کرنیکے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اور اس نسبت کا حاصل ہونا ان اشغال میں مختصر اور موقوف نہیں ہے بلکہ اُسکے حاصل ہونے کی اور بھی راہ ہے صحابہ اور تابعین اس نسبت اور سکینہ کو ایک اور راہ سے حاصل کرتے تھے صحابہ اور تابعین کے سلوک کا طریقہ یہ ہے کہ جماعت کی نماز کے سوا نفل نمازوں اور تسبیحات میں خلوت اور اکیلے مکان میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے فروع اور فروتنی اور عاجزی اور حضور ہی کی شرطوں کی محافظت کے ساتھ اور حضور ہی اور دو بدو اور آمنے سامنے کا بیان قریب ہی ہو چکا غرض صحابہ اور تابعین سے حضور ہی کی شرط خوب ادا ہوتی تھی اور وہ حضرات ہمیشہ باظہارت رہتے تھے اور ساری لذتوں کی مٹائی والی چیز جو موت ہے اسکو ہمیشہ یاد رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو اپنے فرمان برداروں کی واسطے ثواب اور اپنے نافرمان برداروں کی واسطے عذاب مقرر کیا ہے اسکو ہمیشہ یاد رکھتے تھے تب ظاہری لذتوں سے انکو جدائی حاصل ہوتی تھی اور انکے دل سے ان لذتوں کا شوق اٹھ جاتا تھا اور ہمیشہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے تھے اور اسمیں غور کرتے تھے اور وعظ کرنے والے کا کلام سنا کرتے تھے اور جس حدیث سے دل نرم ہوتا ہے اسکو سنا کرتے تھے غرض ان چیزوں میں ہمیشہ برابر بہت مدت تک مشغول رہتے تھے تب انکو اللہ سے ایک علاقہ خاص کا ملکہ مضبوط اور ہیبت نفاذ یعنی نسبت اور بصیرت اور سکینہ اور نور حاصل ہوتا تھا تب اپنی باقی عمر بھر اسکی محافظت کیا کرتے تھے اور اس نسبت کے حامل ہونے کی واسطے محنت اور کوشش کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور میراث کے ہمارے مشایخ کے طریق میں

ترجمہ یا اللہ بخش تو مجھ کو اور میرے باپ مان کو اور مومن مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ  
 أَفْعَلُ بِي وَرَبِّهِمْ عَاجِلًا وَاجِلًا فِي الدِّينِ وَالْدُنْيَا الْأَخِرَةِ مَا أَنْتَ لَهُمْ أَهْلٌ وَلَا تَفْعَلُ  
 بِنَايَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهُ أَهْلٌ إِنَّكَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ جوادِ كَرِيمٍ يَهْوَى رَحِيمٌ۔ سات مرتبہ  
 ترجمہ یا اللہ کر تو میرے ساتھ اور میرے باپ مان کو اور مومن مردوں اور عورتوں کے  
 ساتھ جلدی میں اور دیرمی میں دین میں اور دنیا میں اور آخرت میں وہ چیز جس کے  
 لائق توبہ اور مت کر ہمارے ساتھ امی ہمارے صاحب وہ چیز جس کے لائق ہم نہیں بیشک  
 تو بخشنے والا برداشت والا بڑا دینے والا کرم کرنے والا نیکی کرنے والا مہربان کرنا والا  
 نہایت رحم والا ہے روایت کیا گیا ہے کہ ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خضر علیہ السلام  
 سے سیکھنے کے بعد جب سبعتا عشر پڑھا تو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں گیا  
 اور فرشتوں اور نبیوں کو دیکھا اور جنت کا کھانا کھایا اور نقل ہے کہ اسے چار مہینے  
 تک کچھ دکھایا لوگوں نے کہا ہے کہ اس دکھانے کا سبب یہی ہے کہ اسے جنت کا  
 کھانا کھایا پھر جب فراغت ہو سبعتا عشر سے تہ سبحان اللہ اور استغفر اللہ کہنے  
 اور تلاوت کرنے میں مشغول رہے یہاں تک کہ ایک نیزے برابر آفتاب اُٹھے  
 تب دو رکعت نماز پڑھے اس جگہ سے اُٹھنے کے پہلے باقی پانچونہ وقت کی دعا  
 اور تسبیح جو عوارف میں ہے سو اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ  
 پھر کسی رسالہ میں جد الکبیر کے صبح شام کی ذکر پر بیان کفایت کرتے ہیں پھر جب  
 دن آخر ہونے لگے رات کے استقبال کے واسطے وضو طہارت میں مستعد ہو جاوے  
 اور غروب کے قبل سبعتا عشر پڑھے اور تسبیح اور استغفار پڑھا رہے اور اسے  
 وقت میں پڑھنا شروع کرے کہ سبعتا عشر پڑھے تسبیح استغفار میں مشغول ہو  
 اور ابھی آفتاب باقی رہے اور غروب ہو نیلے وقت دشمس اور واللیل اور معوذتین  
 بھی پڑھے اور خط حصہ اللہ کی ذکر کے ساتھ دن کا استقبال کیا تھا ویسارات کا استقبال

بھی نیند بجاوے تو چند قدم قبلہ طرف چلے اور اسبطرے سے قبلہ طرف منہ کئے ہوئے  
 چند قدم پیچھے کو ہٹے کیونکہ اسوقت میں برابر قبلہ رخ رہنے میں اور بات نہ کرنے میں اور  
 نہ سونے میں اور برابر ذکر کرنے میں بڑا اثر ہے اور بڑی برکت ہے صاحب عوارف  
 لکھتے ہیں کہ ہنئے الحمد للہ یہ اثر اور برکت پایا ہے اور اللہ کے طالبوں کو ہم اسکی وصیت  
 کرتے ہیں اور اس بات کا اثر جو شخص کہ ذکر قلبی اور لسانی کو اسوقت میں اٹھا کر تارہی  
 سبک واسطے بہت ملتا ہے اور خوب ظاہر ہوتا ہے یہ خاکسار اسوقت میں تسبیح مذکور کے  
 بعد کچھ سنون دعائیں اور چارون قل پڑھنے کے نقشہ بند یہ طریقہ کاشمل کرتا ہے پھر آفتاب طلوع  
 ہونے کے قریب سبعت عشر پڑھتا ہے اس میں ذکر قلبی اور لسانی اٹھا ہو جاتی ہے  
 اور یہ وقت چونکہ دن کا شروع ہے اور دن جو ہے سو اس میں آفتوں کا مظنہ اور گماز  
 رہتا ہے سو جب دن کے شروع کو ان باتوں کی رعایت کر کے درست اور مضبوط کیا تو  
 دن کی نیون درست اور مضبوط کیا اور دن کے سارے اوقات اسی نیون پر درست  
 ہو جائینگے اور جب آفتاب طلوع ہوئی تو قریب ہو تب سبعت عشر پڑھنے شروع کر دو  
 اور سبعت عشر حضرت علیہ السلام کی تعلیم سے ہے کہ انھوں نے ابراہیم تیمی کو جو علما سے  
 تابعین میں سے تھے سکھلایا تھا اور حضرت خضر نے ذکر کیا کہ میں نے اسکو رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور جو شخص کہ اسکو ہمیشہ پڑھا کرتا ہے تو وہ شخص جو اور  
 سب دعاؤں اور ذکروں میں فائدے متفرق ہیں سبکو اسی مہبطت عشر میں پاتا ہے  
 اور سبعت عشر دس چیز ہیں کہ انکو سات سات مرتبہ پڑھنا ہوتا ہے وہ یہ ہے سورہ  
 فاتحہ سات مرتبہ قل اعوذ برب الفلق سات مرتبہ قل اعوذ برب الناس سات مرتبہ  
 قل لا اله الا الله و الحمد لله و لا اله الا الله و الله اكبر سات مرتبہ سبحان الله  
 و الحمد لله و لا اله الا الله و الله اكبر سات مرتبہ اللهم صل على محمد و على  
 آل محمد سات مرتبہ اللهم اغفر لي و الوالدي و للؤمنين و المؤمنات سات مرتبہ

سوان لطیفون کا بیان سنو پہلا لطیفہ قلب مقام اسکا بائیں چھاتی کے نیچے دوسرا  
 لطیفہ روح مقام اسکا دائیں چھاتی کے نیچے تیسرا لطیفہ سہ مقام اسکا دونوں  
 چھاتی کے درمیان میں کیچو نیچ چھاتی کے ہے جسکو ہندی میں دھکدھکی کہتے ہیں۔  
 چوتھا لطیفہ نفس مقام اسکا عین ناف ہے یا پخوانی لطیفہ خفی مقام اسکا  
 پیشانی میں ہے جہاں پر سر کا بال تمام ہوا ہے اور پیشانی اس جگہ سے شروع ہے  
 اور سجدہ کرنے کے سبب اسی جگہ پر نشان ہوتا ہے چھٹا لطیفہ خفی مقام  
 اسکا تالو ہے سر کی اگلے طرف جس جگہ پر لڑکوں کے سر میں جنبش معلوم ہوتی ہے  
**فائدہ** ان چھ لطیفوں کو اسی ترتیب مذکور کے ساتھ اسم ذات یعنی لفظ اللہ کی  
 ذکر سے بخوبی ذکر کرنا چاہیے اس طور پر کہ انکی ذکر اپنی تین معلوم ہو اور تلقین کرنے  
 والا کہ اُس نے اپنے لطیفوں میں اس ذکر کو جاری کیا ہے اپنے دل کے بڑے قصد سے  
 طالب کے لطیفوں میں اس ذکر کے ڈالنے کا ارادہ کرے اور سببات میں دعاء اور  
 التجا کر کے محض اللہ کے فضل سے مدد چاہے اور اپنے دل کے قصد کی قوت سے  
 توجہ کرے اور توجہ کا پورا پورا بیان ساتوین فضل میں معلوم ہو اور اُس کے توجہ کا ادنیٰ  
 اثر یہ ہے کہ طالب کے لطیفہ میں نبض کی سی جنبش معلوم ہوگی ایسی نہیں کہ ہاتھ رکھنے  
 سے معلوم ہو بلکہ اس طور پر کہ جب طالب اپنے لطیفہ کی طرف نگاہ کرے یعنی خیال  
 کرے تو اُسکو معلوم ہو جاوے بلکہ آگے کو یہ حال ہوگا کہ دوسرے کام میں مشغول  
 ہونے کے حالت میں وہ لطیفہ آدمی کو اپنی طرف متوجہ کر لے گا اور اُسکو نچھوڑے گا  
 کہ لطیفوں کی طرف سے بالکل غافل ہو جاوے توجہ وہ جنبش معلوم ہو تو سمجھے  
 کہ لطیفہ اللہ کے پاک نام کی ذکر کرتا ہے اور اس جنبش کے ساتھ اللہ اللہ کہتا ہے  
 اور طالب اس ذکر کی حالت میں جس پاک نام کی ذکر کرتا ہے اُس نام والے کی دلی  
 محبت اور حضور می پیدا کرے پس ان لطیفوں سے جدا جدا ذکر مشق کر کے پھر سب

کرے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا سورہ فرقان میں وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ  
 خِلْفَةً لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ فَإِنَّا نَسْكُفُهُمْ سُرًّا اور وہی ہے جس نے بنائی رات اور دن  
 بدلتے اسکے واسطے جو چاہے دھیان رکھنے یا جا بے شکر کرنے سو جسطرح رات دن  
 کے پیچھے آتی ہے اور دن رات کے پیچھے اسبطرح سے بندھی کو لائق ہے کہ ذکر اور شکر میں  
 رات کو دن کرے اور دن کو رات اور جو چیز کہ دن کو فوت ہوئی ہے اسکا بدلہ رات  
 میں ادا کرے اور جو چیز کہ رات کو فوت ہوئی اسکا بدلہ دن میں ادا کرے اور دنوں  
 کے درمیان نیک عمل کرنے سے خلل نہ لے جیسا کہ رات دن کے درمیان میں کوئی  
 چیز خلل نہیں ڈالتی اور جتنی ذکر ہے ساری اعمال قلبیہ اور شکر اعمال جو اجہری  
 تو دل سے ذکر میں مشغول ہوے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ عضو سے نیک کام کرے  
 شکر گزار ہی کے واسطے اور جو کچھ ہو سکے ہر روز صدقہ کرے اگرچہ ایک ہی خرما یا  
 ایک ہی لقمہ ہو کیونکہ نیک نیت سے تھوڑا صدقہ بہت ہوتا ہے اور اس ہر روز کی  
 صدقہ کو چھوڑے یہ سب مضمون عوارف کے پچاسویں باب کا ہے اب بطور نمونہ  
 کے حضرات صوفیہ کے طریقوں میں سے طریقہ نقشبندیہ کا شغل ہم لکھتے ہیں باقی جسکو  
 شوق ہو وہ رفیق السالکین اور صراط المستقیم سے دوسرے اشغال کا طریقہ دریافت  
 کرے صحابہ اور تابعین کے اشغال اور سبغات عشر کی سند چونکہ حدیثوں سے  
 نکلتی ہے اسواسطے اسکو پہلے لکھا اور شاہدہ کی حقیقت تو بخوبی اوپر قریب ہی لکھی  
 مگر زیادہ تصریح کیواسطے ان میں اشغال کے ساتھ مشاہدہ کا مضمون رفیق السالکین  
 میں جو لکھا تھا اسکو بھی لکھ دیتے ہیں ❖

## نقشبندیہ طریقہ کے اشغال کا بیان

چھ لطیفے جو آدمی میں ہیں اسکے مقام کو معلوم کرنا چاہیے کہ کس لطیفہ کا کہان مقام ہے



اللہ کو اخفی سے کینچ کے لطیفہ روح کی طرف متوجہ ہو کے اَللّٰہُ کو لطیفہ روح سے کینچ کے قلب  
 میں ضرب کرے یعنی خیال سے قلب میں مارے اور یہ کینچنا اور ضرب کرنا فقط خیال سے ہوتا  
 ہے اس میں کسی عضو پر بیان تک کہ سر اور منہ اور زبان اور ہونٹھ پر ظاہر میں بالکل جنبش  
 نہ ہوے اور اس ذکر کو طاق عدد سے کرے مثلاً ایک بار یا تین بار یا پنج بار و علیٰ ہذا القیاس  
 ایک بار ذکر کر کے سانس لیوے پہر جب دم سستا لیوی اور قرار پکڑے تب دوسری بار  
 کرے اور جب جس دم کی زیادہ برداشت ہوے تب ذکر کے عدد میں زیادتی کرے  
 ادنیٰ امر تہہ زیادتی کا اکیس بار ہے جب اکیس بار تک پہنچا اور ہمیشہ اسکی مشق کرگیات  
 ایک نشست میں سیڑون بار کرسیگا اس ذکر سے اسکے لطیفون میں البتہ گرمی اور  
 صفائی ظاہر ہوگی در اس ذکر سے ایسا معلوم کر گیا کہ ایک شعلہ جو الہ ہے کہ اسنے اسکے  
 تمام لطیفون کو گھیر کے آگ کے خط کیطرح وہ شعلہ دراز ہوا ہے شعلہ جو الہ کہتے ہیں اسکو کہ لکڑی  
 کے ایک سہ میں آگ لگا کے اسکو گومانے سے آگ کے حلقہ کی صورت معلوم ہوتی ہے  
 اور بیچ میں خالی اسپر سے اسکے سب لطیفون کے گرد اگر داگ کا خط گھیر لیا فائدہ بعد  
 مشق کرنے نفی اور اثبات کے سلطان الذکر کرے اسکا بیان یوں ہے کہ انسان کے  
 ہر جزو یعنی ہر ٹکرے کی تین ایک وحدت یعنی ایک پان ثابت ہے کہ ہر ٹکرے علیحدہ  
 علیحدہ ہیں اور اسکی وحدت کی نشانی یہ ہے کہ سچان کیواسطے ہر ایک کا نام جدا جدا  
 مقرر ہے اسی واسطے ہر ایک کے واسطے ایک زبان بھی مقرر ہے اور بموجب فرمانے  
 حضرت حق تبارک و تعالیٰ کے **وَ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يَسْتَجِیْبُہٗ وَّلٰكِنْ لَا یَفْقہُوْنَ سُبْحٰنَہٗ** اور  
 کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیان اسکی لیکن تم نہیں سمجھتے اُنکا پڑھنا۔ وہ سب ٹکرے  
 انسان کے ذکر آتی کرتے ہیں ولیکن انسان کی دریافت میں نہیں آتا سو سلطان الذکر کی  
 حقیقت یہ ہے کہ اپنے سارے ٹکرے کی ذکر کو ایک طور کی دریافت سے معلوم کرے  
 اور اسکی ذکر پر خبردار ہو اسکی راہ یہ ہے کہ اپنے تمام بدن کی سب جگہ کو چہرہ لطیفون کی

لطیفوں سے ایجابی ذکر کرے کہ ایک ہی وقت میں ان سبکی ذکر معلوم ہونے لگے اور ان ان لطیفوں کی ذکر کو خوب مضبوط اور پکی کرے اور اس ذکر کی مضبوطی کا ادنیٰ مرتبہ وہ ہے کہ جب چاہے تب اس ذکر میں مشغول ہونے کے اور تلقین کرینا زیادہ اگر اسے زیادہ مضبوط کرنا فرماوے تو اسکا حکم مانے یعنی ابھی خوب زیادہ اس ذکر کو مضبوط کرے اور باقی ہر لطیفوں کی واسطے جو جدا جدا نور مقرر ہے سو اسکی بیان کی ابھی احتیاج نہیں ہے بلکہ منزل پر چلنے میں ہو دیر ہوتی ہے جب نور کے پردوں کے مقام میں پہنچنا تب بے محنت جس لطیفہ میں جس رنگ کا نور چاہے گا دیکھ سکیگا غرض بہتر یہی ہے کہ چھوٹے درجوں سے کہ مثل الف بے کے ہیں بقدر حاجت کے مشق کر کے وقت کو غنیمت جان کے جلدی جلدی گزر جاویں اور بڑی بڑے مقاموں پر اپنی طاقت اور لیاقت کے موافق اور روح کے آسودہ ہونے کے لائق ٹھہریں وہ بڑے مقام سلطان الذکر کے بعد ہیں **فائدہ** پھر ان چھ لطیفوں کی ذکر کے بعد جس دم کے ساتھ نفی اور اثبات کرے نفی معنی نیت سمجھنا اور اثبات معنی موجود سمجھنا تو لا الہ الا اللہ میں چونکہ اللہ کے سوا سب کو نیت اور فانی سمجھنا اور اللہ کو موجود اور باقی سمجھنا ہوتا ہے اس واسطے اس ذکر کو نفی اور اثبات بولتے ہیں سو جس دم کے ساتھ نفی اور اثبات کا یہ طریق ہے کہ ادب کے ساتھ تہہ طرف منہ کر کے دوزانو پیچھے کے اپنی دم کو بند کر کے اور زبان کو تالو میں لپٹا کے لا کو لطیفہ نفس سے کہنیچے اور لطیفہ سر پر تھوڑا سا ٹھہر کے لطیفہ خفی پر پہنچے وہاں یں تھوڑا سا ٹھہر کے لطیفہ اخفی پر پہنچے حاصل کلام کا یہ ہے کہ لا کا کہنیچنا لطیفہ نفس سے لطیفہ اخفی تک حرکت خیالی ہے کہ فقط خیال سے کہنیچنا ہوتا ہے اور اس کہنیچنے میں لطیفہ سر اور خفی کو فقط لحاظ کرنا ہوتا ہے کہ فلا نے مقام تک پہنچے جس میں وہ مقام بھی یا درہن زیادہ ٹھہرنے کا کام نہیں بلکہ ان مقام سے جلدی بھاگنا ہوتا ہے بس لا کو اخفی تک پہنچا

اثر کا عکس ہے اور جو کچھ صاحب تلقین میں ظاہر ہو وہی طالب میں ہے تمام شغل جقدر  
 اور جیسا ہوگا اُس کا عکس صاحب تلقین میں پڑے گا فائدہ جسطرح ذکر ہوا ہے بسبب  
 اُس طرح سلطان الذکر قابو میں آوے اور جبوقت اسکا ارادہ کرے اسوقت بلا تکلّف  
 ظاہر ہو تب شغل نفی کا کرے اور شغل نفی کے ساتھ شغل یا دداشت کا بھی لگا رہے شغل  
 یا دداشت کی حقیقت یہ ہے کہ ہنسیہ متوجہ رہنا ذات پاک بیچون اور بیچون کی طرف سب  
 وقت بیٹھتے اٹھتے کھاتے پیتے اور سب کاروبار اور سختی آسانی درپیش ہونے میں اس  
 طور پر کہ کوئی کام اُس متوجہ ہونے کو منع نہ کرے جسطرح سے کسی چیز کی محبت یا کسی کام کا  
 اہتمام کسی شخص کے دل میں گڑ جاتا ہے تو دنیا کی ضروری حاجت اور کام کے عین وقت  
 میں اسی چیز اور کام میں دل لگا رہتا ہے اور یہ بات جسکے کچھ بھی عقل ہے اسکو خوب معلوم  
 ہے یا دداشت کی حقیقت تو سمجھ میں آگئی یا در ہے اب نفی کا بیان سنا اللہ تعالیٰ نے  
 جو فرمایا ہے اٹھارہویں سپارہ سورہ نور میں اَللّٰهُ نُورٌ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَنُورٌ  
 آسمانوں اور زمین کی سو اسی اشارہ کے موافق انوار الہی ہر مکان میں موجود ہے جسطرح  
 اللہ کا موجود ہونا اور اُسکی ہستی ہر جگہ میں ثابت ہے کیونکہ انوار اُسکی ذات پاک سے  
 لگا ہے اور اُسکے وجود کو لازم ہے تو جہاں اُسکی ذات پاک موجود ہے وہاں سب  
 کہیں اُسکا انوار بھی موجود اور جسطرح اُسکی ذات نے سب کو گھیر لیا ہے اسی طرح اُسکے  
 انوار نے سب کو گھیر لیا ہے اور باوجودیکہ انوار سب کہیں موجود ہے لیکن قوت  
 دراکہ انسان کی جس قوت سے انسان سب چیز کو دریافت کر سکتا ہے اس سبب سے  
 کہ کیفیت اور تاریک چیز میں کہ آسمانی اور زمینی جس میں ہیں انکا خیال اُس میں جبراً  
 اس انوار کے دریافت کرنے سے محروم ہے اور کوئی خیال اڑ پڑتے ہیں اور یہ نہیں  
 ہے کہ اُسکا انوار غائب اور دور ہے اور اُسکی ذات پاک ملے کیواسطے انوار کے پردوں  
 کاٹے کرنا ضرور جب وہ انوار کے پردے کھل گئے ذات پاک ملی اور اُن پردوں کا

طرچہ سمجھے اور یہ بات ظاہر ہو کہ آدمی کی نظر میں چھوٹے لطیفے اور تمام بدن برابر ہے جب  
 لطیفوں کے مقام سے ذکر کو پہچانا اور اسکی کیفیت پر اطلاع پایا بس اسی طور سے تمام بدن  
 سے ذکر کرے اور تلقین کرنے والیکو چاہیے کہ آپ سلطان الذکر کر کے جس طرح طالب کے  
 لطیفوں میں ذکر ڈالنے کا مذکور اُپر ہو چکا اسی طرح سے اس ذکر کو بھی طالب کے تمام بدن  
 میں ڈالنے کا قصد کرے اسکا اثر یہ ہے کہ کدھین تمام بدن میں جنبش ظاہر ہوگی یہاں تک  
 کہ اسکا ہاتھ اور پائون یا دوسرے اعضا اسکے بغیر ارادے کے اپنی جگہ سے مل جاویں گے اور  
 کبھی عرشہ کی سی حرکت ظاہر ہوتی ہے اور کبھی روان پھرنے کے طور پر معلوم کرتا ہے  
 یا ایسا معلوم کرتا ہے کہ اسکے تمام بدن پر چوٹیاں ریگتی ہین اور ٹھنڈ ہک اور ہلکا پن اُسکے  
 تمام بدن میں معلوم ہوتا ہے اور کبھی اس قدر ٹھنڈ ہک ذکر کے بدن میں ساتی ہے کہ سخت  
 گرمی کے وقت میں اُسکو سردی معلوم ہوتی ہے اور ایسا ہلکا ہو جاتا ہے کہ گویا اسکے بدن  
 سے آلالش کو دور کیا ہے جیسو کسی شخص نے کیسالی کر کے حمام میں غسل کیا ہو لیکن ظاہری  
 غسل میں یہ ہلکا پن صرف اسکی چمڑے پر معلوم ہوتا ہے اور سلطان الذکر میں اندر سے  
 صفائی معلوم ہوتی ہے اور خرق عادت یعنی کرامت کو قسم سے ہے کہ جس طرح کسی کا  
 بدن بڑے زور سے پھٹتا ہے اس طرح اسکا تمام بدن قابو میں نہیں رہتا اور بے اختیار  
 پھٹتا ہے اور نرمی کرامت ہے کہ تمام بدن اور درود یوار اور خسار اور پتھر اور  
 کوڑے میں سے ذکر جہر کی آواز بلاشبہ سلطان الذکر کرنے والے کے کان میں سن پڑے  
 اور اُسکے ہم نشینوں کا سنا اُس کرامت میں زیادتی ہے اور کبھی ایک نور سلطان الذکر  
 کرنے والے کو معلوم ہوتا ہے **فائدہ** طالب میں لطیفوں کی ذکر اور سلطان الذکر وغیرہ  
 کے حاصل ہونیکو دریافت کرنے کا طریقہ صاحب تلقین اور ارشاد کیواسطے یہ ہے کہ  
 صاحب تلقین جو ذکر کر رہا ہے اُس سے اپنی تین خالی کر کے طالب کی طرف متوجہ  
 ہوئے اُسوقت جو کچھ اپنی اندر پاوے اُسکو جانے کہ یہ جو معلوم ہوتا ہے سو طالب کے

ایک سخت چیز ہے اسی واسطے نفی کا دو مرتبہ مقرر کرنا چاہیے اور اپنی نفی اور دوسرے تمام عالم کی نفی اور تمام عالم کی نفی آسان ہونے اور اپنی نفی کے دشوار ہونے کا یہ سبب ہے کہ قوت دراکہ اپنے جاننے سے کہ میں ہوں ہر وقت بھری ہوتی ہے اور اپنے غیر کی دریافت اس میں کسی وقت آجاتی ہے تو تمام عالم کی نفی میں ایک سینہ کو اپنی قوت دراکہ میں آنے سے منع کرنا ہوتا ہے اور اپنی نفی میں جو چیز کہ قوت دراکہ میں بھی ہے اُسکو نکالنا ہوتا ہے اور جو چیز کہ قوت دراکہ میں باہر سے آتی ہے اُسکو اپنی قوت دراکہ میں نہ آنے دیتے اور جو چیز کہ قوت دراکہ میں بھری ہوتی ہے اس میں سے اسکے نکالنے میں جو فرق ہے سو ظاہر ہے کہ اول بہ نسبت دوسرے کے بہت آسان ہے یاد دونوں بات کا فرق یوں سمجھنا چاہئے کہ مینہ برستا ہے اُس میں ایک شخص کھڑا ہے اور اُس کے بدن پر مینہ کے قطرے پڑ رہے ہیں تو اس شخص کو نفی مینہ کی البتہ مشکل معلوم ہوگی اور دوسرا شخص ایسا ہے کہ اُس نے کہیں کبھی مینہ کی دیکھا ہے اس وقت اُس پر مینہ نہیں پڑتا ہے تو اُس شخص کو نفی مینہ کی البتہ آسان معلوم ہوگی اسی سبب سے اپنی نفی کرنے میں نیچے کے بدن کی نفی اور اس جگہ کی نفی کہ جس پر وہ بیٹھا ہے زیادہ مشکل ہوتی ہے اور کبھی اپنے سر کی نفی کہ دریافت اور امتیاز کا مقام وہی ہے مشکل معلوم ہوتی ہے اور بعضے شخص جو سانس لینے اور دم کے آنے جانے پر خوب خبردار ہوتا ہے حلق اور سینہ کی نفی سخت ہوتی ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ جس چیز پر زیادہ خبر ہوتی ہے اس کی نفی بھی زیادہ سخت ہوتی ہے تو بس پہلے تمام عالم کی نفی کر کے تب اپنے بدن کی نفی کرے اور پھر تمام کی نفی مشکل معلوم ہوتی ہے اسی مقام سے نفی شروع کرے کہ اُس عضو کی نفی سے تمام بدن یکبارگی نفی ہوگا اور نفی کے حاصل کرنے میں صاحب نفی کا ملکہ توجہ اسل ہے کہ وہ شخص اپنی نفی کر کے اپنے دل کے قصد سے متوجہ ہو کے طالب میں نفی ڈالے اور اس کام کے مبتدی پر نفی کے ظاہر ہونے کا شروع مختلف صورتوں سے ہوتا ہے کبھی سینہ اور شکم کے مقام میں پہلے

طے کرنا بغیر نئے دریافت کرنے کے بہت لوگوں سے ہونہیں سکتا اور بڑے عالی فطرت  
 لوگوں کو جو بغیر انوار کے کھلجانے کے وصول ذات بحت کا یعنی اللہ تعالیٰ ذات پاک کا ملنا  
 حاصل ہوتا ہے سو اس بات سے بہت سے لوگوں کو انوار کے پردوں کے طے کرنے اور انوار  
 کے کھل جانے کی جو احتیاج ہے سو رد نہیں ہو سکتی بلکہ ان لوگوں کو ان پردوں کے طے  
 کرنے کی احتیاج باقی ہے اور پردوں کا طے کرنا بغیر نئے دریافت کرنے کے ہونہیں سکتا  
 اسی واسطے اسکے دریافت ہونے کے لئے اپنی قوت دراکہ کو خیالات مذکورہ سے پاک اور  
 صاف کرنا چاہیے تاکہ انوار الہی دریافت میں آوین تو جب اسکی قوت دراکہ کا آئینہ خیالات  
 مذکورہ کے زنگ سے صاف ہو گیا بس انوار تو ہر جگہ موجود ہی ہیں بغیر رنج اور تکلیف  
 کے دریافت ہو جائینگے اور قوت دراکہ کے پاک کرنے کا یہ طریق ہے کہ شغل نفی  
 کا کرے اور خلاصہ شغل نفی کا نیست کرنا سب چیزوں کا ہے اپنے خیال سے اگر چہ  
 کوئی چیز نیست نہوگی اور فی الحقیقت سب چیزوں کو نیست جانا خیال باطل اور وہم کا ذہن  
 ہے کیونکہ جو چیز موجود ہے سو موجود حقیقی تبارک و تعالیٰ کے موجود کرنے سے موجود  
 ہے اور ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کے وجود پاک کے ساتھ ایک موجود خاص علاقہ لگ رہا ہے  
 تو کسی چیز کے موجود ہونے کی نفی حقیقت میں ہونہیں سکتی اور اس بات کا قصد کرنا گویا  
 خالق سے مقابلہ کرنا ہے اور سب چیزوں کی نفی سچ مچ کرنے سے غرض بھی نہیں کہ واسطے  
 کہ غرض ہے اپنے مدارک کے صاف کرنے سے جسین قوت دراکہ یعنی عقل رہتی ہے  
 جب وہ صاف ہوا تو مدعا خود حاصل ہوگا سچ مچ نفی سے کچھ کام نہیں اور اگر چہ نفی  
 تمام عالم کی مشکل بات معلوم ہوتی ہے لیکن اس مقام میں نفی کا بس دو ہی مرتبہ ہی  
 ایک تو اپنی نفی اور دوسرے تمام عالم کی نفی و نفی تمام عالم کو دشوار نہیں ہے کیونکہ نفی تمام  
 عالم کی اور نفی ایک جزو عالم کی برابر ہے انسان کو چمچڑ کے پر سے اپنے خیال کا خالی  
 کرنا اور آسمانوں سے اپنے خیال کا خالی کرنا برابر ہے بلکہ نفی اپنے وجود کی البتہ

دریافت ہونا فائدہ سے خالی نہیں ہے غرض جس وضع کے ساتھ نفی کا شروع نمود ہو سیکو بخوبی اپنے خیال میں ٹھہرا کے اسکو زیادہ ہونے کی کوشش کرے اور خیال سے اسکو پڑھا جاوے یہاں تک کہ تمام بدن نفی ہو جاوے اور جو وقت نفی کرنا سخت معلوم ہو اور اسکا خیال درست نہو سکے تب لامعوجہ اَلَا اللہ لَا فاعل الا اللہ ان دونوں لفظوں کی تین معنی سمجھ کے اپنے خیال کی قوت سے اس عضو یا اس مکان پر جبکی نفی سخت معلوم ہو سب جگہ ضرب کرے انشاء اللہ تعالیٰ یہ شغل نفی کے واسطے کافی ہوگا ان دونوں لفظوں کے معنی یہ ہیں نہیں کوئی موجود ہے اشرف کے سوا یعنی جتنے موجود ہیں وہ سب پہلے نیت تھے اور پھر بھی نیت ہو کر تو انکا موجود ہونا مستبر نہیں اور نہیں کوئی کام کرنے والا اللہ کے سوا ہے اور نفی کے بعد کسی ایک خالی پن ظاہر ہوتا ہی اس وضع پر کہ خیال کرتا ہے کہ اگر تلوار کا ضرب اسکو بدن میں لگو گا تو اسکو بدن میں تلوار رکے گی نہیں بلکہ اسکا ضرب جسطح خالی مکان سے گزر جاتا ہے اسی طرح اسکے بدن کے درمیان سے بھی خالی گزر جاوے گا اور کہ حین کا بل کی سی تاریکی کہ اسکے چاروں طرف ایک چمک مثل خط باریک نورانی کر ہوتی ہے نمودار ہوتی ہے لیکن وہ خط نورانی سیلا تاریکی ملا ہوتا ہے جسطح آگ کے شعلہ کا مگر کہ وہ ان ملنے کے سبب بہت تاریک اور سیلا دکھائی دیتا ہے اور وہ خط نورانی اکیلا بھی نہیں دریافت ہوتا بلکہ تاریکی کے شامل دریافت ہوتا ہے اور اگر نظر کو خوب ٹھہرا کے اسکی طرف متوجہ کریں تو اسی وقت وہ نور نیت ہو جاتا ہے اور تاریکی کے سوا ہی کچھ نہیں دریافت ہوتا غرض اس تاریکی نور نفی کا کہتے ہیں اور اس نفی کے شغل کو بخوبی ہمیشہ مشق کرنا چاہیے تاکہ طالب کا شغل دوسرے سے خیاں سے کہ مثل خس و خاشاک کہے اسی شغل سے صاف ہو جاوے اور اس راہ کے چلنے والوں کو اکثر وقتوں میں اس شغل کی حاجت پڑتی ہے فائدہ جب نفی اپنی اور نفی تمام عالم کی طالب کے قابو میں آئی تب نفی الفی اور فنا الفنا کا شروع کرے یعنی جس خیال سے کہ اپنے وجود کی نفی اور تمام موجودات کی نفی کرنا تھا اور نیت بھٹاتا اسکو

خالی معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس مقام میں کچھ نہیں ہے اور کہ عین اپنی تین بے سر اور  
کہ عین بغیر دونوں ہاتھ کے معلوم کرتا ہے اور کبھی خیال کرتا ہے کہ میں چھوٹا ہو گیا ہوں اور  
کبھی خیال کرتا کہ میرا بدن لہبا اور پتلا ہو گیا ہے گویا ایک بانس ہے گوشت کا کہ وہ دمدم دراز  
اور باریک ہوتا جاتا ہے اور بہت آسان طریقہ نفی کے تصور کا وہ ہے کہ اپنے سینہ یا شکم  
میں ایک خالی پن خیال کرے اس طور پر کہ گویا توپ کے گولے نے ایک طرف سے اگلے  
دوسری طرف سے پار نکل کے بدن کے اُس مقام کو خالی کر دیا ہے اور ایک سوراخ وار  
پار ہو گیا ہے پھر اُسی سوراخ کو آہستہ آہستہ زیادہ کشادہ اور چوڑا کرے یہاں تک  
کہ سب بدن تمام ہو جاوے اور نفی کی صورتوں میں سے بہت مشکل صورت وہ ہے  
کہ ایک غیبی باطنی چیز نے کہ مراد اسکی فنا ہے عالم غیب سے اسکی طرف متوجہ ہو سکے  
ایکبارگی اسکے جسم کو پراگندہ کر دیا مثل سخت پتھر کے کہ نرم ٹھیکری پر گر کے اسکو  
پاش پاش کر کے چتر ا دیوے یعنی وہ شخص جب شعل نفی کا شروع کرے تب ذات بحت  
کی محبت کے جوش اور مشاہدہ کے شوق میں الیسا غرق اور بیہوش ہو جاوے اور سوا  
اُس ذات کے اسکی فہم میں کچھ نہ باقی رہے سب فنا ہو جاوے اور ایکبارگی خود بخود اُس کا تمام  
بدن غائب ہو جاوے اور نفی والا چونکہ مبتدی ہے اسکے واسطے یہ حال مشکل ہے کیونکہ  
یہ حال فنا و بقا کے مقام والے کا ہے جیسا کہ راحت روح میں اپنے مقام پر مذکور ہو چکا  
اور کہ عین اسطور سے بھی تصور کر سکتا ہے کہ اُسکا جان باہر نکل کے یا اُسکا دل جو ایک  
گوشت کا ٹکڑا ہے باہر نکل کے نیت ہو گیا اور جسم بے جان اور دل کے باقی نہیں رہ سکتا کہ  
سو وہ بھی بے جان ہو کے مٹ گیا اگرچہ اس کام کے واقف کار کے نزدیک ان سب کسی  
صور تو نکا بیان کرنا بیفائدہ کا طول کرنا ہے لیکن ایسا بہت ہوتا ہے کہ تیز ذہن لوگوں کو  
سبھی نکل نفی کہہ بیڑے نفی کی صورت کا خیال ٹھہرنا مشکل ہوتا اور کبھی بہت صورتوں کو دریافت ہو جانیسی کہ ذہن اور  
غافل لوگوں کو بھی ان صورتوں کے سوا کوئی دوسری صورت معلوم ہوتی ہے خواہ اُسیہ کہ نفی کی کسی صورتوں کا



نور ہی بعد اسکے اُس نور سے دوسری نور میں جائیگا ارادہ ہمت اپنوں میں کر کے اس بات کی  
 درخواست اللہ تعالیٰ کے جناب سے کر کے اپنی خیال کی نظر سے اُن نور میں اس حد تک غور کرے  
 کہ اُس نور کی پشت میں سے دوسرا نور دکھائی دے تب اُس نور کو بھی پہلے نور کی طرح کشادہ  
 کرے اور اسی طرح غور کرے یہاں تک کہ تیسرا نظر پڑے اور نوروں کے طر کرنے کے  
 درمیان میں مراقبہ صمدیت کا بھی برابر کرتا رہے اسکا ذکر ہم انشاء اللہ تعالیٰ کریں گے  
 اسی طرح نوروں کو طر کرتا جاوے یہاں تک کہ آخر پر دے تک پہنچے اور وہ ایک پرہ  
 ہے لطیف بے رنگ اور اسکو نسبت بے رنگی کہتے ہیں اگرچہ اس پر دیکو دریا کے پانی  
 سے جو خض و خاشاک اور ریگ اور خاک کی آلودگی سے صاف ہوتا ہے تشبیہ دیتے  
 ہیں لیکن خوب غور کرنے کے بعد اُسکے تشبیہ دینے کے قابل کوئی چیز خیال میں  
 نہیں آتی پھر نسبت بے رنگی سے گزرنے کے بعد ذات پاک کی معرفت حاصل ہوگی  
 اور سلوک شہوتام ہوگا اور مقام سیر فی اللہ کا یعنی سلوک ثانی آگے آویگا اور  
 اُسکے درمیان میں بہت اچھے حالات اور عجیب مقامات حاصل ہونگے اور جس  
 کے حضور میں طالب سیر فی اللہ میں ترقیات کریگا وہی مرشد اسکو اُن مقاموں  
 کی حقیقت سے خبردار کریگا یعنی اعمال اور نوافل کے مسائل اور اتباع سنت کی  
 راہ سجدہ نیا اور مسامرہ وغیرہ باتوں کی حقیقت سمجھاویگا اور پردہ بی رنگی سے  
 گزرنے کی حقیقت ہے کہ اسکو ہمیشہ غور کرتے کرتے جب وہ بھی طے ہو جاوے گی تب  
 معرفت ذات پاک کی حاصل ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ کو بے شک اور بے شبہ کے پہچان جاوے  
 ایسا کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور اسکے دلکو نرمی تسکین ہوگی اور ایمان کی لذت  
 اور تلاوت پاویگا اور اصل یقین اسکو حاصل ہوگا اور یہی حقیقت مشاہدہ کی ہے اور مشاہدہ  
 ایمان تحقیقی کے قسموں میں سے ہے اور اسکو عین یقین کہتے ہیں عین یقین کے معنی وجود  
 عینی یقین کا یعنی اصلی یقین اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ بندے اور حق کے درمیان میں

بھی نفی اور نیت خیال کرے اور چونکہ نفی انفی زخمی سیتی ہے نشانی اسکی زخمی غفلت اور  
 بیہوشی اور زربیکار ہو جانا قوت دراکہ کا بے بہا تاکہ اگر اسی شغل کو ہمیشہ برابر کیا کرے  
 تو بدن اُسکافیت ہو جاوی اور اسکا کچھ نشان باقی نہ رہے یعنی اسکو خیال میں ایسا معلوم  
 ہونہ یہ کہ حقیقت میں بدن نیت ہو جاوے اور اگرچہ یہ غفلت کی حالت طالب کی خوش  
 نہ معلوم ہوگی لیکن آئندہ کو کام آوے گی اسکو بے نام نہ سمجھے بلکہ اس شغل کو بھی کرے اور  
 نفی انفی کے ناخوش معلوم ہونے کا یہ سبب ہے کہ اس شغل میں ادراک اور دریا کا دور کرنا ہوتا  
 ہے اور جب کہ ادراک اور دریافت باقی نہیں رہتا ہے تب کچھ معلوم نہیں ہوتا اور آدمی کی  
 دل لگی یہ سبب دریافت ادراک کے ہے اگرچہ نفی کے شغل میں بھی ہر چیز کو اپنے ادراک  
 سے دور کرتا ہے لیکن اسکے خیال میں صفائی باقی رہتی ہے اور موجب دلگی کا ہوتا ہے  
 جیسا کہ صاف طبیعت والوں کو صاف میدان سے اُنت اور دل لگی ہوتی ہے ویسا ہی  
 نفی میں بھی ایک اُنت اور دل لگی ہوتی ہے بخلاف نفی انفی کے کہ اس مقام میں  
 اُنت کا ٹھکانا باقی نہیں رہتا **فَابَعَا** بعد تمام ہونے نفی کے سالک کو ضرور ہے  
 کہ دو صورت در پیش ہوگی یا توجید صفائی ظاہر ہوگی جسکا ذکر ہم آگے کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ  
 یا حجب نوائت یعنی نور کے پردے کہ رنگ برنگ کے انوار نظر پڑینگے اور یہی دوسری  
 صورت طالب کے مطلب پانے کی راہ ہے اور وہ انوار اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے  
 پردے ہیں بس اُن پر دون کی طے کرنا شروع کرے اور اُسکے طے ہو جائیں مدت  
 مقرر نہیں ہے اگر عنایت الہی شامل حال ہوے تو ایک لمحہ میں ہزاروں پردے طے  
 ہوتے ہیں لیکن سالک کے ایک پردے سے دوسرے میں جانے کیو اسطے یہ سب مقرر ہی  
 کہ اُن انوار میں سے ہر ایک کو یعنی جس رنگ کا نور نظر پڑے اسکو اپنے خیال کی قوت  
 سے استقر گشادہ کرے کہ وہ نور تمام عالم کا احاطہ کر کے قید سے مکان کے لامکان  
 کے میدان میں معلوم ہونے لگے یعنی معلوم ہو کہ زمین آسمان وغیرہ نہیں ہے بالکل نور

اللہ تعالیٰ کی صفت کا عکس کے مظہر میں باریک اور شفاف پردہ کے آڑ سے عقل اور معرفت کی آنکھ سے دیکھتا ہے مثلاً آسمان آفتاب ماہتاب یا گلاب کا پھول دیکھ کے اسم خالق سے خلق کے اندازہ کرنے اور پیدا کرنے اور رنگ اور حسن بخشنے کی صفت اور حقیقت موافق مشیت اور حکمت کے اور اسم مصور سے مخلوقات کی صورت شکل درست کرنیکی صفت اور حقیقت اور اسم رزاق کے روزی پیدا کرنے اور مخلوقات کو روزی پہچاننے کی صفت اور حقیقت اور اسم قہار سے صفت اور حقیقت غالب ہونے کی کہ تمام عالم اسکی قدرت کے نیچے عاجز اور مغلوب ہیں اور اسم منعم سے صفت اور حقیقت بدلائز کی کہ کافرون اور کشتون سے عذاب کے ساتھ بدلائنے والا ہے کھل جاتی ہے و علی ہذا القیاس خلاصہ یہ کہ اس خالق نے سارے اشیاء کو اپنے اسم کی صورت پیدا کیا ہے یعنی جیسا کہ کسی شخص کی صورت دیکھنے سے وہ شخص پہچانا جاتا ہے اسی طرح خلق کو دیکھ کے خالق پہچانا جاتا ہے اور بعض اشیاء کے دیکھنے سے سالک پر بعض اسم کی حقیقت کھل جاتی ہے چنانچہ یہ

**بیت**

کہ پشیمان دل میں جبر دست      ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

اسی مضمون کے بیان میں ہے اور مشاہدہ کہتے ہیں اس بات کو کہ وہ حقائق ایسی بے مظہر اور بے صفت کے ظاہر ہوتی ہیں لیکن ایک خصوصیت اور تمیز کے ساتھ یعنی سالک کو ایمان اور عقل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کی حضور می نظر پڑتی ہے اور اُس ذات پاک کا جمال دیکھتا ہے اور کسی مظہر اور کسی صفت کے خیال کرنے کا ہوش نہیں رہتا بلکہ بے کیف کہ اسکی مثال نہیں ہو سکتی مگر باوجود اسکے سالک کو تمیز ہوتی ہے اور اپنے رب کو پہچانتا ہے اُس پہچاننے کا بیان ممکن نہیں۔

**بیت**

میان عاشق و معشوق رمز نیست      گراں گاہ تبین و ہم خلیت

اور اسی کو عین الیقین کہتے ہیں اور جب تک کہ صورت اور رنگ اور جہت کی قید کے

جو پردی ہیں ان سب پر دون کے اُٹھ جانے کے بعد مومن کے دل میں ایمان کا نور حاصل ہوگا اور ایمان کی نعمت پاویگا اور ایمان کی آنکھ سے اپنے رب کو بغیر صورت شکل رنگ روپ اور جہت کے دیکھے گا اور جب تک رنگ اور صورت اور جہت کے ساتھ نور پڑتا ہے اگرچہ دل ہی کی آنکھ سے ہو تب تک مشاہدہ نہیں ہو اور یہ جو بعضے کہتے ہیں کہ مشاہدہ کا حاصل ہونا بہت مشکل ہے اسکی فکر میں پڑنا عجب شے ہے سو یہ بات نری غلط ہے کیونکہ ایک قسم کا مشاہدہ یعنی اللہ تعالیٰ کی حضوری ہر مسلمان کو حاصل ہے اگر مشاہدہ حاصل نہ ہوتا تو رمضان میں بڑی شدت کی پیاس میں کیلے مکان میں جہاں ٹھنڈھا پانی موجود ہوتا ہے پانی پی لیتے اور وضو شکست ہونے اور حاجت غسل ہونے سے وضو غسل نہ کرتے ہاں کسیکو کامل مشاہدہ حاصل ہے کسیکو ناقص بقدر اسکے ایمان کے تو بس نہ کہ اور مراقبہ میں اور قرآن کی تلاوت میں کہ وہ بھی فکری نگار ہے اور ہمیشہ مشاہدہ کا امیدوار ہے جسقدر مشاہدہ بڑھتا جاویگا اسکے ایمان کا نور زیادہ ہوتا جاویگا اب مکاشفہ اور مشاہدہ کا بیان سنو فائدہ مکاشفہ بولتے ہیں اسبات کو کہ بعضے صفات اور حقائق الہیہ یعنی حقیقتیں اور کرشمہ اور معاطے موجودیت کے کہ کس طرح سے سب کو اپنا عاشق اور اپنے قابو میں اور اپنا محتاج کر رکھا ہے یا حقائق کو نیہ یعنی کائنات کے موجود کرنے روزمی دینے فتح شکست دینے حاجت بر لانے وغیرہ کارخانے کی صفتیں اور حقیقتیں اور سارے مخلوقات کی حقیقتیں سالک کو باریک اور شفاف پردے کے آڑ سے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام کے مضمون سمجھ میں آجانے اور تاثیر کرنے سے کہ اس نام سے وہ صفت اور حقائق علاقہ رکھتی ہے اور اس نام میں وہ صفت اور حقائق ثابت اور موجود ہوتی ہے اور اس نام کے واسطے وہ صفت خاص لگی ہے ظاہر ہو جاتی ہیں یعنی کسی مظهر میں باریک اور شفاف پردے کے آڑ سے وہ صفتیں اور حقیقتیں ظاہر ہو جاتی ہیں جس طرح آئینہ میں ایک پردہ شفاف کے آڑ سے کسی چیز کا عکس نظر پڑتا ہے اسی طرح سالک

حق سبحانہ و تعالیٰ کی ظاہر ہوتی ہے اور اسکی تین علم حقیقت اور علم وراثت بولتے ہیں سی  
مضمون کا بیان ہے اس حدیث میں مَنْ عَمِلَ بِمَا عَمِلَكُمْ وَرَأَىٰ اللَّهُ عَلَيْهِ مَآكِلَهُ لَيْكَمْ جَوْشَخْسُ كَمَعْل  
کرے اسکو موافق جو جانا اور پڑھا ہے علم ظاہر سے روزی کرتا ہی اور نبشتا ہی اسکو اللہ تعالیٰ  
وہ علم جو جانا بھی نہیں اور پڑھا بھی نہیں اور علم ظاہر اور باطن جو بولتے ہیں اوسکی سی  
معنی ہیں اور دونوں علم کی نسبت آپس میں نسبت تن اور جان کی اور چھڑے اور سز کی سی  
ہے جب یہ بات ذہن کشین ہوئی تو اب کشف اور مشاہدہ کی حقیقت کا بیان سنو کشف  
اور مشاہدہ کی حقیقت یہ ہے کہ اولیاء اور ابدال لوگوں پر اللہ عزوجل کے افعال یعنی فعلوں  
میں سے وہ چیز ظاہر ہوتی اور کھلجاتی ہے کہ عقل پر غالب آجاتی ہے اور ساری عادت اور رسم  
اور چال کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے یعنی اس مقام میں عقل اور عادت اور رسم چال ہوش  
نہیں باقی رہتا یعنی سوا ہی مشاہدہ جمال محبوب کے کسی بات کا خیال اور ہوش نہیں رہتا پھر  
وہ افعال ہی دو قسم ہے جلال یعنی قہر کی شان اور جمال یعنی لطف کی شان سو ظاہر ہونا  
اللہ تعالیٰ کی جلال اور عظمت کی صفات کا جو ہے اسیکو کشف بولتے ہیں اس سے خوف  
بے آرام اور بے چین کر دینے والا پیدا ہوتا ہے اور ایسی ڈر پیدا ہوتی ہے کہ سکا ہوش  
اپنی جگہ پر نہیں رہتا اور صفت جلال کا بڑا غلبہ دل پر ہوتا ہے اور جلال اور عظمت  
اس سبحانہ تعالیٰ شانہ کی دل پر غالب ہو جاتی ہے اس طور پر کہ اعضا اور جوارح پر خوف  
اور تعلق یعنی بے معنی ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے  
کہ آنحضرت کے سینہ مبارک سے ایک آواز نکل آوا جوش کرنے دیک کے سنی جاتی تھی  
حق تعالیٰ کے خوف کی شدت اور زیادتی سے اس سبب کہ آنحضرت نماز میں اللہ عزوجل  
کا جلال دیکھتے تھے اور آنحضرت پر حق تعالیٰ کی عظمت کھل جاتی تھی چنانچہ شمائل ترمذی  
میں باب ماجار نبی بکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عبد اللہ ابن جبیر سے روایت ہے  
قَالَ آتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي وَجُفَا فَبِأَذْرٍ كَأَنِّي مِنَ الْجِبَلِ مِنَ الْبُكَاءِ

ساتھ کوئی نور دیکھتا ہے تب تک مشاہدہ نہیں ہے مشاہدہ کی لذت کا بیان نہیں ع  
 دل من داندومن دانم و داند دل من : اور اوسکے اوپر معاینہ ہے معاینہ کہتے ہیں  
 اس بات کو کہ وہ حقائق ایسی بے خصوصیت اور تمیز کے ظاہر ہوتی ہیں یعنی وہ ان کچھ  
 امتیاز نہیں باقی رہتی بلکہ ایمان اور عقل کی آنکھ پر خود اس ذات کا ظہور ہوتا ہے  
 اُس کا بیان ممکن نہیں سع لذت می شناسی بخدا تا نہ جشی۔ غرض جس حواس سے  
 تمیز ہوتی ہے وہ حواس بھی اپنی جگہ پر باقی نہیں رہتا بلکہ سارے حواس  
 ذات پاک کے مشاہدہ میں آنکھ سنبھالتے ہیں اور اسکی شہود ذاتی اور حق الیقین کہتے ہیں  
 اور اکثر حضرات صوفیہ کے کشف بولتے ہیں صفات کے کھل جانے کو اور مشاہدہ بولتی ہیں  
 ذات کے ظاہر ہونے کو اور کشف اور مشاہدہ دونوں اللہ تعالیٰ کے افعال سے علاقہ رکھتا  
 ہے کیونکہ افعال و صفات کھلتی ہیں اور یہی کشف ہے اور صفات کھلنے سے ذات پہچان پڑتی ہے اور یہ مشاہدہ ہے  
 اور کشف بولتی ہیں جلال یعنی قہر کی صفات ظاہر ہونیکو اور مشاہدہ بولتی ہیں جمال یعنی لطف کی صفات  
 ظاہر ہونے کو اسکا سبب یہ ہے کہ کشف میں صفات جلالیہ کا پردہ اٹھ جاتا ہے اس سبب سے  
 خوف اور ایبت بندے کے حال میں اثر کرتا ہے اور مشاہدہ میں صفات جلالیہ بندے پر  
 ظاہر ہوتی ہیں اور اُسکے سبب سے بندے کو خوشوق اور خوشی حاصل ہوتی ہے اس سبب  
 سے اپنی محبت کی آنکھ کو کھول کے ذات پاک کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے اور اُس  
 بندے کو خوشی اور فرحت اور آنکھ کی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے  
 کہ کشف مکاشفہ شہود ذاتی مشاہدہ سب ایک ہے مقوڑا مقوڑا نازک اور پارکسا  
 فرق ہے اور علم مکاشفہ بولتے ہیں اس بات کو کہ طریق حق کے سلوک کے بعد اور صدق  
 معاشرت کے بعد یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی موافق اعمال اور اخلاق اور عقائد درست  
 کرنے کے بعد ایک نور سالک کے دل میں پڑتا ہے کہ اسکے سبب سے سب چیز دیکھی  
 حقیقتوں کی معرفت جیسی ہے ویسی کھلتی ہے اور معرفت ذات اور صفات اور افعال

کی تیسری فصل میں الن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قرت العین سے مراد ہے فرحت اور سرور اور مقصد کا حاصل ہونا قرۃ کا لفظ یا تو یوں سمجھیں کہ قرقان مفتوح سے نکلا ہے بمعنی قرار و ثبات کیونکہ محبوب کے دیکھنے سے دیدار قرار پاتا ہے اور محبوب کی دیدار سے آرام لیتا ہے اور دوسری طرف نہیں دیکھتا اور خوشی کی حالت میں دیدہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہتا ہے اور جب محبوب کو نہیں دیکھتا تب دیدہ پریشان اور ہر طرف دیکھتا رہتا ہے اور غم اور خوف کی حالت میں دیدہ پھرا کرتا ہے اور لرزان رہتا ہے اور یا تو یوں سمجھیں کہ قرۃ کا لفظ قرقان مضموم سے نکلا ہے بمعنی سردی کیونکہ محبوب کے مشاہدہ میں آنکھ ٹھنڈ ہی ہوتی ہے اور اسکو لذت ملتی ہے اور جب محبوب کو نہیں دیکھتا تب آنکھ میں گرمی اور سوزش ہوتی ہے ایسواسطے فرزند کو قرۃ العین بولتے ہیں اور آنحضرت نے فرمایا کہ کیگئی ٹھنڈ ہک میری آنکھ میری آنکھ کی نماز میں یہ نہ فرمایا کہ کیگئی ٹھنڈ ہک میری آنکھ کی نماز تو اس میں اس بات کا اشارہ کیا ہے کہ بموجب مضمون اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاتِكًا تَرَاكًا کے یعنی بندگی کرے تو اللہ کی اس طرح کہ گویا تو اللہ کو دیکھتا ہے خوشی اور آرام بخشنے کو نماز میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے مشاہدہ سے حاصل ہے کچھ نماز یا نماز کے ثواب سے نہیں کیونکہ مشاہدہ کے وقت حق کے سوا دوسری طرف دیکھنا اور دوسرے کے دیکھنے سے آرام نہیں ہوتا اور نماز بھی حق کے سوا ہے اگرچہ اسکی نعمت اور اسکا فضل ہے اور حق کے فضل اور اسکی نعمت سے خوش ہونا بھی بڑا عالی مقام ہے جیسا کہ فرمایا اللہ صاحب نے گیارہویں سپارہ سورہ یونس میں قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ فَاِبرَ حَمِيْتُمْ اِنِّيْذَلِكَ فَاِيْقِرْ حُوًّا تو کہہ خوشی کرو اللہ کے فضل یعنی قرآن سے اور اسکی مہربانی سے اسلام کلہ شہادت نماز زکوٰۃ روزہ حج سے سوا ہی پر چاہیے خوشی کریں مومنین لیکن فضل کرنے والے اور نعمت دینے والے کے مشاہدہ سے اور اسکی مشاہدہ کے خوشی سے یہ مقام سچا ہے اور آنحضرت کا مقام بہت ہی بڑا اور نہایت بلند ہے اسواسطے

اُسنے کہا کہ آیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور وہ نماز پڑھ رہے تھے اور انہی  
 شکم میں آواز تھی مثل آواز دیگ کے رونے سے اور ایسا ہی حال ابراہیم خلیل الرحمن اور  
 عمر فاروق علیہما السلام کا لوگوں نے بیان کیا ہے اور مشاہدہ حال کا جو ہے سو اسکی حقیقت  
 یہ ہے کہ اولیائون اور ابدالون کے دلون پر اللہ تعالیٰ کی تجلی اُس صفات کے ساتھ ہوتی ہو  
 کہ دل میں روشنی اور خوشی اور نرمی اور گناہ سے پاک رہنے کی توفیق پیدا ہوتی ہے  
 اور لذیذ کلام یعنی مزے کی باتیں اور حکایتیں آرام دینے والی ہوتی ہیں اور اسکو  
 سامرۃ کہتے ہیں جیسا کہ چھٹین فصل میں لکھ چکے اور اس حالت میں بڑی بڑی بخشش  
 اور انعام اور بڑے بڑے مرتبے اور بڑے بزرگ مقامات کا ملنا اور اس سب کا امتیاز  
 کا قرب حاصل ہونا جو اس بندے کی تقدیر میں لکھا ہے اور اسکو ملنے والا ہے اسکی خوشخبری  
 اس تجلی میں سے اللہ تعالیٰ اس بندے کو دیتا ہے محض اپنے فضل اور رحمت ظاہر کر نیو  
 اور اللہ تعالیٰ کے طرف سے جو یہ تجلی اور اشارت ہوتی ہے تو اسواسطے ہوتی ہے  
 کہ وہ لوگ دنیا میں اس بخشش اور انعام اور مقامات اور قرب حاصل ہونے کی وقت  
 مقدر کے آنے تک اللہ تعالیٰ کی طلب اور اسکی راہ میں محنتوں کے اٹھانے میں ثابت  
 قدم اور خوش دل رہیں اور اسی واسطے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے  
 تھے بلال مودن کو اُمرًا یا بلالاً راحت دے کہو اسی بلال یعنی اقامت کہہ تاکہ ہم  
 نماز میں داخل ہوں اور جمال الہی کے مشاہدہ سے راحت پاوین یہی مضمون فتوح الغیب  
 میں ہے اور اسی خوشی کا بیان عارفون کے بادشاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا ہے اس حدیث میں جعلت قرۃ عینی والصلوة لیلی اور ٹھہرائی گئی ہے سردی  
 اور ٹھنڈک میری آنکھ کی نماز میں یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے خاص فضل و کرم  
 سے جو میرے حال پر رکھتا ہے یہ تجلی فرمایا اور میری آنکھ کی ٹھنڈک بخشا میں نے  
 اپنے فضل و کسب سے یہ نعمت نہیں حاصل کی یہ حدیث مشکوٰۃ مصابیح میں باب فضل الفقیر



کو پہنچتی ہے کہ اُسکے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ میرے بدن کی کشادگی اور چوڑائی عالم جہام سے بیان تک کہ عرش سے جو سب ہم اور چیزوں کے اوپر ہے چاروں طرف گذر گئی ہے اور تمام عالم کو اپنے بیچ میں دیکھتا ہے افلاک اور عناصر اور پہاڑیں اور دریا مین اور درختیں اور پتھریں اور جیوان اور انسان سب کو اپنے جسم کا جز جانتا ہے اور اس حالت میں بطور کشف کے آسمانوں کے سکانون پر اطلاع حاصل ہوتی ہے اور بعضے مقامین زمین کے جو اُسکی جگہ بہت دور دراز ہیں انکی سیر حاصل ہوتی ہے اور اُسکا وہ کشف بھی مطابق واقعہ کے ٹھیک ٹھیک ہوتا ہے لیکن مناسب اور لازم ہے کہ اپنی تین حقیقت میں سچ مچ تمام عالم کا اور تمام عالم کو اپنا جز جانتا بلکہ یہ اعتقاد کرے کہ یہ میرا خیال خلافت واقع ہے اور اس شغل اور مرتبہ کا یہ آثار ہے اور اس حالت میں توقف نہ کریں کہ یہ منزل مقصود کی سیدھی راہ نہیں ہے اگرچہ کوئی راہ ہو لیکن سیدھی راہ سے بہت دور ہے اور اس راہ سے راہ چلنے میں بڑی مشکل ہوگی اور منزل پر پہنچنے کو بڑی دیر لگی گی جیسا کہ قاضی زادے کی مثال میں مذکور ہو چکا اب ایک بات جاننا چاہیے کہ ثلوان لوگ اس حالت کو بڑا کمال سمجھتے ہیں اور حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ انسان کا کمال اللہ تعالیٰ کی معرفت سے ہے اور سالک کا اصل مطلب اللہ کی معرفت ہے جس راہ سے معرفت حاصل ہونے میں دیر لگے او اس راہ سے بہاگنا لازم ہے اللہ کے طالب کو کھیل تماشے سے کیا کام غرض اس راہ کو چھوڑ کے انوار کی طرف جائینکا قصد کرے اور خوب غور کرے کہ انوار جو ذات پاک کے پردے میں سو نظر پڑیں کیونکہ طالب کے مقصد حاصل ہونیکلی یہی راہ ہے اور باقی ایک بات سمجھنا چاہیے کہ اسکو جو بطور کشف کے نظر پڑتا ہے اس سے اسکی غیب دانی نہیں ثابت ہوتی کیونکہ غیب تو اسکو کہتے ہیں جو چھپی چیز کو جان سکے اور یہ کشف سب جانتا ہے کشف معنی کھلجانے اور پردہ اٹھ جانے کے ہیں تو اس شغل کی تاثیر سے پردہ کھلجاتا ہے اور وہ سب کچھ دیکھنے لگتا ہے غیب کہان سے ہوا۔ **فایده** اب مراقبہ صمدیت کا بیان سنو مراقبہ کا دو مرتبہ ہے

اللہ صاحب فرمایا کہ فلیفرجوا چاہیے کہ خوشی کریں مومنین یہ نہ فرمایا فلتفرج پھر چاہیے کہ خوش ہوے تو کیونکہ حضرت توحق کے مشاہدہ کے دریا میں ہر وقت غرق تھے انکو توحق کے سوا دوسری نعمت کے طرف دیکھنے کی فرصت کہاں تھی اور ممکن ہے کہ اس مقام سے بعضے خاصگان امت کو بھی انکی لیاقت کے موافق کچھ حصے ملے کیونکہ محبوب کے دیکھنے سے آنکہہ کی ٹھنڈ ہک جو ہوتی ہے سو اُسکا یہ حال ہے کہ محبوب کو جقدر سچا تا ہے اسقدر ٹھنڈ ہک آنکہہ کو ہوتی ہے اور چونکہ آنحضرت کی معرفت یعنی محبوب کی پہچان کے برابر کسیکو محبوب کی پہچان حاصل نہیں اسی واسطے دوسروں کو ویسا مشاہدہ اور ویسی آنکہہ کی ٹھنڈ ہک حاصل نہیں عرض جو عارف ہوگا وہ نماز میں بڑی راحت پاوے گا اور اسکا دل نماز میں لگا رہیگا **(فایۃ)** حضرت امام اس طریقیہ کے یعنی خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ لے فرمایا ہے ۛ

**بیت**

اول ما آنہ ہر منتہی است | آخر ما جب تمنا تہی است

سوطالب صادق کو چاہیے کہ اسی باتکی تلاش کرے کہ تیب کو وہ جناب حبیب تمنا تہی کے لفظ سے بیان فرماتے ہیں اسکا مجمل بیان یہ ہے کہ خالی ہونا طالب کا اپنے ارادہ اور قصد سے اور اپنی تئیں مثل پتھر اور لکڑی کے اپنے مالک کے ہاتھ میں دے دینا اور یہ بات فرمایا زاری کے مراتب کا انتہا درجہ ہے اور عبودیت کے علاقہ کے مضبوط کر نیکا بڑا ہی قومی مرتبہ ہے اور اللہ کی معرفت کا ہی حال ہے بس جسکی تئیں اللہ کی عنایت اور غیبی کشش سے تمام پردے علی ہو گئے وہ ذات پاک کی معرفت کے مقام میں پہنچتا ہے **فایۃ** کو تئیں صفاتی کا مجمل بیان یہ ہے کہ نفی اور نفی انفی کا شغل کرنیوالا اپنی تئیں گمان کرتا ہے کہ عالم میں جو سب چیزیں اور کامیں ہیں وہ ہمارے ہی اندر سے نکلی ہیں اور اسبات کی تصویر اسکو اسطور پر نمودار ہوتی ہے کہ وہ اپنے بدن کو کشادہ اور چوڑا خیال کرتا ہے اور کشادگی اور چوڑائی اس مرتبہ

اور مشاہدہ انتہا میں ہوتا ہے سو اس طریقہ کے ساتھ سلوک کرنے میں مشاہدہ کا اثر ابتدا میں معلوم ہوتا ہے اور بھی انتہا باقی ہے بس اسی مراقبہ کو انوار کے طے کرنے میں برابر کرتا رہے اب مراقبہ کے لفظی معنی بھی سنو مراقبہ معنی دونوں طرف سے نگاہ رکھنا یعنی ہر طرف سے تو بندے پر نگاہ پرورش اور رحم کی ہوتی ہے یہ بندہ غافل بھی اسکی طرف نگاہ رکھے اور حقیقت یہ ہے کہ کسی کا تصور کرنا اسکو عرف مشرع میں تفکر کہتے ہیں اور اہل سلوک کی اصطلاح میں مراقبہ اور نگرانی بولتے ہیں یعنی اسد کھیرٹ ٹکلی لگانا اور مراقبہ کی حقیقت نوین فصل میں بخوبی مذکور ہو چکی فقط تمام ہوئی جلد اول ص ۱۰۱

کی چونکہ اس رسالے کے دیکھنے کے بہت لوگ مشتاق اور طالب ہیں اس واسطے اس رسالہ کو دو جلد قرار دے کے پہلی جلد کو تمام کر دیا اب انشاء اللہ تعالیٰ دوسری جلد بھی شروع ہوگی

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### حَامِدًا وَصَلِیًّا

۱۔ بعد بندہ محمود رسول الہی بخش جہانگیر نگر سی خدمات میں مومنین خالص الایمان و سلیمین کامل الایقان کے یہ عرض کرتا ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا غز ہے عبادت کا پہر سنایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قول اللہ کا فرمایا رب نے تمہارے ادعوئی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبدک ذی سید خلون جہنمہ اخرین، یعنی مومنو دعا کرو تم میرے پاس تو میں قبول کرونگا تمہارے دعا اور برابر کرونگا تمہاری حاجتیں اور جو لوگ کبر کر کے دعائیں مانگتے میرے پاس جلد جہنم میں داخل ہونگے سب کے

ابتدا اور انتہا سے ابتدا سے یہ مراد ہے کہ ہر چیز کی احتیاج کو اس سبحانہ تعالیٰ کی طرف اجمالاً خیال کرنا کہ سب اُمیکے محتاج ہیں اور وہ سب چیز سے بے پروا ہے پھر جب یہ مراقبہ خوب مضبوط ہو تب اسکے انتہا کے حاصل ہونے کی طلب کرے اور انتہا سے یہ مراد ہے کہ نہایت محبت اور الفت اور نہایت تضرع اور عاجزی کے ساتھ دنیا اور آخرت کے کام میں تفضیل کے ساتھ اپنی احتیاج کو اس سبحانہ تعالیٰ کے طرف خیال کرے یعنی ایسا خیال کرے کہ ہر چیز میں محکوم اس کی طرف احتیاج ہے اور کوئی کام بدون اس کی عنایت کے سرانجام نہیں ہو سکتا عمدہ کام ہو یا سہل دنیا کا ہو یا آخرت کا اور اس مراقبہ میں اسکو ایسی الفت اور محبت اور اس سے ایک ایسا علاقہ پیدا ہو کہ اسکی مرضی میں اپنے جان اور مال اور اپنی عزت اور آبرو کا فدا کرنا بلکہ اسکے نام پر فدا کرنا اس شخص پر سہل اور آسان معلوم ہو بلکہ اس فدا کرنا اپنی بزرگی اور اعتبار اور اپنی عزت اور مرتبہ کی زیادتی کا سبب معلوم کرے اور یہ مضبوطی اسکے اعتقاد میں جیسا کہ چاہئے مضبوط ہو اور قرار پکڑے اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص ایک بادشاہ کی طرف سے انعام میں اور جاگیر میں مورثی ہمیشہ کی واسطے منسلک بعد نسل دادے باپ کی وقت سے پاتا آتا ہے اور اسکا تمام کاروبار اسکی گذران اور عزت اور اعتبار کا اسی بادشاہ کے وسیلے سے ہوتا چلا آیا ہے سو اس شخص کو اس بادشاہ کی طرف سے اگر کوئی کام کرنے کا حکم ہوگا تو وہ شخص بے شبہ اس کام کے سرانجام دینے کی واسطے اپنے جان فدا کرنے میں بھی دریغ نہ کرے گا بلکہ اس میں اپنا فخر جانے گا اور اس مراقبہ سے معنی آيا كَ لِعِبَادِ وَايَا كَالسَّعِيَةِنِ كَيْفَ يَفْعَلُوْنَ تَجْبِيْ كُوْهُمُ بِنَدْوٰى كَرْتَسْ هِيْنَ اُوْر تَجْبِيْ سَعِيْ مَدَد چاہتے ہیں بخوبی ثابت اور تحقیق ہو جاتے ہیں اور اس مراقبہ کا پھل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کلمہ یاد آئے گی کہ باوجود بہت ہونے فاعلون اور فاعلون کے اس مراقبہ والیکو ایسا فاعل اور ایک ہی موثر ظاہر کرنے والا کہ وہ فاعل اور موثر حقیقی کی ذات پاک ہے ہر فعل اور صفت اور ہر سکون میں ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی ایک قسم کا شاہدہ ہے

والفت ما فيها وقلت واذنت لربها وحفت اھیا انشراھیا اور اس آیت کو ایک پرچہ پاک  
 کپڑے میں لپیٹے اور اسکی بائیں بائیں باندھ تو وہ جلد بخنگلی اور جو عورت سوا لڑکی کے لڑکانہ صفتی  
 ہو تو حل پر تین جینے گذریں گے ہر ایک کی جہلی پر زعفران اور گلاب سے اس آیت کو لکھتے اللہ  
 یعلم ما تخفی کل انشی و ما تفیض المرحام و ما تذاد و کل شیء عندہ بمقدار عالم الغیب  
 والشہادۃ الکہدیا المتعال اور اس آیت کو لکھے یا زکریا اننا نبشیرک بغلام اسمہ یحیی لم نجعل  
 لدمن قبل سمیاً پہر یہ لکھو بحق مریم و عیسیٰ انما صالحا طویل العمر بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 یعنی پہر اس تعویذ کو حاملہ باندھے اور جس عورت کا لڑکا نازندہ رہتا ہو تو اجوان اور  
 کالی برج لے دو نونہ چیزوں پر دو تہ نہ بننے یعنی پیر کیدن دو پہر کو چالیس بار سورہ والشمس  
 پڑھے ہر بار درود پڑھ کر شروع کرے اور اسی درود پر ختم کرے اسکو ہر روز عورت  
 کہایا کرے حل کن سے لڑکے کی دو دھ چوڑانے تک اور جو عورت سوا ہی لڑکی کے  
 لڑکانہ صفتی ہو تو اسکے پیٹ میں گولی نکیسے کینچے ستر بار ہر بار انگلی کی پھیرنے کے  
 ساتھ یا مینتین کہے اور جس لڑکا پر نظر لگا ہو اور لگانو الاثبات ہو جاوے تو اسکے  
 منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں پانوں اور اسکی شرمگاہ دہونے کو کہے ایک برتن  
 میں اور اس پانی کو اسپر چھڑکے جسکو نظر لگے تو اسی دم اچھا ہو جاوے اور اہم لکھ  
 نے موطامین روایت کئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر لگانوالی کو اسطیطر علی  
 مانند کا حکم کیا یعنی شرمگاہ وغیرہ دھونیکا اور جو وقت لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو اسوقت  
 اذان اور اقامت کہے تو ام البصیان کا بیمار نہیں ہو ویکجا اور جسر جادو کا اثر ہو اور اس  
 بیمار کی واسطے جسکو بیماری نے طیبوں کو عاجز کر دیا ہو چینی کی سفید برتن میں یہ اسم  
 لکھے یا حی حین لاسی فی یومۃ ملکہ و بقاۃ یا حی اور فاتحہ ضم کرے اس دعا  
 کی ساتھ پہر اسکو پانی سے دھو کر چالیس دن پئے اللہ کے فضل سے جلد اچھا ہووے گا  
 اور جس کو شیطان لگا یعنی باولا کر ڈالے یعنی جسر آسب کا غلل ہو تو اسکے بائیں کان پر

سب فرمایا فقیہ ابو الیث رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ کو چاہئے کہ ہر وقت اللہ سبحانہ کے پاس  
 دعا مانگے اور سب حاجتیں اللہ تعالیٰ سے طلب کرے اور یہی ہر علامت عبودیت کی اور محبوب  
 اللہ کا وہ شخص ہے جو ہر وقت ہر بات اللہ سبحانہ سے مانگے اور ہر آدمی اللہ کے نزدیک  
 وہ ہے جو اللہ سبحانہ سے بے آرزو رہے اور محبوب آدمیوں کا وہ شخص ہے جو آدمیوں سے  
 بے آرزو رہے اور کچھ نہ مانگے اور ہر شخص آدمیوں کے پاس وہ ہے جو شخص آدمیوں سے  
 کچھ مانگتا ہے اب مسلمان بہائیوں کے فائدے کے واسطے چند دعا لکھتا ہوں امر میں شکرانہ  
 کے دفع کی واسطے اور وہ دعا جو تجربہ کیا گیا ہے معتبر کتابوں سے تحقیق کر کے جیسا کہ مجموعہ  
 اللہ وظائف اور قول اجمیل اور دعوات سنو نہ اور حصن حصین اور احیاء العلوم لبان العارفین  
 وغیرہ سے چنکر صحیح کر کے لکھ دیا اس امید سے کہ ہلکے و عاخر کرین اول دعا عقیقہ یعنی  
 بانجھ عورت کی واسطے ہرن کی جبلی پر زعفران اور گلاب سے یہ آیت لکھو و کون آت  
 قرأنا سیدات بہ الجبال أو قطعت بہ الارض او کلمہ بہ الموات بل اللہ الامم جمعاً  
 پھر اس تعویذ کو اسکی گردن میں باندھے اور یہ بھی عقیقہ برائے چالیس لوگوں پر سات سات  
 بار اس آیت کو پڑھے او کظلمات فی بحر لہی یغشاہ موج من فوقہ موج من تحتہ ظلمات  
 بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لمریکد یراہا ومن لمریجعل اللہ لہ نوراً  
 فسالہ من نورہا اور ایک ٹونگ ہر دن کہا وے اور شرم کرے حیض کی غسل فراغت  
 ہونے سے اور انہیں دنوں میں اسکا زوج اوسی قربت کرے اور وہ رات کو کہا وے  
 اور پانی نہ پیے اور جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو ایک تا گا کسم کار نگا اسکی قدکی  
 برابر ہی اور او سپر نوگر ہین لگا وے اور ہر گزہ پر یہ پڑھے واصبروا صبرا  
 الابا للہ ولا تخزن علیہم ولا تکفین فی ضیقہما نیکرون ان اللہ مع الذین اتقوا  
 والذین ہم محسنون اور قل یا ایہا الکافرون پڑھے اور پھونکے اور جس عورت کو  
 دروزہ ہو یعنی لڑکا پیدا ہونیکا در و تکلیف دے تو پرچہ کاغذ میں یہ آیت لکھے

کو لکھو اور لڑکے کی گردن میں لٹکاوے تو حق تعالیٰ اوسکو محفوظ رکھگا وہ دعا یہ ہے بسم اللہ  
 الرحمن الرحیم اعدو ذبکلمات اللہ الثامۃ <sup>سب</sup> کل شیطان وھامۃ و عین لامۃ  
 تحصنت بھن الف الف للاحول ولاقوۃ الابد العلی العظیم اور جبکو دیوانہ کتا  
 کاٹے اور اسکو دیوانہ ہو جانے کا خوف ہو تو اس آیت کو روئی کی چالیس ٹکرون پر لکھو  
 انھم یکیدون کیداً واکید کیداً انھل الکافرین امھلھم سر ویداً اسیکو  
 کھاوسی کہ ہر دن ایک ٹکرا کھایا کرے شفا ہو دیگا اور اگر کسی کا گردن میں کنٹھہ والا  
 ہو تو چمڑکی تھی پر جو مرین کی قدر کی برابر ہوا تالیس گرہ دے اور ہر گرہ پر یہ دعا  
 پونکے یعنی بسم اللہ سے آخر تک بسم اللہ الرحمن الرحیم اعدو بعزۃ اللہ و عظمتہ  
 و برمان اللہ و سلطانہ و کف اللہ و حور اللہ و امان اللہ و حر و اللہ و صنع اللہ و کتب  
 اللہ و نظر اللہ و نہاء اللہ و جلال اللہ و کمال اللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ  
 من شہا اجدا اور جبکو صرع یعنی مرگی میں مبتلا ہو تو تانے کا ایک پتر کی سو اسین  
 یکشنبہ کی پہلی ساعت میں اس پتر کی ایک کنارے پر یہ نقش کرے یا فہا کرات اللہ  
 لا نطاق انتقامہ اور دوسرے کنارے پر یہ نقش کرے یا مذل کل جبار عنید بقرہ عزیز  
 سلطانہ یا مذل اور اللہ کے فضل سے یقین ہے مرگی دفع ہو جاوے گا اللہ تعالیٰ کا فضل  
 اور کرم سے اور ایک دعا لکھ دیتا ہوں وہ دعا تجر بہ کیا ہوا حضرت مولانا اناؤنا کے  
 ساتھ عبدالودود صاحب کے پاس کی رومی اہل علم خبر دیا کہ جو جبریل عسم نے نہیں  
 احتیاج کسی دوا کی اور نہیں احتیاج کسی طبیب کی تب ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ  
 نے کہا یا رسول اللہ ہم سب محتاج ہیں طرف اسکو پس کہا کپڑو پانی ابر کی اور پڑھ اوس  
 پانی پر سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص اور فلق اور ناس اور آیتہ الکرسی ہر ایک کو ستر مرتبہ  
 اور پوسچ اور شام سات دن تک تحقیق دفع کرے گا بدن سے تھارے ہر بیماری کو  
 اور یہ پانی دوا ہے ہر بیماری کا کہانی اور در کسینہ اور حرم بول اور جو عورت حامل

یہ آیت سات بار پڑھے ولقد فتنا سليمان والقينا عليه السجدة اثمنا اب  
 تو جلد دور ہو جاوے گا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور یہ بھی آیا ہے آسیب دور کرنے کی واسطی  
 کہ اسکو کان میں سات بار اذان دے اور سورہ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور سورہ  
 ناس اور آیت الکرسی اور سورہ طارق اور سورہ حشر کی آیتیں یعنی ہو اسرا الذی سے آخر  
 تک اور سورہ صافات بالکل پڑھے آسیب جلد چلا جاوے گا اور جس مکان میں جن معلوم ہو تو  
 پاک پانی پر سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی اور پانچ آیتیں اول سورہ جن کی پڑھے اور اس  
 پانی پر دم کرے بعد اس پانی کو اُس جگہ اور مکان کی چو طرف چھینٹے مارے تو وہاں جن  
 پھرنے آوے گا اور اگر کسی گھر میں آگ لگتا ہے شیطان نے یا پتھر پھینکتا ہے کسی کی گھر  
 یا مکان کے نواحی میں یا کوئی شہر یا گاؤں میں تو اس آیت کو پڑھے انہسریکیدا  
 کیدا او اکیدا کیدا افضل الکافرین امہلہم وما ویدا کو چار لوہی کی کیلون پر پڑھے  
 اور پھونکے اور اُس کیلون کو گھر یا شہر یا گاؤں کی چاروں طرف گاڑے اور پڑھنے کا ترتیب  
 حضرت مولانا مرشد ناجو پوری صاحب نے ہکو کہا کہ پانچ بار پڑھے اور پھونکے اس حساب  
 کے ساتھ پچیس بار میں پانچ بار پھونک دینا پڑا اور جب چیچک کی بیماری ظاہر ہو تو  
 نیلا تاکا کا ڈوری بانٹ اور اسپر سورہ الرحمن پڑھ اور بے بار کہ تو قبا ہی الاء  
 سا یکما تکذبان پر پہنچے تو ایک گره دے اور او سپر پھونک ڈال اور تاکے کو لڑکے  
 کے گردن میں باندھ دے حق تعالیٰ اسکو اس بیماری سے آرام دے گا اور ایک دو قبل  
 ظہور مرصن چیچک کو شیکہ دینے سے بھی بہت کم ہوتا ہے تداوی ہر نوع امراض مشرقاً  
 درست ہے دلیل کتب نفعین موجود ہے جیسا کہ فی اللغاتیہ شرح الہدایۃ اور ایسا ہی  
 تہذیب میں ہی جائز ہے واسطی یار کے اپنے پیشاب اور لہو اور مروار کہا نا واسطی  
 دوام کے ایسا ہی فتاویٰ سراجیہ اور شہابہ والنظار اور سفر سعادت میں بھی ایسا ہی  
 لکھا ہے مگر پوجہ اور کھٹ بٹھانا حرام ہے اور شرک ہے اور لڑکا پیدا ہو تو اس تعویذ



تو کام تیرا یعنی مقصد پورا ہو جاوے گا اس میں کچھ شک نہیں اللہ ہر انی اعوار بات من  
عذاب النہر وفتنة النار وفتنة القبر وفتنة المعنى وفتنة الفقر وفتنة الفسوق وفتنة  
والغفلة والذلة والمسكنة واعوذ بك من الفقر والكفر والفسوق والمشقة والرياء واعوذ بك  
من الصم والبكم والبرص والجذام وسوء الاستقام يا شريك بين  
پناہ مانگتا ہوں تجھے آگ کے عذاب سے اور آگ کی آزمائش اور قبر کی آزمائش اور عذاب  
تجسے اور بدن کے آزمائش اور تو انگری اور آزمائش محتاجی سے اور پناہ مانگتا ہوں  
میں تجھے سخت دل اور سیاہ دل ہونے اور غفلت اور فلسی اور ذلت اور محتاجی سے  
اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھے محتاجی اور کفر اور فسق اور مخالفت اپنے عمل لوگوں کو سنانے  
اور دکھانے سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھے بہرے ہونے اور گونگے ہونے اور  
سفید کوڑھ سے اور دیوانے ہونے اور بدن پکنے کے کوڑھ سے اور برے مضمون  
سے یہ دعا حزب الاعظم سے لکھا ہے اور یہ دعا کہنے کا سبب یہ ہے کہ ایک روز ایک  
کوڑھ کا مرض والا حضرت مولانا مرشدنا شاہ کرامت علی حنفی جو پوری صاحب سے  
سوال کیا اور اپنے بیماری کا حال کہا تب مولانا موصوف نے یہ دعا حزب الاعظم کے  
کیا میں انکو دکھاوے اور فرمادے کہ مولوی محمود رسول الہی بخش صاحب کے پاس لیجاؤ  
تب وہ صاحب ہمارے پاس لائے میں نے انکو نقل کر دیا اور اپنا دل میں سوچا کہ صاحب  
ضرر ہونے کے سبب سے یہ نعمت پائی اور جو لوگ غیب سے وہ معذور ہیں تو چاہیے کہہ کے  
وے ہر آدمی کے کو واسطے اور ہر کو کچھ ثواب ملے فقط

# تمام

کتاب علیٰ اهل مشكلات

۱۲۷۸ ہجری کلکتہ

نہیں ہوتی حاملہ ہو جاوے گی قوت باہ ہووے گی اور التکاف دفع ہووے گی اور عبدالشہ ابن زید  
 نے کہا سانپ یا بچھو وغیرہ کے زہر دفع کرنے کے واسطے اس منتر کو ہنر رسول الصلی اللہ علیہ  
 علیہ وسلم سے سنا اور اسکی اجازت چاہا حضرت نے اجازت دیئے اسکی پڑھنے کی وہ دعا ہے  
 بسم اللہ شیخہ قرنیۃ محلۃ بحر فقط اسلام علی نوح فی العالمین جب آگ لگو تو اسکو  
 بجائیں دعا کے اللہ اکبر پکار کے کہے تو آگ بجھ جاوے گی اور دیوانیکو اچھا کر نیکی دعا اللہ اکبر  
 سات دن تک صبح اور شام جب تمام کرے اللہ کو تب جمع کرے اپنا تھوک پھر تھوک کے  
 اسکو دیوانے پر اللہ تعالیٰ کا فضل جلد اچھا ہووے گی زخم اور پھوڑا اچھا کر نیکی دعا  
 تریبہ ارضنا بریقہ بغضنا لیشفی سقیمنا باذن ربنا شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے انحضرت  
 دین مبارک کا تھوک اپنے انگلی پر لگانے اور انگلی کو زمین پر رکھتے تھے اور درد کی  
 جگہ پر اس انگلی کو پھرتے تھے اور کہتے تھے اور جب کا غلام بھاگ گیا ہو تو ایک کاغذ میں  
 لکھو اور اسکو کسی چیز میں پیٹ کر اندھیری کو ٹھری میں دو پتھرون کی بیج میں رکھ دے یعنی  
 سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی کو لکھو پیر اللہم سے یا ارحم الراحمین تک لکھو پیر یہ آیت لکھو او  
 کطلات فی بحر علی یغشاہ موج من فوقہ موج من سبحاب ظلمات بعضها فوق بعض اذا احج  
 یدہ لم یکدیراھا ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور ومن وراثمہ برزخ الی  
 یوم یربعثان وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ واللہ من وادئہ معیط بل هو قران مجید فی  
 لوح محفوظ پیر یہ دعا پڑھے اللہم انی اسالک سے آخر تک اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سے  
 بھاگا ہو غلام جلد اپنے مولا کے طرف لوٹے گا اور جب تو چاہے کہ حق تعالیٰ سے اپنے مراد  
 حاصل کرے تو سورہ فاتحہ کو پڑھ اس ترکیب سے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی میم کو  
 اللہ اللہ کی لام سے ملاوے یکشنبہ کے روز سے فجر کی سنت اور فرض کی درمیان  
 میں شروع کرے ستر بار اور دوسرے دن اسی وقت ساٹھ بار اور تیسرے دن پچاس بار  
 اسی طرح ہر روز دس بار کم کرتا جاوے یہاں تک کہ ہفتہ کے دن دس بار پڑھے

کو کوئی پڑھے اور جو عمل کرے وہ ہزار ہا نعمت دنیا اور آخرت میں پائیگا  
 اور بغیر عذاب کے بہشت میں داخل ہووے گا اور ہر ہر کام برآر ہووے گا  
 کوئی طرح کی حاجت نہ باقی رہے گی اور عمر دراز ہوگی اور ہر ہر من مشکلات  
 رفع ہووے گی خلق اللہ میں بڑا اعتبار ہووے گا کیونکہ  
 معرفت سے بڑھ کے کوئی نعمت نہیں  
 خداوند امیرے کوششوں کو  
 مشکور کر اور میرے تمام صحابہ کو  
 ساتھ مذکور کر  
 آمین  
 نعت امین

ج

ذکر اللہ

تصدیق  
 بعد نشانی کبریا و درود بر ہر شرف انبیاء و صحابہ بہا سسی بزرگوار و التقویٰ امین  
 عرفین کامل و ماہر۔ صاحب ہامرو و ماظر عالم المعنی فاضل لوزعی مولانا کراچی  
 برد اللہ مضجیحہ۔ ہاتھام جناب مولوی محمد اسرائیل صاحب بخط خوب و چاپ  
 مرغوب ماہ جنوری ۱۹۱۴ء مطابق ماہ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ۔ در شہر  
 کلکتہ مطبع سعیدی واقع کلکتہ بازار اسٹریٹ نمبر ۹۴ رونق الطبع یافت

**اب سنیوں کو مومنوں** ہمارے مرشد کی خوبی وہ حضرت معروف مشہور سب ملک  
 پر کیونکہ سنت جماعت حنفی مذہب کو خوب مضبوطی سے پکڑے ہیں کوئی فرقہ نے حضرت  
 کو بھگانے نہ سکا کیونکہ یہ کمال ایمان کی سبب ہے کیونکہ سنت جماعت کو تمام نے میں ہر ہر قوم  
 کی فائدہ ہے اور حضرت مولانا مرشدنا کرامت علی جوینی نے ملک العلماء کے مذہب حنفی  
 کو جاری رکھنے میں اور سنت و جماعت کی پیروی کرنے میں مسلمان لوگ آرام سے ہیں اور  
 ہندو بھی آرام سے ہیں اور بادشاہ الزمان بھی آرام سے ہیں اور بادشاہ کو بہت  
 فائدہ ہوا اس لئے وہ اسی بھائیوں مسلمان لوگ جو آرام سے ہیں وہ اس سبب سے ہیں  
 کہ اگر لاندہب لوگوں کی پیروی کرتا فساد برپا کرنا پڑتا جیسا ان لوگوں نے بعد مسلمان ہونے  
 کے جمادین کرنا ہتھیے تھے اور ان لوگوں کو معلوم نہیں جو ہن لینے کے بعد جہاد کرنا  
 عذر ہے اور غدر کرنا حرام ہے جیسا ہدایہ اور جامع الرموز اور فتاویٰ عالمگیری اور  
 درمختار اور شریع وقایہ اور جتنے کتاب علم فقہ کا ہے سب میں حرام لکھا ہے  
 اب لاندہب خارجی لوگ حرام کو حلال جاننے غدر کیا کرتا ہے تو اس حرام سے اللہ تعالیٰ  
 نے مسلمان بھائیوں کو بچایا ہے اور خارجی لوگوں کا پیروی کرتا تو اس ملک ہند اور بنگالہ  
 کو دار الحرب جاننے جمعہ اور عیدین چھوڑنا پڑتا اور بادشاہ سے لڑنا پڑتا حالانکہ یہ  
 ملک بادشاہ زمان کا دار الحرب نہیں ہے اور ہندو لوگوں کا جو فائدہ ہوا وہ یہ ہے  
 وہ اپنی خارجی جب ایک بار بڑے زور کیا تھا سننے میں آیا ہے کہ بہت ہندو مال کا مال  
 مکان لوٹا تھا اور ہندو لوگ بہت ڈر گیا تھا اب ان لوگوں کا وہ ڈر جاتا رہا جب حضرت  
 مرشد نے کہا کہ ان لوگوں کا مال مکان لوٹنا حرام ہے تب ان خارجیوں کا بات کو حرام  
 جان کے حنفی مذہب کی کتاب پر عمل کیا اور بادشاہ زمان کا جو فائدہ ہے وہ یہ ہے  
 اگر مرشد برحق نے حنفی مذہب کا کتابوں کو جاری کرتے ہر ہر طرف فساد برپا ہوتا ہے  
 ہر ہر قوم کو چاہیے حضرت مرشد برحق کو دعار دے خیر سے یاد کرے اور اگر اس کتاب



**اطلاع** اس دور کان میں بریل و فن کی کتاب کا ذخیرہ سلسلہ دار فروشی کے لئے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو دوکان سے مل سکتی ہے جسکے معاینہ و ملاحظہ سے شائقین حالات کتب کی معلوم فرما سکتے ہیں۔ انہیں سے اس کتاب کے اخیر میں بعض تفسیر و حدیث و فقہ و اصول و غیرہ فارسی و عربی وغیرہ کی درج کرتے ہیں تاکہ کتب موجود کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو :-

سے اسطرح لفظ بلفظ ثابت کیا ہے کہ دقیقہ شناسان و محققان علم دین کے درسیں اک خاص مسرت ملی حاصل ہوتی ہے۔ اور ترقی سائل فریڈ بران۔ یہ وہی شاہ معنی ہے جسکا نام زمانہ مشتاق تھا مگر بعض لفظ

**کتب فقہ و اصول فقہ**  
ہدایہ ہر چار جلد  
شرح وقایہ جلدین اولین جمعہ الرقا  
فتاویٰ عالمگیری کامل  
شامی کامل مصری  
فتاویٰ قاضینان کامل

قرآن شریف نظامی  
قرآن شریف نقل نظامی  
قرآن شریف پنج مہری  
ایضاً نقل و ملی مطبوعہ لکھنؤ  
قرآن شریف مطبوعہ متی بیج  
قرآن شریف نقل کلکتہ پارہ چہارہ  
ایضاً ترجمہ واضح دہلی

جان بھی دیدار نصیب ہوتا تھا اب بہ ہدیہ عکس زیارت نصیب ہو سکتی ہے

**ارکان اربعہ۔ از تصنیفات**  
عمدۃ المتأخرین و قدوۃ المتقدمین  
مولانا عبدالحلیم بکھری  
عمرہ دبیر سفید کاغذ تقطیع ۶۶-۶۹

**تفسیر و اصول و احکام**  
عینی شرح بخاری مصری  
تفسیر احمدی  
تفسیر سراج المنیر  
تفسیر حامی سورہ یس  
تفسیر حسینی  
تفسیر زاد الاخرۃ نظم  
تفسیر مہلاد یہ پارہ چہارم

**کتب دینی و تصوف و اخلاق**  
مجموعہ خطب  
مجموعہ خطب دوازده ماہی  
ترجمہ تعبیر رویا۔  
آثار محمشہ  
صبح کا ستارہ  
کسب الانسیب

پر بکھڑ خوب چھپائی مرغوب جلد  
طیار ہر فقہ کی کتابوں میں ایسی ہے  
اور متعدد کتاب نہیں چھپی جو کل سال  
صوم و صلوة و حج و زکوٰۃ پر حاوی ہو  
اسپر طرہ یہ کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ  
ہر سلسلہ کو نص قرآنی و احادیث

عینی شرح بخاری مصری  
تفسیر احمدی  
تفسیر سراج المنیر  
تفسیر حامی سورہ یس  
تفسیر حسینی  
تفسیر زاد الاخرۃ نظم  
تفسیر مہلاد یہ پارہ چہارم